

مہاشادو

صابی صیفی علی

علیم صباؤیہ

COMPLIMENTRY COPY,

1970

TAMILNADU URDU PUBLICATIONS CHENNAI-600 002

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَدَامُ

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

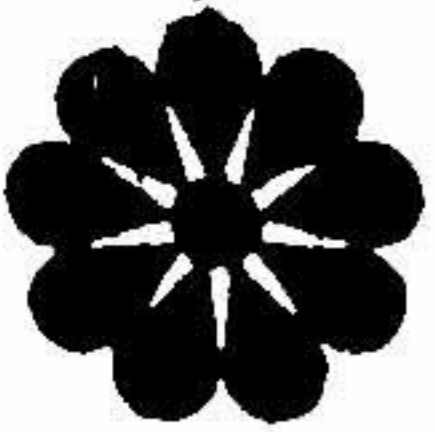
عَلَيْهِمْ وَأٰلِهِمْ

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ

29799924

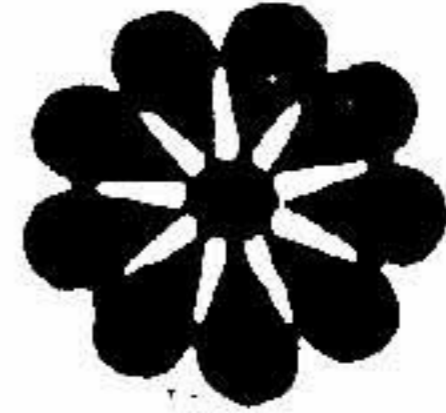
کتاب کا نام
تعداد
قیمت
مولف
پتہ
ناشر
سن اشاعت

نمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء
ایک ہزار
ایک سو روپے
علیم صبا نویدی
26 امیر النساء بیگم اسٹریٹ، مونٹ روڈ - مدراس - 600002
نمل ناڈو اردو پبلی کیشنز، مدراس - 600002
مارچ 1996



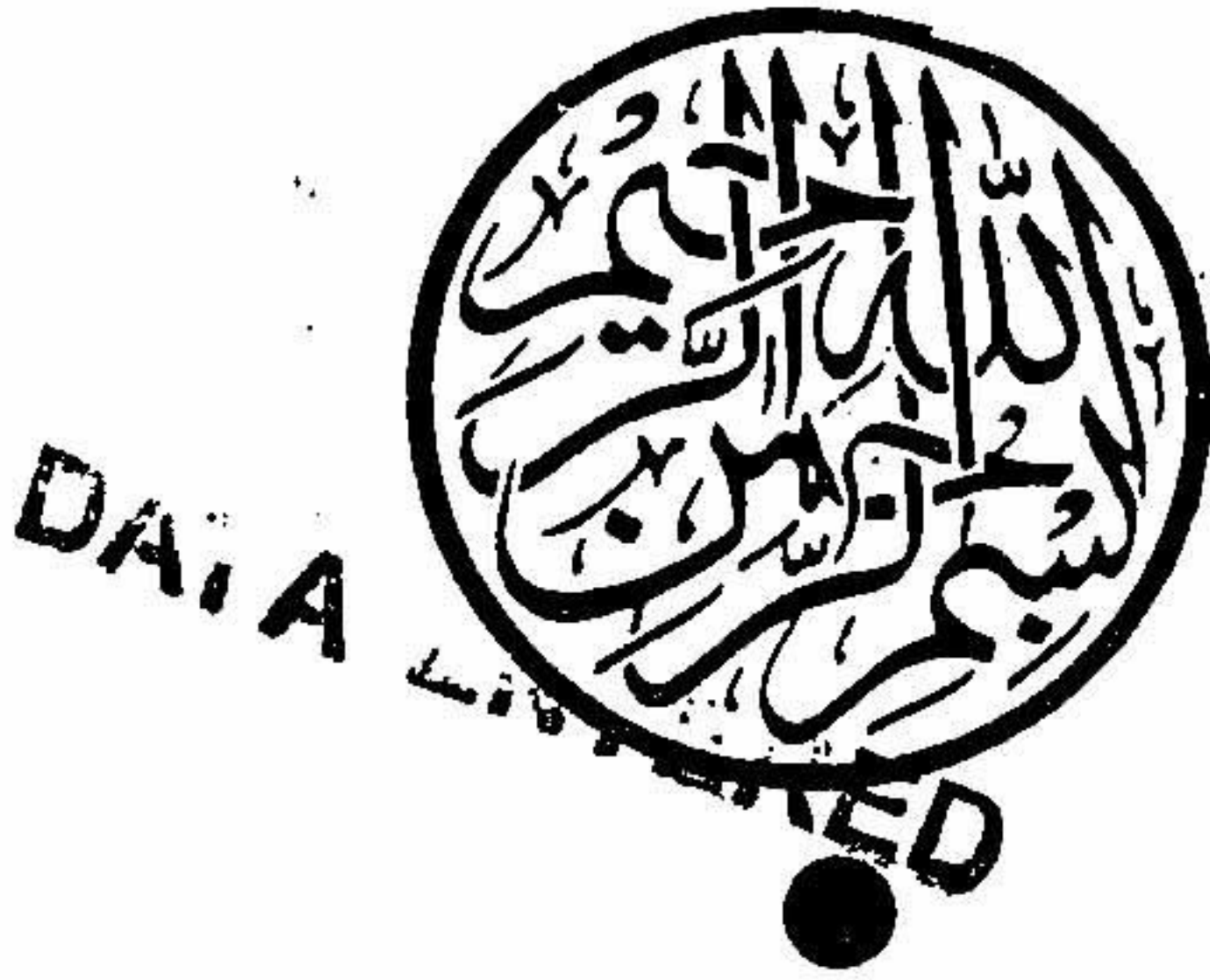
زیر اہتمام

ڈاکٹر محمد علی اثر



ملنے کے پتے

- ۱ مکتبہ جامعہ لیسٹڈ دہلی، علی گڑھ
- ۲ شب خون کتاب گھر ۳۱۳، رانی منڈی، الہ آباد - ۳
- ۳ مکتبہ ہمسار برہ پورہ، بھاکپور، (بہار)
- ۴ اسٹار پبلی کیشنز آصف علی روڈ، نئی دہلی - ۲
- ۵ شگوفہ پبلی کیشنز بیچلرس کوارٹرس معظم جاہی مارکٹ حیدر آباد
- ۶ گوہربک ڈپو 26 امیر النساء بیگم اسٹریٹ مدراس - ۲
- ۷ ٹریپلی کین ہائی روڈ مدراس - ۵



ہدییۂ انتساب

بارگاہ رسالت مآب

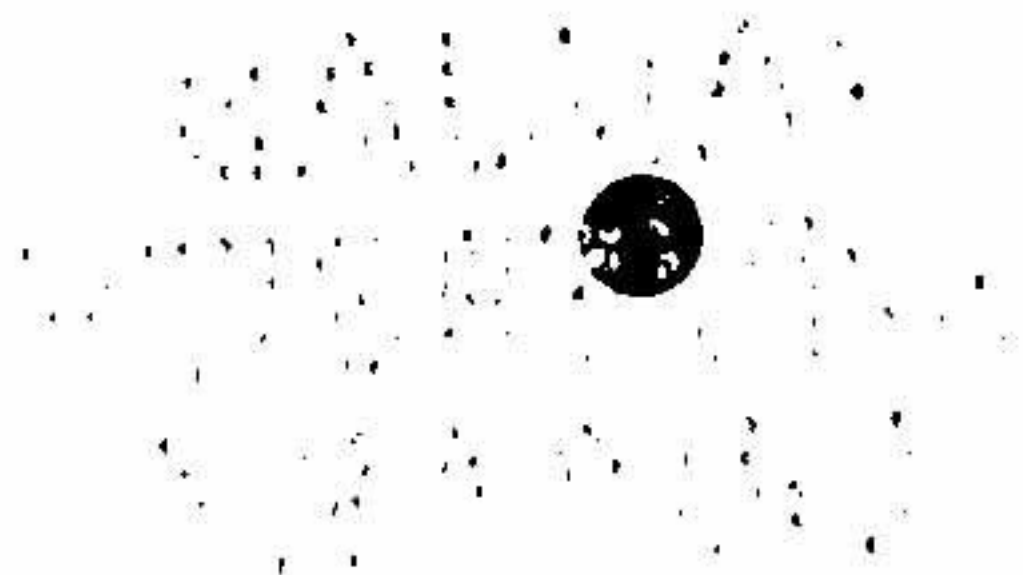
خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

و

دادا حضور حضرت مولانا سید عبدالغفار حسینی قادری چشتی قدس سرہ

اور

نانا ابا حضرت مولانا مولوی شاہ محمد امین الدین قادری چشتی شطاری نور اللہ مرقدہ



۲۲/۵

ہدیہ تشکر و امتنان
بخدمت



○ مولانا مولوی ڈاکٹر راہی فدائی
○ مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی
○ مولانا صلاح الدین محمد ایوب
جنہوں نے اس کتاب پر اپنی گر انقدر تحریروں سے سرفراز فرمایا



○ ڈاکٹر محمد علی اثر
جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں بھرپور تعاون کیا۔



●————●————●————●————● فہرست ●————●————●————●————●

7	علیم صبانویدی	۱- بیان اپنا ●
9	مولانا مولوی صلاح الدین ایوب	۲- تاثرات ●
11	مولانا مولوی ڈاکٹر راہی فدائی	۳- مقدمہ ●
14	مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی	۴- نئے افق کی طرف ●
23	علیم صبانویدی	۵- تذکرہ علماء ●
181		۶- حوالے و حواشی ●
189		۷- فہرست کتب ●



* بیباں اپنا.....

ٹمل ناڈو کی سر زمین جہاں اپنی باغ و بہار آب و ہوا، گوناگوں تہذیب و تمدن اور دراوڑین کلچر کی دلنریب و دلکش سنگ تراشی کے لیے مشہور ہے وہیں صوفیوں، سنتوں، رشیوں، مہیوں اور علماء و اولیاء کے لیے ساری دنیا میں اپنا ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اس سر زمین میں جن بزرگان دین کی بدولت رشد و ہدایت اور معرفت و تصوف کی بہاریں آئی ہیں ان کے دینی و علمی کارناموں پر قلم اٹھانا راقم کے لیے اس لیے بھی باعث سعادت ہے کہ ان علمائے دین سے راقم کا بالواسطہ یا بلاواسطہ دیرینہ ذہنی و قلبی رشتہ استوار رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راقم نے آثارِ قدیمہ کی گم شدہ کڑیوں اور روشن گوشوں کو تلاش و تفحص کے بعد منصفانہ طور پر لانے کی سعی و کاوش کی ہے۔

زیر نظر تذکرہ میں ٹمل ناڈو کے علاقے سے تعلق رکھنے والے اہل علم و دانش کی علمی و ادبی مذہبی و ملی خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ٹمل ناڈو صدیوں سے گوارہ علم و ادب رہا ہے اور یہاں کے باکمال، پاک طینت اصحاب قلم نے اپنی عربی، فارسی، ٹمل اور اردو تصانیف کے ذریعہ جہالت کی تاریکی دور کرنے اور علم و حکمت کی شمعیں روشن کرنے کا دینی اور اخلاقی بلکہ انسانی فریضہ انجام دیا ہے اس لیے آج بھی ہم جنوبی ہند کی دیگر ریاستوں کی طرح ٹمل ناڈو میں مذہبی و دینی علوم کا چلن جاری و ساری دیکھتے ہیں۔ ان مستقدمین علماء و صلحا کا احسان نہ صرف موجودہ نسل پر ہے بلکہ ہماری آئندہ نسلیں انہیں کی راہ علم و ہدایت پر گلزن ہو کر کلہرائی کی منزل حاصل کریں گی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ شمال کے اکثر تذکرہ نگاروں نے ٹمل ناڈو کی ان مایہ ناز ہستیوں کے اسمائے گرامی کو اپنے تذکروں میں جگہ نہیں دی، حالانکہ علم و دانش کی دولت کسی خاص علاقے کے لیے مخصوص و محدود نہیں ہوتی اس سے ہر ملک اور ہر فرد کسی بھی وقت استفادہ کر سکتا ہے۔ جب تک ہمارے قلم کاروں میں علاقائی عصبیت اور تعصب ختم نہیں ہوتا تو ہم اپنے پیش رو اہل علم کی قدردانی کا صحیح معنوں میں حق ادا کر سکتے ہیں اور نہ آنے والے قلم کاروں کی رہنمائی۔

اس تذکرے کے سلسلے میں احقر نے جن علمائے دین سے شخصی ملاقاتیں کیں اور جن کی عالمانہ اور عارفانہ گفت و شنید سے احقر کے دل و دماغ اور فکر و نظر آسودہ ہوئے، ان کی کثیر الجہات

مختلف النوع دینی اور علمی خدمات پر ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن یہاں محدود گنجائش کی وجہ سے احقر نے ان حضرات کی ملی اور ادبی خدمات کا اجمالی تعارف پر اکتفا کیا ہے اور پھر "کم ترک الاخرین" کے مصداق آنے والی نسلوں کے لئے دعوت فکر دیتا ہے۔


راقم علم و ادب کا ایک بے بضاعت خادم اور میدان تحقیق و تنقید کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے۔ زیر نظر کتاب میں صاحب بصیرت اور اہل نظر حضرات کو کوئی سہو یا خطا نظر آئے تو صرف نظر کرتے ہوئے اصلاح فرمانے کی مودبانہ گزارش کرتا ہے۔

محترمہ راحت سلطانہ نے اس کتاب کی اشاعت کے مختلف مرحلوں میں میرے کٹھن تعاون کیا جس کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

مدرسہ اور حیدرآباد کے کتب خانوں کے علاوہ اپنے ذاتی ذخیرہ کتب میں محفوظ بعض نادر و نایاب کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں جناب غنی چشتی (مدیر مسلم کرل مدرسہ) اور ڈاکٹر عطا اللہ خان (لکچرار اور پینٹل کالج حیدرآباد) نے جو زحمات اٹھائی ہیں اس کے لیے میں دونوں حضرات کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔

عزیزی محمد جعفر، محمد خواجہ مخدوم محی الدین اور ڈاکٹر حبیب نثار کامنوں کرم ہوں، جنہوں نے کمپوزنگ اور طباعت کی ذمہ داری قبول کر کے احقر کو ذہنی اٹھنوں سے بچالیا۔
جناب حسن فیاض، ڈاکٹر مصطفیٰ شریف اور عزیزی مولوی ٹی۔ بشیر احمد، قاضی غضنفر علی اسد کے مخلصانہ تعاون کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے کمپوزنگ کے بعد مسودے کی صحت دیکھی۔

اپنی اہلیہ سعید النساء اور دختر جاوید النساء (ایم۔ اے) جن کی بے پناہ محبتیں اور قربانیاں تصنیف و تالیف کی دشوار گزار راہوں میں میرے لیے شمع رہ گزر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خصوصاً عزیزہ جاوید النساء نے بڑی محنت اور اہمک سے مستشرق مواد کو یکجا کرنے میں میرا ہاتھ بٹایا لیکن ان دونوں سے جو تعلق خاطر ہے اس بناء پر ان کا شکریہ ادا کرنا محض ایک رسمی بات ہوگی۔


(علیم صبا نویدی)

* مولانا مولوی صلاح الدین محمد ایوب

شعبہ عربی نیو کالج مدراس
چیف قاضی گورنمنٹ آف تمل ناڈو

* تاثرات

علم و فضل اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے برصغیر ہندو پاک میں تمل ناڈو کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اس لئے کہ شمع محمدی کے پروانے صحابہ کرام کا وود مسعود سب سے پہلے اسی سرزمین پر ہوا ہے اور یہیں سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع ہوا۔ قال اللہ و قال الرسول کی صدا میں تمام ہندوستان میں سب سے پہلے تمل ناڈو کی سرزمین ہی سے سنی گئیں۔ ان تاریخی حقائق کے باوجود یہاں کے علماء و اصحاب قلم کے نام اکثر تذکروں میں جگہ نہیں پاسکے حالانکہ آج بھی ان علماء کرام کی تصانیف ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ جناب علیم صبانویدی نہ صرف علم و ادب کے شدائی ہیں بلکہ (۲۶) چھبیس کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ علاقہ تمل ناڈو کے اہل علم کے ذکر خیر سے اپنی بے بہا تالیف تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء کو آراستہ کر رہے ہیں۔ علیم صبانویدی اس کتاب میں مصنیفین کے مختصر حالات کے ساتھ ان کی تصنیفات کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ جس سے ہندو بیرون ہند کی جامعات کے ریسرچ اسکالرس کو استفادہ کرنے کا زرین موقع نصیب ہوگا۔ موصوف نے منجملہ علمائے کرام کے ہمارے خانوادے کے بھی چند بزرگوں کے حالات اور علمی خدمات کا احاطہ بڑی عمدگی اور سلیقہ مندی سے کیا ہے۔ ان بزرگوں کی تصانیف مخطوطات کی صورت میں کتب خانہ مدرسہ محمدی، مدراس میں موجود ہیں جہاں سے تشنگان علم اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ علیم صبانویدی کی اس تالیف سے لوگ کما حقہ استفادہ کریں۔

3

* مولانا مولوی ڈاکٹر راہی فدائی

پروفیسر جامعۃ العلوم الثنائیہ
کراچی، آندھرا پردیش

* مقدمہ

"علم" اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت مطلق ہے اور "علیم" اس کی ذات بخت کا اسم موصوف۔ باری تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفت بھی قدیم (سابق از عدم) ہے مگر صفت قدیم کے مظاہر حادث (نو پیدا) اور مسبوق از عدم ہیں۔ اسی لیے ماسواء اللہ سے جو بھی علم کی صفت سے متصف ہو گا وہ عالم کہلائے گا، "علیم" نہیں۔ "عالم" حادث ہونے کے باوجود جملہ حوادث میں اک گونہ برتری اور ایک طرح کے امتیاز سے اسکی ہستی ممتاز ہوگی۔ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے حل یتوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں) علمائے کرام کی اسی قدر و منزلت کی وجہ سے ہر دور اور ہر عہد میں ان کی شخصیت مرجع خواص و عوام اور قابل صد احترام رہی ہے۔ اہل علم نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے لیے تقریر و تحریر کو بجا طور پر آلہ افادہ اور ذریعہ افاضہ بنایا۔ چوں کہ بمصدقاؤ و مکتب قروماقال فر، جو کچھ ضبط قلم ہوا ہو وہ باقی و دائمی رہ جاتا ہے اور جو کچھ زبان سے ادا کیا گیا وہ وقتی و فانی ہو جاتا ہے لہذا اکثر و بیشتر علم والوں کا یہی طریقہ کار رہا ہے کہ وہ اپنے فیضان علمی کو عام و تمام کرنے کے لیے اپنی زندگی کے اوقات عزیزہ کو نذر تصنیف و وقف تالیف کر دیا کرتے تھے تاکہ لوگ ان کے حین حیات اور ان کے بعد ممت نسل در نسل علم و حکمت کی لازوال نعمت سے اپنے دامن مراد بھر سکیں اس طرح انھیں تمام کائنات میں اشرف المخلوقات ہونے کا صحیح استحقاق حاصل ہو جائے الحمد للہ ایک مدت مریدہ اور زمانہ طویلہ سے علمائے کرام و فضلاء عظام ہر ملک اور ہر علاقہ میں اپنے فرائض منصبی سے بحسن و خوبی عہدہ برآہوتے آرہے ہیں، (جزا ہم اللہ خیر الجزاء)۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہم اصغر و اخلاق جو ان اکابر و اسلاف کے علوم و فنون کے خوشہ چیں و متبعین ہیں ان محسنین علم و مجاہدین قلم کے احوال و اقوال، امتیازات و خدمات کا صدق دل سے اعتراف کیا کرتے، ان بزرگوں کے تذکروں اور ان نیک بہادوں کے علمی کارناموں سے تک یکسر غافل اور

سرے سے جامل ہیں۔ خدا بھلا کرے ان تذکرہ نویسوں کا جنھوں نے نئی نسل میں احسان شناسی کا جذبہ بیدار کرنے کی خاطر اور ان کی ذہنی آبیاری و فکری بالیدگی کی غرض سے اہل علم و اصحاب کمال کے تذکرے ضبط تحریر کیے گئے۔ چنانچہ زحمتہ الخواطر مولفہ مولانا سید شاہ عبداللہ حسینی لکھنوی تذکرہ علمائے ہند از مولانا مولوی رحمن علی وغیرہ چیدہ چیدہ گراں قدر تصنیفات و تالیفات علمائے کرام کے تذکروں سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصفہ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔ مگر انتہائی حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مذکورہ بالا تمام تذکروں میں صرف شمالی ہند ہی کے حضرات علمائے کرام کے مفصل حالات زینت قرطاس کیے گئے ہیں، جنوبی ہند کے اہل علم و اصحاب فضل کے کارناموں کو یا تو نسیا نسیا کر دیا گیا یا برائے نام ذکر پر قناعت کر لیا گیا، اس غیر ذمہ دارانہ روش کا سبب جنوبی ہند سے بے خبری ہے یا خونے مصلحت اندیشی ہے خدا ہی بہتر جانے۔ ہم تو صرف حسن ظن سے کام لیتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ معتبر و مستند تاریخیں اس امر واقعہ پر شاہد عدل ہیں کہ ہندوستان میں اسلام کی نورانی کرنیں سب سے پہلے جنوب بعید کے علاقوں مثلاً ملیبار اور تمل ناڈو کے ان شہروں سے پھولیں جو بحر عرب کے ساحل پر واقع ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے قدم میمنت سے یہ تمام آبادیاں بقیعہ نورین بن گئی تھیں، جس کے نتیجہ میں علم و عرفان کا وافر حصہ باشندگان جنوبی ہند کے حصہ میں آیا، یہاں جمید علماء و فضلاء اہل دل علماء و صوفیا اور باکمال مصنفین و مولفین پیدا ہوئے تاہم وقت کی یہ انتہائی ستم ظریفی ہے کہ ان سابقین اولین کے کارہائے نمایاں پر امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ غفلت کا غبار اور جہالت کا دیز پردہ پڑ گیا، کسی صاحب قلم نے ان پردوں کو چاک کرنے اور گرد و غبار کو جھاڑنے کا محققہ جدوجہد نہیں کی۔ شعرا و ادباء کے گنے چنے چند ایک تذکروں کے قطع نظر خالص علمی نوعیت کی تاریخیں اور علماء و فضلاء کے مفصل تذکروں سے میدان تحقیق دور دور تک خالی نظر آتا ہے۔ مولانا مہدی واصف کی تالیف "حدیقۃ احرام" اور نواب عزیز جنگ بہادر کی "تاریخ النوائظ" قابل قدر و لائق داد و تحسین کاوش و کوشش تو ضرور ہے مگر ان کی تاریخی وسعتیں اور تحقیقی دائرے مقصود محدود ہیں۔

خدا خوش رکھے جناب علیم صبا نویدی کو کہ انھوں نے اپنے دوش نازک و ناتواں کار پر اس کار گراں بار کو نہ صرف اٹھایا بلکہ اپنی اولوالعزبی اور سخت جانی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اس امانت کو دیانت کی منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ یہ بات اور ہے کہ اس راہ دشوار و پر خار میں

کسی کسی موڑ پر ان کے پائے تحقیق لغزش آشنا ہوئے اور کہیں کہیں ان کے قدم ہولہان بھی ہو گئے۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے جس کلام کا بیڑا اٹھایا وہ کوئی معمولی کلام نہیں جان جو کھم میں ڈلنے کا کلام تھا، عربی اور فارسی کے ماہرین تحقیق و تفتیح کی جس جدت و شدت سے جی چرا کر گوشہ عافیت میں سرچھپائے ہوں ویسے سخت مراحل سے مردانہ وار گزر کر اپنے اسلاف و اکابر اور اپنے اصحاب و اصغر علمی کمالات و خدمات کو وسعت قلبی اور لعمق نظری کے ساتھ اجاگر کرنا جوئے شیر لانے کا مترادف ہے۔ جناب علیم صبانویدی اردو کے منفرد و مقبول، اعلیٰ درجے کے شاعر و افسانہ نگار ہی نہیں بلکہ آپ کا شمار علم و ادب کے مایہ ناز محققوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے قبل ازیں علامہ باقر آگاہ و یلوری اور حضرت بحر العلوم مدرسی پر گراں قدر کتابیں لکھ کر اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ اسی خوش گوار تجربے کا رپس منظر کی وجہ سے آپ نے اپنی زیر نظر تالیف ”تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء“ کو سلیقہ مندی و شائستگی کے رنگ و روغن سے مزین و معطر کر دیا ہے، شاد و نادر ہی ایسا موقعہ آیا ہے جہاں آپ کا رخش قلم بے قابو پھر گیا ہو۔ بہر کیف آپ نے اس معرکہ آرا بے بہا تالیف میں علاقہ تمل ناڈو کے ان تمام علماء (اہل علم) کا ذکر خیر کیا ہے جو کسی نہ کسی سطح پر صاحب تصنیف کہلائے ہیں، چاہے ان کی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہوں یا مخطوطات و مسودات کی صورت میں سرکاری، نیم سرکاری یا نجی کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہوں اور ایک خاص بات اس کتاب کی یہ بھی ہے کہ اس میں علیم صاحب نے بلا امتیاز مذہب و مسلک تمام اہل علم و اصحاب قلم کو اپنی تحقیق میں جگہ دی ہے، یہ ایک عجیب و انوکھی بات ہے۔

آخر میں راقم موصوف کی اس سعی بلیغ کو قبولیت عام اور شہرت دوام حاصل ہونے کی نیک تمنا کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں بصمیم قلب دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اس کار خیر کو شرف رضا و قبول سے نوازے۔ آمین و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

* مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی

پروفیسر، صدر شعبہ اردو
ایس، ایس، یونیورسٹی آف سنسکرت
کالڈی، کیرالا

* نئے افق کی طرف

علیم صبانویدی کی ادبی زندگی عجائبات کی آمیزش کا کارخانہ معلوم ہوتی ہے آپ کی شاعری میں غنچوں کی سی کیفیت اور شگفتگی، تعمیر حقیقت اور خواب پریشاں کی عکس ریزی قابل دید ہے۔ آپ نے حالات کے نشیب و فراز سے گذر کر زندگی کو ایک ایسا رخ دیا ہے جو انسان کو صبر و شکر سکھاتا ہے۔ آپ نے جس طرز کو اپنایا ہے اس میں تحریک و عمل کی پاکیزہ روشنی ہے۔ آپ نے ذہن کے شیش محل میں نورانی تصورات اور خیالات کی سمعیں روشن کر کے زندگی کو تنوع دیا ہے اور قوس قزح کا سماں پیدا کیا ہے جس پر قاری کی نظریں بھر کر آسودہ ہو جاتی ہیں۔ آپ کی شاعری کا نقطہ آغاز غزل ہے جس کی پست میں آپ نے مختلف تجربے (مثلاً آزاد غزل اور نثری غزل) کئے ل ہیں۔ آپ کے ہاں روایتی انداز بھی ہے اور اس سے فرار بھی۔۔۔ آپ کے ہاں بظاہر حسن کا ناز ہے اور نہ عشق کا نیاز مگر داخلی طور پر دونوں کیفیات کی جھلک ضرور ہے بہ الفاظ دیگر ان کے کلام میں ایک طرح کی دھوپ چھاؤں کی سی کیفیت ہے اور اس دھوپ چھاؤں میں ایک نیارنگ، نیا روپ بلکہ انوکھا بوجہ اور شگفتہ اسلوب ہے۔ بالخصوص آپ کی نعتیہ شاعری (نعتیہ سانسیت) کئی معتبر، متبرک ذہنوں کو چھو کر معراج کمال تک پہنچ چکی ہے۔ سانسیت کی پست میں نعت و سلام کہنے کا شرف سب سے پہلے تاریخ شعر و ادب میں آپ کو حاصل ہے۔ ہانسکو کی صنف میں آپ نے بہت ساری نعتیں لکھیں جس کا اعتراف پروفیسر کرامت علی کرامت نے بھی اپنے ایک مضمون میں کیا ہے۔

مسرت اس بات کی ہے کہ ہندو پاک کے معاصر ادیبوں، نقادوں اور جمید علماء نے آپ کی شعری اور نثری خدمات کا منصفانہ جائزہ لیا ہے اور آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

علیم صبانویدی کی نثر نگاری کی ابتداء بقول حضرت دانش فرازی اور حضرت راز امتیاز افسانہ نگاری سے ہوئی۔ ان کے افسانوی مجموعے ”روشنی کے بھنور“، ”شگاف

در شگاف " اور اجلی مسکراہٹ، دس دس سال کے وقفہ کے بعد منظر عام پر آتے رہے اور ان طویل وقفوں سے یہ گمان اغلب ہے کہ موصوف کا مزاج افسانہ نگاری سے لگا نہیں کھاسکا مگر گذشتہ پانچ برس کی مدت میں آپ کا غیر معمولی ذہن خاموش نہ رہ سکا لہذا آپ نے تحقیق و جستجو اور چھان بین سے اپنا رشتہ جوڑا۔ مولانا باقر آگاہ دیلوری، "جنوب کا شعر و ادب" اور "حضرت العلام مولانا عبدالعلی بحر العلوم فرنگی محلی" جیسی معرکہ آراء تحقیقی نوعیت کی کتابیں پیش کر کے تشنگان علم و ادب کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔ آپ کی زیر نظر کتاب "تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء" آپ کی تحقیقی ہنرمندی کی ایک اور اہم کڑی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

"تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء" میں چند ایسے گہرے آبدار ہیں جو تاریخ ادب اردو میں پہلی مرتبہ پیش ہوئے ہیں۔ علیم صبانے گویا یہ کتاب پیش کر کے مدت مدید سے گمنامی کے پردے میں روپوش فن پاروں کو دریافت کیا ہے۔ آپ واقعی قابل مبارکباد ہیں کہ آپ نے ماضی کے مقدس اجالوں کو تلاش کیا اور ان سے اہل علم کو بصیرت اندوزی کا موقع عطا کیا۔ الفاظ دیگر اس گلشن سدا بہار میں کھلے فنی بصیرت اور علمی دیانت کے گہرائے رنگارنگ سے چشم جذبہ و فکر لطف اندوز ہو رہی ہے۔ ایک اور اہم وصف جس سے علیم صبانویدی متصف ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں کہیں بھی ملکی کی عصبیت یا مذہبی فرقہ واریت کا شائبہ نہیں ملتا۔ تعجب اس بات کا ہے کہ آپ نے تمل ناڈو کے علمی و ادبی جزیرے میں بیٹھ کر اپنے طور پر نہ صرف شعری دنیا میں نئی راہیں، نئی منزلیں تلاش کی ہیں بلکہ اصناف ادب کے نئے نئے افق تک بھی رسائی حاصل کرنے کی سعی کی ہے۔

پیش نظر کتاب کی افادیت اور اہمیت اس لئے بھی مسلم ہے کہ علیم صبانویدی نے اس کتاب میں تمل زبان بولنے والے مسلم ادیبوں کی دینی خدمات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ دراصل یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے جس سے آج کا قاری اور آنے والے دور کے احباب ضرور فیض یاب ہوں گے۔ بقول مولانا مولوی شیخ التفسیر ابوالسعید سید شاہ عبدالجبار قادری باقوی مدظلہ علیم صبانویدی نے علماء کے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اس موضوع پر عربی مدارس کے احباب کو کام کرنا چاہئے تھا۔ لیکن رب العزت کی عجیب مصلحت ہے کہ یہ کام علیم صبانویدی کے

ذریعہ پائیہ تکمیل کو پہنچا۔ موصوف نے بڑی محنت، لگن اور جستجو کے ساتھ علماء کی خدمات کا بڑے اچھے انداز میں خاکہ پیش کیا ہے۔
 علیم صبانویدی نے یہ اہم دینی، علمی و ادبی کارنامہ انجام دیکر نہ صرف ایک اور نئے افق اور اس کی متنوع سمتوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے بلکہ اپنی تصنیفی اور تحقیقی صلاحیتوں کو ایک اہم نول تاریخی دستاویز کی حیثیت دیدی ہے۔
 خدائے عزدوجل آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کی انتھک محنتوں کو نور علی نور بنا دے۔

آمین

★ ★ ★

فہرست

نام	سنہ پیدائش	سنہ وفات
۱ شاہ سلطان ثانی	۱۶۰۹-۵۱۰۱۸	۱۶۸۵-۵۱۰۹۷
۲ شاہ عالم شغلی ترچا پوری	۱۶۲۰-۵۱۰۳۰	۱۷۰۲-۵۱۱۱۳
۳ مولانا پاشا صدقت اللہ	۱۶۳۲-۵۱۰۳۲	۱۷۰۳-۵۱۱۱۵
۴ شیخ علی آلپ پلاور	— — —	۱۶۴۹-۵۱۰۶۰
۵ عمر پلاور	۱۶۴۲-۵۱۰۵۲	۱۷۰۳-۵۱۱۱۵
۶ حافظ سید محمد فزائی ویلوری	۱۶۸۵-۵۱۰۹۷	۱۷۴۱-۵۱۱۴۴
۷ شیخ محمد مخدوم عبدالحق ساوی	— — —	۱۷۵۱-۵۱۱۶۵
۸ لالہ جسونت رائے نشی	— — —	— — —
۹ میر مرتضیٰ مرزوی	۱۶۹۵-۵۱۱۰۹	۱۷۵۹-۵۱۱۷۳
۱۰ محمد قاسم پلاور	— — —	۱۷۶۳-۵۱۱۷۷
۱۱ قاضی نظام الدین احمد صغیر	۱۷۰۱-۵۱۱۱۳	۱۷۷۵-۵۱۱۸۹
۱۲ مولانا سید شاہ ابوالحسن قرنی	۱۷۰۶-۵۱۱۱۸	۱۷۶۸-۵۱۱۸۲
۱۳ مولوی حسن علی نقش بندی آہ	— — —	— — —
۱۴ مولوی امین الدین احمد خان بہادر	۱۷۱۴-۵۱۱۲۶	۱۷۸۰-۵۱۱۹۵
۱۵ مولوی میر اسماعیل خان ابجدی	۱۷۱۵-۵۱۱۲۸	۱۷۸۸-۵۱۲۰۳
۱۶ شاہ عثمان خان سردور	۱۷۱۶-۵۱۱۲۹	۱۷۷۶-۵۱۱۹۰
۱۷ شاہ تراب علی تراب گنج الاسرار ترناہلی	۱۷۱۷-۵۱۱۳۰	— — —
۱۸ مولوی محمد محفوظ خان	۱۷۲۸-۵۱۱۴۱	۱۷۷۹-۵۱۱۹۳
۱۹ علیم اللہ شاہ قادری	— — —	۱۷۹۲-۵۱۲۰۷
۲۰ ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی	۱۷۲۹-۵۱۱۴۲	۱۸۱۰-۵۱۲۲۵
۲۱ مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان فزوی سیلا پوری	۱۷۳۰-۵۱۱۴۳	۱۷۸۹-۵۱۲۰۳
۲۲ مولانا سید امیر الدین علی	— — —	۱۷۹۳-۵۱۲۰۸
۲۳ مولوی ندیم اللہ خان ندیم	۱۷۳۵-۵۱۱۴۸	۱۷۶۶-۵۱۱۸۰

47	۱۸۸۰-۵۱۱۹۳	۱۸۳۸-۵۱۱۵۱
48	۱۸۰۵-۵۱۲۲۰	۱۸۳۵-۵۱۱۵۸
53	۱۸۰۸-۵۱۲۲۳	۱۸۳۵-۵۱۱۵۸
54	۱۸۱۰-۵۱۲۲۵	— — —
55	۱۸۰۱-۵۱۲۱۶	۱۸۳۸-۵۱۱۶۲
56	۱۸۲۲-۵۱۲۳۸	۱۸۵۲-۵۱۱۶۶
57	۱۸۱۳-۵۱۲۲۹	۱۸۵۹-۵۱۱۶۳
58	۱۸۱۹-۵۱۲۳۵	۱۸۶۰-۵۱۱۶۳
59	۱۸۲۵-۵۱۲۴۱	۱۸۶۳-۵۱۱۶۶
60	۱۸۳۲-۵۱۲۴۸	۱۸۶۶-۵۱۱۸۰
61	۱۸۲۲-۵۱۲۴۰	۱۸۶۶-۵۱۱۸۱
62	— — —	۱۸۶۰-۵۱۱۸۲
63	۱۸۲۲-۵۱۲۴۰	— — —
	۱۸۲۶-۵۱۲۴۳	۱۸۶۲-۵۱۱۸۶
64	۱۸۲۶-۵۱۲۴۳	۱۸۶۶-۵۱۱۹۰
65	— — —	۱۸۶۶-۵۱۱۹۱
	۱۸۲۶-۵۱۲۴۳	— — —
66	۱۸۵۳-۵۱۲۶۰	۱۸۸۳-۵۱۱۹۸
67	۱۸۳۵-۵۱۲۵۱	۱۸۸۳-۵۱۱۹۸
68	۱۸۰۱-۵۱۲۱۶	۱۸۸۳-۵۱۱۹۸
69	۱۸۵۵-۵۱۲۶۲	۱۸۸۳-۵۱۱۹۸
	۱۸۲۶-۵۱۲۴۳	۱۸۸۳-۵۱۱۹۸
70	۱۸۶۳-۵۱۲۸۱	۱۸۸۳-۵۱۱۹۹
	۱۸۶۳-۵۱۲۸۱	۱۸۸۳-۵۱۱۹۹
71	۱۸۱۸-۵۱۲۳۳	۱۸۸۵-۵۱۲۰۰
72	۱۸۱۸-۵۱۲۳۳	۱۸۸۵-۵۱۲۰۰
	۱۸۱۸-۵۱۲۳۳	۱۸۸۵-۵۱۲۰۰
73	— — —	— — —

۲۳ مولانا مولوی عبداللطیف ذوقی ویلوری

۲۵ علامہ محمد باقر آگاہ نانٹی ویلوری

۲۶ محمد میر جواد پلاور

۲۷ سید محمد خوش آرقانی

۲۸ خوشی چنگل پٹی مدراسی

۲۹ عمرولی القادری

۳۰ مولوی محمد خوش شرف الملک بہادر

۳۱ مولوی غلام محی الدین معجز

۳۲ مولانا مولوی مرزا علی بخت اظفری

۳۳ لالہ مکھن لال بہادر خرد

۳۴ حکیم غلام علی موسیٰ رضا خان رائق

۳۵ نواب عزیز الدین خان مستقیم جنگ نامی

۳۶ مولانا مولوی محمد اسحاق

۳۷ مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسن قادری محوی ویلوری

۳۸ سید برہان الدین بانڈی

۳۹ مولوی سید ابو سعید والا

۴۰ مولانا شیخ آدم

۴۱ مولوی تراب علی نامی

۴۲ مولوی قاضی ارتضا علی خان خوشنود

۴۳ مولانا مولوی حافظ شیخ عبدالقادر

۴۴ محمد علی حسین ماجد

۴۵ مولانا مولوی محمد سعید اسلمی

۴۶ مولوی صفی الدین ناصر

۴۷ مولوی قدرت اللہ خان

۴۸ مولوی میر حیات بیوری

۴۹ مولوی قاضی مصطفیٰ علی خان خوشدل

۵۰ قاضی محمد اسلم خان شایاں

۵۱ مولوی غلام عبدالقادر ناظر

۵۲ حضرت سید محمود بنگرامی

74	۱۸۴۲-۵۱۲۵۸	۱۷۸۷-۵۱۲۰۲	۵۳ مولوی محمد حسین علی مایلی حسین
	۱۸۵۳-۵۱۲۶۹	۱۷۸۸-۵۱۲۰۳	۵۴ میر مبارک اللہ خان راغب
75	۱۸۴۳-۵۱۲۴۹	۱۷۸۸-۵۱۲۰۳	۵۵ مولانا غلام محی الدین شائق
76	۱۸۵۰-۵۱۲۶۷	۱۷۹۰-۵۱۲۰۵	۵۶ مولانا عبداللہ بخشش الملک
	۱۸۵۰-۵۱۲۶۷	— — —	۵۷ مولانا عبداللہ نانٹلی
77	۱۸۲۹-۵۱۲۳۵	۱۷۹۲-۵۱۲۰۷	۵۸ سلطان عبدالقادر گنڈی مستان
78	۱۸۷۲-۵۱۲۸۹	۱۷۹۲-۵۱۲۰۷	۵۹ مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی
80	۱۲۵۳-۵۱۲۷۱	۱۷۹۲-۵۱۲۰۷	۶۰ خان عالم خان فاروق بہادر
81	— — —	۱۷۹۳-۵۱۲۰۸	۶۱ مولانا حاجی عبدالوہاب نانٹلی
	— — —	۱۷۹۳-۵۱۲۰۹	۶۲ مولوی بخشش شمس الدین احمد
82	۱۸۶۳-۵۱۲۸۰	۱۷۹۶-۵۱۲۱۱	۶۳ امام العلماء قاضی بدرالدولہ
87	۱۸۶۰-۵۱۲۷۷	۱۷۹۸-۵۱۲۱۳	۶۴ سید محمد حسین تھنا تھنا پاتوری
88	۱۸۵۳-۵۱۲۷۱	۱۷۹۹-۵۱۲۱۳	۶۵ مفتی محمد تاج الدین خان بھت
	۱۸۵۷-۵۱۲۷۴	— — —	۶۶ قاضی مفتی سید تاج الدین تاج
89	۱۸۷۳-۵۱۲۹۱	۱۸۰۰-۵۱۲۱۵	۶۷ بخشش غلام احمد احمدی
90	۱۸۷۳-۵۱۲۹۰	۱۸۰۲-۵۱۲۱۷	۶۸ مولوی محمد مہدی واصف
93	۱۸۷۵-۵۱۲۹۲	۱۸۰۲-۵۱۲۱۷	۶۹ مولوی سید محمد حبیب اللہ
94	۱۸۵۱-۵۱۲۶۸	۱۸۰۳-۵۱۲۱۸	۷۰ افضل الشراء شیخ عبدالقادر نینابلی
	۱۸۵۲-۵۱۲۶۹	۱۸۰۴-۵۱۲۱۹	۷۱ مولوی رحنا حسین خان بہادر ویلوری
85	— — —	۱۸۰۴-۵۱۲۱۹	۷۲ مولانا رحنا حسین نانٹلی افسر
	۱۸۷۶-۵۱۲۹۳	۱۸۰۶-۵۱۲۲۱	۷۳ مولوی غلام قادر
96	۱۸۶۸-۵۱۲۰۳	۱۸۱۷-۵۱۲۳۳	۷۴ مولوی محمد حسین شیریں سخن راقم
97	— — —	۱۸۱۷-۵۱۲۳۳	۷۵ بخشش قادر حسین جوہر
	۱۸۸۲-۵۱۳۰۰	۱۸۱۸-۵۱۲۳۴	۷۶ مولانا عبدالحی واعظ احقر بنگلوری
100	۱۸۹۶-۵۱۳۱۳	— — —	۷۷ شاہ عبدالقادر علی قادری صوفی

101	۱۹۰۰-۵۱۳۱۸	۱۸۲۲-۵۱۲۳۸	۷۸ حاجی سید محمد خوش
	۱۸۵۵-۵۱۲۷۲	۱۸۲۲-۵۱۲۳۹	۷۹ نواب غلام خوش خان بہادر
103	— — —	۱۸۲۲-۵۱۲۴۰	۸۰ مولانا سید شہاب الدین شہاب ویلوری
104	— — —	— — —	۸۱ مولانا سید احمد مشتاق
	۱۸۷۵-۵۱۲۹۱	۱۸۲۸-۵۱۲۴۲	۸۲ مولانا حبیب اللہ ذکا
106	۱۹۲۶-۵۱۳۳۵	۱۸۲۲-۵۱۲۵۰	۸۳ مولانا محمد قدرت طیم
107	۱۹۰۸-۵۱۳۲۶	۱۸۳۵-۵۱۲۵۱	۸۴ مولانا مولوی سید شاہ عبدالغفار مسکین
108	۱۸۸۸-۵۱۳۰۶	۱۸۲۲-۵۱۲۵۹	۸۵ مولوی عبدالغنی خان امیر
	۱۹۰۹-۵۱۳۲۷	— — —	۸۶ مولوی عبدالصمد خان ماہر
109	— — —	۱۸۵۰-۵۱۲۶۷	۸۷ مولوی محمد اعظم گھٹالہ بہادر ہوش
	۱۹۱۵-۵۱۳۳۳	۱۸۵۲-۵۱۲۶۹	۸۸ مولوی شاہ عبدالقادر فخر ویلوری
110	۱۹۲۷-۵۱۳۳۶	۱۸۵۳-۵۱۲۷۰	۸۹ شمس العلماء مولوی قاضی سعید اللہ
112	۱۹۳۳-۵۱۳۵۲	۱۸۵۳-۵۱۲۷۱	۹۰ قاضی محمد عبداللہ حسین خلیل
	— — —	۱۸۵۵-۵۱۲۷۲	۹۱ شمس العلماء مولوی عبدالعزیز جنگ
114	۱۹۱۸-۵۱۳۳۶	۱۸۵۷-۵۱۲۷۳	۹۲ مولوی حکیم محی الدین حسین چیدا نور
	۱۹۳۰-۵۱۳۵۹	۱۸۶۰-۵۱۲۷۷	۹۳ مولوی تجمل حسین خان ایمان گوپاموی
116	۱۹۲۶-۵۱۳۶۵	۱۸۶۳-۵۱۲۸۱	۹۴ مولانا عبدالقدوس ضو ویلوری
	۱۹۲۳-۵۱۳۳۱	۱۸۶۵-۵۱۲۸۲	۹۵ محمد عبدالقادر شاکر و انبیاڑی
118	۱۹۲۶-۵۱۳۳۵	۱۸۶۵-۵۱۲۸۲	۹۶ نواب عبدالروف خان بہادر پرتو
119	۱۹۳۳-۵۱۳۵۳	۱۸۶۹-۵۱۲۸۶	۹۷ علامہ شاہ عبدالجبار صاحب قادری
120	۱۹۳۵-۵۱۳۶۵	۱۸۷۰-۵۱۲۸۷	۹۸ ابراہیم عبدالقادر
	— — —	— — —	۹۹ مولانا سید خواجہ معین الدین چشتی
121	۱۹۳۲-۵۱۳۶۱	۱۸۷۱-۵۱۲۸۸	۱۰۰ نواب محمد منور خان گوہر
	۱۹۳۲-۵۱۳۶۱	— — —	۱۰۱ مولانا مولوی عبدالصمد علی
122	۱۹۳۲-۵۱۳۶۱	— — —	۱۰۲ اخطیب محمد اعظم سفیر پنجپوری
	۱۹۳۷-۵۱۳۵۶	۱۸۷۳-۵۱۲۹۰	۱۰۳ مولانا محمد عبدالحمید پنکٹوری

123	۱۹۵۵-۵۱۳۴۴	۱۸۷۶-۵۱۲۹۳	۱۰۳ علامہ عبدالحمد باقوی
125	۱۹۳۳-۵۱۳۸۲	۱۸۷۷-۵۱۲۹۳	۱۰۵ شمس العلماء نواب عبدالرحمن خان شاطر
126	— — —	— — —	۱۰۶ پیش امام مولوی الحاج عبدالرحیم
127	۱۹۵۳-۵۱۳۷۸	۱۸۸۰-۵۱۲۹۸	۱۰۷ مولانا نصر الدین بیٹو
	۱۹۵۹-۵۱۳۷۹	۱۸۸۳-۵۱۳۰۱	۱۰۸ مولانا مولوی ابوبکر نظمی
128	۱۹۶۸-۵۱۳۸۸	۱۸۸۵-۵۱۳۰۳	۱۰۹ مولوی عباس علی عباس
130	۱۹۷۱-۵۱۳۹۱	۱۸۸۶-۵۱۳۰۴	۱۱۰ مولانا مفتی حبیب اللہ ندوی باقوی
	۱۹۵۹-۵۱۳۷۹	۱۸۹۰-۵۱۳۰۸	۱۱۱ فضل العلماء حکم قادر احمد
132	۱۹۷۷-۵۱۳۹۸	۱۸۹۲-۵۱۳۱۰	۱۱۲ مولانا مولوی قاضی محمد حبیب اللہ
134	۱۹۶۶-۵۱۳۸۶	۱۸۹۳-۵۱۳۱۱	۱۱۳ مولوی ضیاء الدین امانی پٹی گندوی
136	۱۹۵۸-۵۱۳۷۷	۱۸۹۴-۵۱۳۱۲	۱۱۴ فضل العلماء مولانا ڈاکٹر عبدالحق
138	۱۹۸۵-۵۱۳۰۶	۱۸۹۸-۵۱۳۱۶	۱۱۵ ایس۔ ایس۔ محمد عبدالقادر باقوی
140	— — —	۱۹۰۲-۵۱۳۲۰	۱۱۶ فضل العلماء سید عبدالوہاب بخاری
142	۱۹۷۲-۵۱۳۹۲	۱۹۰۵-۵۱۳۲۳	۱۱۷ ڈاکٹر سید محمد فضل اللہ
	۱۹۷۵-۵۱۳۹۵	— — —	۱۱۸ مولانا مولوی محمد ابراہیم باقوی
143	۱۹۹۵-۵۱۳۱۶	۱۹۰۶-۵۱۳۲۴	۱۱۹ مولانا عبدالسلام کمالی ویلوری
144	۱۹۷۷-۵۱۳۹۸	۱۹۰۸-۵۱۳۲۶	۱۲۰ مولوی نثار علی نثارنگری
146	۱۹۶۶-۵۱۳۸۶	۱۹۱۲-۵۱۳۳۱	۱۲۱ مولانا رحیم احمد فاروقی
148	۱۹۶۳-۵۱۳۸۳	۱۹۱۶-۵۱۳۳۵	۱۲۲ مولانا حبیب خان سرودش داؤدی
149	۱۹۹۰-۵۱۳۱۱	— — —	۱۲۳ فضل العلماء محمد یوسف کوکن
151	— — —	۱۹۱۹-۵۱۳۳۸	۱۲۴ مولانا مولوی کمال الدین
	۱۹۷۸-۵۱۳۹۹	۱۹۲۰-۵۱۳۳۹	۱۲۵ فضل العلماء سید عظمت اللہ سردی
153	بقید حیات	۱۹۲۵-۵۱۳۳۴	۱۲۶ مولوی حکیم عبدالوہاب ظہوری عمری
154	بقید حیات	۱۹۲۶-۵۱۳۳۵	۱۲۷ مولانا جعفر حسین قنوی صدیقی
	بقید حیات	۱۹۲۶-۵۱۳۳۵	۱۲۸ مولانا حامد الباقوی

155	۱۹۸۹-۵۱۳۱۰	۱۹۲۶-۵۱۳۴۶	۱۲۹ مولانا راجی صدیقی
156	بقید حیات -	۱۹۲۶-۵۱۳۴۶	۱۳۰ علامہ سید شاہ عبدالجبار باقوی
159	بقید حیات -	۱۹۳۰-۵۱۳۴۹	۱۳۱ افضل العلماء ڈاکٹر سید شعیب عالم
160	بقید حیات -	۱۹۳۴-۵۱۳۵۳	۱۳۲ مولانا ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی
	بقید حیات -	۱۹۳۸-۵۱۳۵۶	۱۳۳ مولوی سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری
161	بقید حیات -	---	۱۳۴ مولانا مولوی خلیفہ عبدالحمید باقوی
162	بقید حیات -	۱۹۴۰-۵۱۳۵۹	۱۳۵ مولانا اشرف سعودی باقوی
	بقید حیات -	۱۹۴۵-۵۱۳۶۵	۱۳۶ مولوی یعقوب اسلم عمری
164	بقید حیات -	۱۹۲۶-۵۱۳۴۵	۱۳۷ مولوی حافظ عبدالرزاق حافظ باقوی
165	۱۹۴۹-۵۱۳۶۹	---	۱۳۸ شیخ بھٹی پلاور
	بقید حیات -	۱۹۴۹-۵۱۳۶۹	۱۳۹ مولوی ظہیر احمد راہی فدائی باقوی
167	بقید حیات -	۱۹۵۳-۵۱۳۶۳	۱۴۰ مولانا مولوی بشیر الحق قریشی
168	بقید حیات -	۱۹۵۶-۵۱۳۶۶	۱۴۱ مولوی سید شاہ عثمان پاشا قادری
169	بقید حیات -	۱۹۵۶-۵۱۳۶۶	۱۴۲ مولانا مولوی سید محمد ابراہیم باقوی
170	بقید حیات -	۱۹۶۸-۵۱۳۸۸	۱۴۳ مولانا ابوالحسن محمد رمضان قادری
			۱۴۴ مولانا شاہ محمد
171	---	---	۱۴۵ مولانا نادر ویلوری
172	۵۱۳۶۰	---	۱۴۶ پیمپنی ابراہیم پلاور
	---	---	۱۴۷ شیخ عبدالقادر لہجے نینار
	---	۱۸۰۵-۵۱۳۲۰	۱۴۸ رتن لال مست
173	۱۹۶۶-۵۱۳۸۶	۱۸۹۹-۵۱۳۱۷	۱۴۹ علامہ غصنفر حسین شاکر ناطلی
175	۱۹۵۸-۵۱۳۶۶	۱۹۰۸-۵۱۳۲۶	۱۵۰ مولوی محمد صادق
176	بقید حیات -	۱۹۲۴-۵۱۳۴۳	۱۵۱ مولوی حمزہ حسین
177	بقید حیات -	۱۹۲۴-۵۱۳۴۳	۱۵۲ مولوی علی فطرت
178	---	---	۱۵۳ مولانا غلام محمد مہدی خان
	بقید حیات	۱۹۲۶-۵۱۳۴۶	۱۵۴ علامہ آمر کلپی شاہ

پست نوشت

۵۳۶۵۹

۱۔ شاہ سلطان ثانی

آپ بمقام آرکٹھ ۱۰۱۸ھ مطابق 1609ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید فخرالدین سلطان حسینی تھے اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت بندہ نواز گیسو دراز (گلبرگہ) سے ملتا ہے آپ مولانا حبیب اللہ بیجاپوری (المتوفی ۱۰۴۱ھ مطابق 1631ء) قاضی محمد کلیانی (1) اور شیخ حسن نجفی (2) کے ہم عصر اور اپنے دور کے عظیم المرتبت عالم اور مایہ ناز صوفی شاعر تھے۔ شہر آرکٹھ میں آپ کے معتقدوں اور مریدوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہے۔ آپ کے مریدوں میں شاہ عالم شغلی اور مرتضیٰ گیانی (3) مشہور صاحب تصنیف گذرے ہیں۔ حاجی سید عبدالوہاب شطاری نے "جنوبی ہند کے مشائخین" میں لکھا ہے کہ جنوبی ہند میں حضرت شاہ سلطان ثانی کا مزار مبارک سے آج بھی آرکٹھ اور اس کے قرب و جوار کے لوگ فیض روحانی حاصل کر رہے ہیں۔

شاہ سلطان ثانی دبستان دکن کے ایک قادر الکلام غزل گو شاعر تھے ان کا ضخیم دیوان تقریباً تین ہزار پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

ڈاکٹر محمد علی اثر نے اپنی کتاب "دکنی غزل کی نشوونما" میں مختلف کتب خانوں میں محفوظ "دیوان سلطان" کے بارہ قلمی نسخوں کی نشاندہی کی ہے (4)

چند سال قبل ڈاکٹر رضیہ صدیقی نے جامعہ عثمانیہ سے "دیوان سلطان کی تدوین" کے موضوع پر مقالہ تحریر کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے۔ شاہ سلطان ایک صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ دیوان کے علاوہ انھوں نے دو نثری تصانیف "در الاسرار" اور "زنجیرہ" اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

آپ نے ۱۰۹۷ھ مطابق 1685ء میں وصال فرمایا اور آرکٹھ میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۔ شاہ عالم شغلی ترجمنا پلوی

آپ ۱۰۳۰ھ مطابق 1620ء میں بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم مقامی عربی مدارس میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم و تربیت سید شاہ نعمت اللہ یادری کی سرپرستی میں ہوئی اور آگے چل کر انھیں سے بیعت ہوئے۔ عادل شاہی سلطنت (۱۰۱۸ھ تا ۱۰۹۷ھ مطابق 1609ء تا 1685ء) کی تباہی کے بعد مدراس آئے اور یہاں کے عالم بے نظیر شاہ سلطان ثانی مصنف

"دارالاسرار" اور "زنجیرہ" سے نہ صرف فیض یاب ہوئے بلکہ ان سے فرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ غالباً اپنے مرشد کی ہدایت پر نظہر نگر گئے اور وہیں رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رکھا۔ آپ ایک جمید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی شاعر بھی تھے دکن کے معروف شعرا صادق آر کاٹی، عبد القادر ناظر نے آپ کی شاعری کی تعریف کی ہے۔ مولانا باقر آگاہ دیوری نے اپنی مثنوی "گلزار عشق" کے دیباچے میں آپ کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۲ / صفر ۱۱۱۲ھ مطابق 1702ء کو ۸۳ سال کی عمر میں بمقام نظہر نگر (ترچناپلی) میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ شاہ صادق آر کاٹی نے "غاب قطب" سے شغلی کی تاریخ و لغات نکالی ہے۔

گفت شاہ صادق از روے عقیدت مصرعے

تا کہ جوئی اندر میں "غاب قطب" تاریخ وصل (5)

ڈاکٹر محمد علی اثر نے اپنے ایک تحقیقی مضمون "شاہ عالم شغلی ترچناپلی" میں شغلی کی

درج ذیل منظومات کی نشاندہی کی ہے۔ (6)

۱۔ دیوان شغلی ۲۔ مثنوی ہند نامہ ۳۔ نظم وحدت ۴۔ قصیدہ ۵۔ رباعی

۳۔ مولانا پاپا شیخ صدقت اللہ

آپ کے والد ماجد شیخ سلیمان ولی ۱۰۰۰ھ تا ۱۰۷۹ھ مطابق 1591ء تا 1668ء کیلاکرائی (Kilakarai) کے متوطن تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد مصر سے ہندوستان آئے تھے۔ آپ بمقام کامل پٹنم ۱۰۴۲ھ مطابق 1632ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا صدق نایینار بڑے ولی صفت انسان تھے اور حضرت شاہ الحمید ناگوری کے خاص الخاص مرید تھے۔ آپ تحصیل علم کے لیے ادھیرام پٹنم آئے اور وہاں حضرت مخدوم شیخ عبد القادر صدیقی جو (Chinnina) (Labbai Alim المستوفی ۱۰۷۹ھ مطابق 1660ء) کے نام سے مشہور تھے ان سے دینی علوم میں ملکہ حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد آپ اپنے استاد کے قائم کیے ہوئے مدرسہ (7) میں استاد مقرر ہوئے۔ کیلاکرائی کا ماحول جب لادینی اثرات اور غیر اسلامی رسومات کی طرف مائل ہو رہا تھا تو آپ نے یہاں کے ٹہل بولنے والے مسلمانوں کو دین کا صحیح راستہ دکھایا۔

ڈاکٹر شعیب عالم کا بیان ہے کہ آپ نے اسی اسلامی مشن کو لے کر سارے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور خوش قسمتی سے آپ نے جامع مسجد دہلی میں اورنگ زیب عالمگیر سے بھی ملاقات کی تھی۔ عالمگیر آپ کی علمی اور دینی خدمات سے بے حد متاثر ہوئے اور مدراس واپس آنے کے بعد بھی آپ کے اور عالمگیر کے درمیان بالالترزام مراسلت جاری رہی اور "فتاویٰ عالمگیری" کی ترتیب میں اورنگ زیب نے آپ کے مشوروں کو پسند فرمایا۔

آپ نے اسی اسلامی مشن کے تحت مکہ اور مدینہ میں دو سال قیام کیا۔ عرب ممالک سے واپسی کے بعد آپ نے بہت بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ بہت سارے ساحلی علاقوں میں مسجدیں تعمیر کیں اور عربی مدارس کی بنیاد رکھی۔

آپ جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے مشہور و معروف شاعر بھی تھے۔ آپ نے دو سطوری نظمیں بہت زیادہ تعداد میں لکھیں۔ آپ کی نظموں کے درج ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ وتریہ (Vithriya) ۲۔ یاخطبہ ۳۔ یاسیدی شیخی ۴۔ سبحانامولود

آپ کی ان شعری کتابوں کے علاوہ شافعی فقہ سے متعلق بھی دو نثری کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ۱۔ ہدیہ شریف ۲۔ معنی

آپ ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں واصل بحق ہوئے اور کیلاکرائی کی جامع مسجد میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے رشتہ داروں کا کہنا ہے کہ آپ کا خزار اورنگ زیب نے تعمیر کروایا تھا

۴۔ شیخ علی آلپ پلاور

آپ کا سلسلہ نسب حضرت کعب بن زہیر سے ملتا ہے۔ آپ کا اصلی نام شیخ علی تھا۔ آپ کے والد ماجد سید ابو بکر تردناولی (Tirunaveli) میں مسیح چمول (Melach Cheval) گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اسی گاؤں میں آپ پیدا ہوئے۔ دیسامانکم (Desa Manickam) گاؤں کے آشرم کے پنڈت سے تمل زبان سیکھی۔ قرآن شریف بچپن ہی میں اپنے والد بزرگوار کی سرپرستی میں ختم کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کائل پنٹنم گئے اور وہاں پہنچ کر آپ کا جذبہ عشق محمدی جب پروان پڑھا تو آپ نے تمل زبان میں ایک طویل قصیدہ جو ۴۳

ابیات پر مشتمل تھا بنام معراج مالئی (Meraj malai) لکھا اور وہاں کے قاضی سید محمد علاؤ الدین سے خوب داد حاصل کی۔ آپ کے نابینا مالدار دوست پاواڈے چٹیار (Pavade Chettiar) نے اس قصیدے کی بہت آزر کی اور انھوں نے اس قصیدے کو اپنے یار (Sivaligam Chettiar) کی توسط سے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ اس قصیدے کی اشاعت کے بعد خود (Sivalingam Chettiar) اپنے نام سے منسوب Chettiar محلے میں اس کتاب کی رسم اجراء کا انتظام بڑی شان و شوکت سے کیا۔

اس قصیدے کے علاوہ موصوف نے معراج سے متعلق بڑی بصیرت افروز نظمیں لکھی ہیں۔ یہ تمام نظمیں تمل زبان میں ہیں۔

روز و شب عبادت الہی میں مصروف رہنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اہل سنت و الجماعت کے عقائد اور خیالات کے حامی تھے۔ Chettiar کے سارے کنبے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔

آپ نے ۲۷ / رمضان ۱۰۶۰ھ مطابق 1649ء بروز جمعہ پالیم کونا کی مسجد میں بہ وقت نماز عصر بہ حالت سجدہ جان جان آفریں کے حوالے کر دی اور اسی مسجد کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے لکھے ہوئے مطبوعہ "معراج نامہ" کا نسخہ سینے پر رکھ کر دفن کیا گیا۔

۵۔ عمر پلاور

آپ کا خاندان عرب سے ہندوستان آیا تھا۔ آپ کے والد ماجد شیخ محمد علی عطر کے بیوپاری تھے۔ آپ ۹ / شعبان ۱۰۵۲ھ مطابق 1642ء میں ناگا پورم (ضلع تر و نلوپلی) میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد کی سرپرستی اور نگرانی میں عالم و فاضل ہوئے۔ تمل زبان و ادب کی کتابیں کاڈیگئی متو پلاور (Kadigai Muthu Pullavar) سے پڑھیں۔ تمل زبان کے مشہور محقق یم آریم عبدالرحیم کا بیباں ہے کہ آپ نے نخی Seetha Kathi کے ایما پر حضور اکرم کی سیرت پانچ ہزار دو سو اٹھائیس ابیات پر مشتمل طویل نظم بنام "سیرا پرانم" لکھی۔ اس طویل نظم کی تکمیل میں صدق اللہ اپا کے نیک مشوروں کے ساتھ ساتھ ان کے مرید محمود طبیبی

اور ابوالقاسم مریکار (محمود بندر) کی ہمت افزائی اور راہ بری شریک ہے (8)۔

ترسٹھ سال کی عمر میں ۱۳ / ربیع الاول ۱۱۱۵ھ مطابق 17 / جولائی 1703ء میں آپ دارفانی سے رحلت کر گئے بمقام Etaga Palam سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے انتقال کے دو سو سال بعد آپ کے مزار مبارک پر ایک یادواہندو نے ۱۳۴۰ھ مطابق 1921ء میں مقبرہ تعمیر کروایا (9)۔

۶۔ حافظ سید محمد فراقی و یلوری

حافظ سید محمد فراقی فرزند سید کریم محمد حسینی المتوفی ۱۰۹۷ھ تا ۱۱۰۵ھ، مطابق 1685ء تا 1693ء میں پیدا ہوئے (10) آپ کے دادا سید محمد قادری (المتوفی ۱۰۸۷ھ مطابق 1672ء) بیجاپور کے مشہور مدرس تھے۔ فراقی جنوب کا وہ خوش قسمت شاعر ہے جس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف میر حسن نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء میں کیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جاہلی نے بھی فراقی کو غزل گو شعراء کے زمرے میں رکھتے ہوئے "تاریخ ادب اردو جلد اول" میں ان کی غزلوں کے چند اشعار پیش کیے ہیں لیکن فراقی کو مکمل طور پر تلاش کرنے اور ان کی شخصیت اور فن کا تفصیلی جائزہ لینے کا سہرا ڈاکٹر محمد علی اثر کے سر جاتا ہے۔ جنہوں نے اپنے مضمون میں فراقی کے واقعات حیات پر روشنی ڈالی ہے اور اس کا شجرہ نسب بھی درج کیا ہے (11)۔

مثنوی "مرآت الحشر" کی زبان قدم دکنی ہے۔ بقول ڈاکٹر اثر یہ بھی درست ہے کہ فراقی نے فارسی کتاب "آخرت نامہ" کے غائر مطالعے کے بعد بہت ساری احادیث آیتوں سے استفادہ کیا ہے اور مثنوی "مرآت الحشر" کی تصنیف کی۔ فراقی کو زندہ رکھنے کے لیے ان کی یہ مثنوی اردو ادب میں ہمیشہ روشن نقوش چھوڑے گی۔

فراقی نے ۹ / شوال ۱۱۴۴ھ مطابق 1731ء کو بمقام ویلور رحلت پائی اور ان کی تدفین بیجاپور میں ان کے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔

۷۔ شیخ محمد مخدوم عبدالحق ساوی و سنگیر

آپ سلاطین بیجاپور کے چشم و چراغ تھے (12)۔ آپ کے جد اعلیٰ بمقام "ساوا" ترکی سے ہندوستان تشریف فرما ہوئے تھے اس نسبت سے آپ کا اسم گرامی شیخ ساوی مشہور ہوا۔ مولف ^{یہ} ^{ہندوستان} ^{میں} ^{آپ} ^{نے} ^{لکھا} ^{ہے} ^{کہ} ^{آپ} ^{کے} ^{بزرگ} ^{ترکستان} ^{سے} ^{مدراس} ^{آکر} ^{قصبہ} ^{میلاپور} ^{میں} ^{قیام} ^{پذیر} ^{ہوئے} ^{لیکن} ^{حضرت} ^{کاوش} ^{بدری} ^{مولف} ^{"قطب} ^{مدراس"} ⁽¹³⁾ ^{نے} ^{لکھا} ^{ہے} ^{کہ} ^{آپ} ^{کے} ^{بزرگ} ^{عبدالنبی} ^{سپہ} ^{گری} ^{کرتے} ^{کرتے} ^{ترکستان} ^{سے} ^{ایک} ^{تاجر} ^{کے} ^{ساتھ} ^{بیجاپور} ^(ہندوستان) ^{تشریف} ^{لائے} ^{اور} ^{یہاں} ^{پہنچنے} ^{کے} ^{بعد} ^{آپ} ^{نے} ^{نہ} ^{صرف} ^{تجارت} ^{میں} ^{ناموری} ^{پیدا} ^{کی} ^{بلکہ} ^{مذہبی} ^{رہنماؤں} ^{میں} ^{بھی} ^{بلند} ^{مقام} ^{حاصل} ^{کیا}۔ سات سال کی عمر میں والدہ کا سایا سر سے اٹھ گیا تھا اور اس پر حشر یہ کہ عین جوانی میں آپ کے ابا حضور بھی داغ مفارقت دے گئے۔ آپ کی ولادت کے وقت ہی آپ کی خوش طالعی کی پیشین گوئی کی گئی تھی کہ آپ کا نام اسلامی دنیا میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ آگے چل کر یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ آپ نے بیجاپور کے جمید علماء کی سرپرستی میں حدیث، فقہ، منطق اور ریاضی کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے علاوہ علم الکلام، علم معانی، علم ظاہری اور علم باطنی کے پر نور خزانے سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ناصر الدین شاہ قادری (جو ان دنوں اپنی روحانی روشنیوں کا ماخذ منبع تھے) ان کے دست مبارک پر قادریہ سلسلے میں فرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور ان ہی کی صاحب زادی سے نکاح کیا۔ بعد ازاں آپ نے اپنے شیخ کی اجازت لے کر حرمین شریف کا سفر کیا۔ اس سفر میں مکہ اور مدینہ کے نامور علمائے دین سے ملاقاتیں کیں اور وہاں کے دینی جلسوں میں حصہ لے کر ہندوستان کا نام روشن کیا۔

حضرت ناصر الدین شاہ قادری سے اکتساب فیض کرنے کے بعد آپ نے شیخ کامل، واقف رموز الہی، عارف نکات، نور قطب العالم حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کی اور ولی کامل سے علم صحیح پر بھرپور ملکہ حاصل کرنے کے بعد ان ہی کے ایما پر مدراس کا رخ کیا اور میلاپور (مدراس) میں مستقل طور پر بود باش اختیار کر لی۔

آپ کی ذات بابرکت سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کا ذکر مولف "تذکرہ اولیائے دکن" (14) نے کیا ہے۔ آپ کی بیش بہا کرامات نے کٹر مخالفین کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے اور آپ کی کرامت و بزرگی دیکھ کر تمام علمائے دین آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے آپ سراپا خلق و مروت تھے، آپ کی مہمان نوازی اور غربا پروری بے مثل تھی۔ لوگ دور دور

سے اپنی دینی اور دنیوی مقصد برادری کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے تھے۔

آپ نے مدراس کے ماحول میں نہ صرف دین اور اس کے رسول کا پیغام پہنچایا بلکہ تصنیف و تالیف کا بھی شاندار سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی اکثر کتابیں اور چند مخطوطات احقر نے کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس، کتب خانہ لہل اسلام مدراس، کتب خانہ لطیفیہ حضرت مکان ویلور میں دیکھے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۵	جوامع الاسرار	۲	امیزان التوحید (بزبان فارسی)
۱۶	دیباچہ مفتاح التقاسیر	۳	یہ کتاب وحدت الوجود پر مشتمل ہے۔
۱۷	مفتاح الغیب	۴	رسالہ اسم اللہ
۱۸	غایت الممثل	۵	رسالہ ولایت
۱۹	زاد الطالبین	۶	رسالہ حیات جان
۲۰	حیات السالکین	۷	رسالہ سبحان مریدین
۲۱	مخبر گنج	۸	رسالہ قبض و بسط
۲۲	تنبیہ العارفين	۹	رسالہ سماع اور راگ
۲۳	الطریق القويم فی صراط المستقیم	۱۰	رسالہ نسبتی
۲۴	دلیل محکم	۱۱	رسالہ فیض
۲۵	مکتوب بنام جمال محمد	۱۲	رسالہ استغناء
۲۶	غنیمت الوقت	۱۳	عقائد صوفیہ
۲۷	محک المدعی	۱۴	تجدد امثال
۲۸	مفتح الكل	۱۵	حصائے موسوی
۲۹	بیان واقع	۱۶	میزان المعانی

آپ کا وصال حق ۱۱۶۵ھ مطابق 1751ء ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا جسد مبارک چھ ماہ امانتاً حضرت رحمت اللہ نائب رسول اللہ کے مقبرے میں ایک صندوق میں رکھا گیا۔ آپ کے ارادتمندوں اور نواب محمد علی والا جاہ کے اصرار پر آپ کی نعش مبارک دوبارہ مدراس لائی گئی اور ۱۱۶۶ھ مطابق 1752ء میں احاطہ کرشنا پیٹ کے قبرستان ہ میں سپرد خاک کی گئی۔ کسی نے حسب ذیل تاریخیں نکالی ہیں۔

تاریخ رحلت

عمدہ لیل حقائق رفتہ آہ

۱۱۶۵ھ

تاریخ ختمد فین

امجد لیل معارف رفتہ آہ

۱۱۶۶ھ

آپ کی وفات کے بعد نواب والا جاہ نے مزار اقدس پر عالی شان گنبد ۱۲۰۴ھ مطابق 1789ء میں تعمیر کروایا۔ کسی نے تاریخ تعمیر گنبد یوں نکالی ہے۔

قبر عرش منزلت ناگاہ

۱۲۰۴ھ

آج بھی آپ کا مزار پر نور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

۸۔ لالہ جسونت رائے منشی

آپ کا نام جسونت رائے اور منشی تخلص تھا آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں ہو سکا۔ نواب سعادت اللہ خان گورنر آرکٹ کے دربار سے وابستہ تھے (15)۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ نواب سعادت اللہ خاں کی سرپرستی میں اعلیٰ خدمات پر مامور ہوئے اور تصنیف تالیف کا کام بھی انجام دیا نواب صاحب کے واقعات حیات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب "سعید نامہ" تصنیف کی جس میں ان کی مدح میں قصیدے بھی شامل ہیں۔ منشی نے فارسی زبان میں ایک مثنوی "گل کدہ عشق" کے نام سے لکھی ہے۔ (16) جس کا قصہ غوامی کی مثنوی "سیف الملوک بدیع الجمال" پر مبنی ہے۔

۹۔ میر مرتضیٰ مسزوی

آپ ضلع کوکن (بمبئی) میں ۱۱۰۷ھ مطابق 1695ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیمات اپنے وطن کے علماء کے توسط سے ہوئی نواب سعادت اللہ خان کے دور میں آرکٹ آئے اور یہاں پہنچنے کے بعد علم منطق اور علم فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے اور زندگی بھر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ علم نجوم پر آپ کو بلا کادرک حاصل تھا آپ کے عمل عملیات کی روشنی آرکٹ کے ماحول میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہر شام عقیدت مندوں کے ہجوم سے آپ کا گھر بھرا رہتا تھا۔ دعاؤں سے

ہر مرض کو دفع کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

آپ کا انتقال ۱۱۷۳ھ مطابق 1759ء میں ہوا۔ آپ کی لکھی ہوئی مثنویاں "التحفہ والدلائل"، "نظم الوصول"، "مخج گنج"، "گنج حکمت" اور "محرر اسرار" علم نجوم پر مثنوی بے حد مشہور ہیں۔

۱۰۔ محمد قاسم پلاور

آپ کے آبا و اجداد مصر (Cairo) سے ہندوستان آئے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار قاضی عبدالقادر کامل پنٹنم کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت کامل پنٹنم کے نامور علماء کے ہاں ہوئی اور آپ نے بہت کم عمری میں عربی اور ٹمل زبانوں پر دسترس حاصل کر لی تھی۔ آپ حضور اکرمؐ کی ذات و صفات سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ عشق محمدی میں خود کو مٹا دینے اور اس سمندر میں غوطہ لگا کر کبھی نہ ابھرنے کو زندگی کی معراج تصور کرتے تھے۔ ان ہی پاکیزہ عقیدتوں کے پیش نظر ایک طویل نعت ٹمل زبان میں بنام تر و پوگژ (Tirupugaz) لکھی جو بے حد مشہور ہوئی۔

آپ ۱۲ / ذی القعدہ (بروز جمعرات ٹھیک بوقت اذان) ۱۱۷۷ھ مطابق 1763ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۱۔ قاضی نظام الدین احمد صغیر

قاضی نظام الدین فرزند محمد عبداللہ شہید ۱۱۱۳ھ مطابق 1701ء میں بمقام آرکاٹ پیدا ہوئے۔ آرکاٹ کے جمید علماء سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی اپنے والد محترم کی شہادت ۱۱۴۵ھ کے بعد اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دی۔ نواب سعادت اللہ خان نے آپ کو آرکاٹ کی قضاوت اور صدارت کا عہدہ عطا کیا۔ آپ نے قضاوت کے فرائض کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا آپ کی زندگی کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ جب جنوبی ہند بالخصوص صوبہ مدراس میں انگریزوں نے آہستہ آہستہ اپنا قبضہ جمایا تو آپ نے نہ صرف اپنے مذہب کی تبلیغ کو وسعت دی بلکہ جب اسلامی تہذیب اور اس کی پاکیزہ قدروں پر انگریزوں نے حملہ کرنا شروع کیا تو قاضی نظام الدین نے عیسائی مبلغین کے کفر کو توڑنے کے لیے توریت زبور

اور انجیل کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔ موصوف نے فارسی زبان میں اس لیے ترجمہ پیش کیا کہ اس زمانے کے عوام کی بول چال کی زبان فارسی ہی تھی۔ زبور کے ترجمے کا نام "سرور الصدود" ہے۔ ترجمہ معرب الزبور "مطبوعہ ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۴۰ء اور انجیل کے ترجمے کا "نام فیض الجلیل" ہے۔ فی ترجمہ معرب الانجیل "رکھا۔ اس ترجمہ کا مقصد یہ تھا کہ عام مسلمانوں کو دین کی صحیح حقیقت اور اس کی راہ مستقیم سے آگاہ کیا جائے اور مغربی اثرات کے جال میں پھنسنے والے مسلمانوں کو دین سے براہ راست واقف کروایا جائے۔

ان دونوں تراجم کی اولیت کا بہرہ قاضی نظام الدین احمد کے سر جاتا ہے۔ ان تراجم کے علاوہ قاضی صاحب کی اور آٹھ کتابیں کتب خانہ مدرسہ محمدی میں محفوظ ہیں جن میں چھ فارسی اور دو عربی کتابیں ہیں۔

مندرجہ بالا کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی نظام الدین احمد کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور انھوں نے اپنی اکثر کتابوں میں احادیث و تفاسیر اور تاریخ و سیر کی نایاب کتابوں کے حوالے دیے ہیں

مصنف "تاریخ احمدی" لکھتے ہیں کہ شہر آرکٹ میں قاضی نظام الدین احمد ایک قطب کی حیثیت رکھتے تھے۔

قاضی صاحب نے ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء میں وفات پائی اور آرکٹ کے توپ خانے کے احاطے میں سپرد خاک ہوئے۔

۱۲۔ سید شاہ ابوالحسن قرنی قادری و یلوری

آپ کی پیدائش ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۶ء میں ہوئی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری (المتوفی ۱۱۳۹ھ مطابق ۱۷۳۶ء) ہے۔ آرکٹ میں چھ سال قیام کرنے کے بعد ویلور کا رخ کیا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ آپ کے والد نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضور کے حکم سے ویلور کے قلعہ کے قریب اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت قرنی نے ابتداء میں شیخ محمد فخر الدین مہکری نائٹی بے خود ویلوری سے تعلیم حاصل کی اور پھر مدرسہ اس جا کر حضرت شیخ عبدالحق مخدوم ساوی سے اجازت و خلافت سے

بہرور ہوئے۔ "میزان العقائد" (17) ۱۲۶۳ ھ مطابق 1857ء "تقویت الایقان" (18)، خلاصت العرفان" (19)، "لب السکوک" (20)، "رسالہ اثبات وجود حقیقی" (اس کتاب میں سوال و جواب کے پیرائے میں واجب الوجود اور ممکن الوجود سے بحث کی گئی ہے۔ "حق المعرفة" اس کتاب میں حضرت قرنی نے اللہ تعالیٰ کی خاصی معرفت اور تقرب حاصل کرنے کے لیے مرشد کامل کے ہاتھوں پر بیعت کرنا ضروری قرار دیا ہے رسالہ تحفۃ الذاکرین (اس کتاب میں ازکار و اشغال کا تفصیلی ذکر ہے) کیمیائے سعادت رسالہ وجدان، رسالہ عین العین، رسالہ حق الحق، رسالہ تجدد امثال، رسالہ مظہر کل، رسالہ اسم اللہ وغیرہ تصانیف حضرت قرنی کی یادگار ہیں ان تمام رسائل کا موضوع تصوف ہے۔ آپ کا فارسی دیوان نایاب ہے۔ العتبۃ دکنی شاعری کے دیوان کو پروفیسر فضل اللہ نے اپنے بسوط مقدمہ کے ساتھ ۳۱۸۲ ھ مطابق 1964ء حیدرآباد سے شائع کیا تھا۔ بقول راہی لدائی "حضرت قرنی کی عظمت و تقدس اپنی جگہ پر مسلم ہے مگر تحقیقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہی حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ آپ کے معاصرین بلکہ آپ کے معتقدین میں بھی شعروادب کا سلجھا ہوا ذوق پہلے ہی سے موجود تھا، چنانچہ ویلور ہی کے مشہور دکنی شاعر ولی ویلوری نے اپنی معرکتہ الآراکثنوی "روضۃ الشہدا" ۱۱۳۷ ھ مطابق 1724ء میں تصنیف کی تھی یہ وہ زمانہ ہے جب کہ حضرت قرنی نے سرزمین ویلور پر قدم رنخا نہیں فرمایا تھا۔ اسی طرح سدھوٹ (ضلع کڈپہ) علاقہ قدم مدراس (موجودہ اندھرا پردیش) کے نامور شاعر محمد ابن رضانے قصیدہ بردہ کا اولین دکنی منظوم ترجمہ ۱۱۲۰ ھ مطابق 1708ء کے آس پاس کیا تھا علاوہ ازیں قرنی کے پیرو مرشد حضرت مخدوم ساوی (المتوفی ۱۱۶۵ ھ / 1751ء) نے دکنی تصنیف (مرقعہ نظم و نثر) مفتوح الكل " اور حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ المتوفی ۱۱۹۵ ھ مطابق 1781ء کے آس پاس کیا تھا۔ علاوہ ازیں قرنی کے پیرو مرشد مخدوم ساوی (المتوفی ۱۱۶۵ ھ / 1751ء) نے اپنی گراں قدر مثنوی "تنبیہ النساء" حضرت قرنی سے متاثر ہو کر نہیں لکھی۔ الغرض اس طرح کی مبالغہ آرائیوں سے ہم اپنے ممدوح کو کوئی حقیقی فائدہ نہیں پہنچا پاتے ہیں "النتبہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ "جس طرح دیوان ولی اور نگ آبادی کے دہلی پہنچنے کے بعد شمالی ہند کے شاعروں کو اردو دیوان مرتب کرنے کا شوق ہوا تھا بالکل اسی طرح حضرت قرنی کے دیوان مرتبہ ۱۱۵۱ ھ مطابق 1739ء کے بعد ہی جنوب کے شعراء کرام میں ترتیب دوادین کا جذبہ و شوق پیدا ہوا تھا۔

ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال، پروفیسر فضل اللہ اور مولانا بشیر الحق قریشی کا یہ دعویٰ ہے
بنیاد ہے کہ حضرت قرنی کی ذات گرامی ہی کے فیض سے علاقے مدراس میں اردو شاعری کا آغاز ہوا
(21) -

حضرت قرنی کی دکنی منظومات میں ”بدعت نامہ“، ”ہدایت نامہ“، ”معراج نامہ“ اور
”نمک نامہ“ بھی اردو ادب میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۱۸۲ھ مطابق
1768ء میں ہوئی اور احاطہ دارالعلوم لطیفیہ میں آپ کا روضہ مبارک آماجگاہ خاص و عام ہے۔
آپ کی حسب ذیل کتابوں کا سہ چلتا ہے۔ یہ تمام کتابیں کتب خانہ لطیفیہ میں موجود
ہیں:

۱	لب السلوک	۱۲	رسالہ مظہر کل
۲	رسالہ اثبات وجود حقیقی	۱۳	رسالہ ظہور ذات و مراتب
۳	نمک نامہ	۱۴	رسالہ جمعہ الجمع
۴	حق المعرفة	۱۵	کیمیائے سعادت
۵	رسالہ تحفۃ الذاکرین	۱۶	رسالہ وجدان
۶	حکلی نامہ	۱۷	رسالہ تہجد و امثال
۷	فارسی دیوان	۱۸	رسالہ حق الحق
۸	اردو دیوان	۱۹	رسالہ برہان قاطع در بیان
۹	معراج نامہ		توحید جامع
۱۰	ملفوظ قرنی بر قرب	۲۰	رسالہ عین العین
۱۱	رسالہ بسم اللہ	۲۱	معراج نامہ

۱۳۔ مولوی حسن علی نقش بندی آہ

آپ کی پیدائش پیرنام بٹ (22) شمالی آرکٹ میں ہوئی۔ ویلور اور آرکٹ کے
علمائے باوقار سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ساری عمر دینی اور مذہبی ماحول میں گزری۔
دین کی خدمت کا جذبہ خون میں دریا کی طرح رواں دواں تھا۔ دین کے ناطے ہی سے موصوف کا

کاغذ اور قلم سے گہرا رشتہ تھا۔ آپ کو فارسی کی ابتدائی تدریس میں مہارت حاصل تھی۔ آپ نے ”چہل سبق“ نامی کتاب ترتیب و مرتب کی تھی جو آج ہندوستان بھر میں مشہور ہے اور یہ کتاب بنگور، کلکتہ اور دہلی کے علاوہ کئی اور شہروں سے ہزاروں کی تعداد میں چھپتی رہتی ہے لیکن افسوس ہے کہ بعض اشاعتوں میں مرتب کی حیثیت سے موصوف کے نام کا اندراج نہیں ہوا۔ مولانا مفتی اشرف سوادی (بنگور) نے حال ہی میں اس کتاب کو از سر نو ترتیب دے کر مصنف کے نام کے ساتھ بڑے سلیقے سے شائع کیا ہے۔

چہل سبق کے علاوہ مولوی حسن علی کے دو اور کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو حسب ذیل

ہیں۔

۱۔ تشریح المصادر
۲۔ صرف حسن علی

۱۴۔ مولوی امین الدین احمد خان بہادر

آپ (فرزند سیف الدین خاں) بمقام رامناڈ ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ مقام ہے جو آرکاٹ، ویلور، نظہر نگر کی طرح دینی اور علمی مرکز کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ مولوی امین الدین نے اپنے دور کے مختلف اساتذہ سے عربی ت اور فارسی کتابیں پڑھیں اور فقہ، حدیث، فلسفہ اور منطق میں ید طولیٰ ت حاصل کیا پھر لکھنؤ جا کر مولوی نظام الدین جیسے عالم بے نظیر کے آگے زانوے ت ادب ہتہ کیا۔ خواجہ کمال الدین خاں (المتوفی ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۰۸ء) کے ساتھ کئے گئے فقہی و منطقی مباحث سے آپ کی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی عالمانہ چشمکوں کو مولف خانوادہ بدر الدولہ نے تفصیلی طور پر بیان کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں مولوی امین الدین احمد کی ت علمی اور تنقیدی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ خواجہ کمال الدین خاں نے آگے چل کر علمی طور پر ملا عبد العلی بحر العلوم سے بھی الجھنے کی کوشش کی تھی۔ ان عالمانہ چشمکوں کے پیش نظر نہ جانے کس پس منظر میں مولانا باقر آگاہ نے خواجہ کو ”نقاد علماء زماں“ کہا تھا جبکہ مولوی امین الدین احمد کی منطقی اور فلسفیانہ فکر و فہم کے آگے خواجہ کی علمی بساط کچھ حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ مولوی امین الدین کی تمام تر زندگی درس و تدریس اور اسلامی تبلیغ میں گزری۔

ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال کا بیان ہے کہ حدیث، سیرت اور کلام پر مشتمل آپ کے

متعدد تصانیف کے قلمی نسخے کتب خانہ سعیدیہ، حیدرآباد میں محفوظ ہیں (23)۔

مولوی امین الدین کی طبیعت کا رجحان اردو اور فارسی شاعر کی طرف تھا۔ آپ کی ایک طویل دکنی مثنوی کا قلمی نسخہ "عقائد امین الدین احمد خان" کتب خانہ مدرسہ محمدی میں محفوظ ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس کی اشاعت کی نوبت آج تک نہیں آئی۔ آپ کا انتقال ۱۱۹۵ھ مطابق 1780ء میں رامناڈ میں ہوا اور وہیں قلعے کے باہر دفن ہوئے۔ کسی نے آپ کی تاریخ وفات "مہتاب از جہاں رفت سے ۱۱۹۵ھ" نکالی ہے۔ آپ نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

- ۱ سراج العقائد ۲ غایت الاتقان فی معنی الایمان ۳ لمعات النجوم فی شرح سلم العلوم
- ۴ مجموعہ رسائل ۵ لوامع اللباب فی شرح خلاصۃ الحساب ۶ شرح منظومہ میراث نامہ
- ۷ شمس انور فی شرح فقہ اکبر

۱۵۔ مولوی میر اسماعیل خان اجمدی

حضرت اجمدی ولد سید شاہ میر بیجاپوری بمقام چنگل پیٹ (مدراس) ۱۱۲۸ھ مطابق 1715ء میں پیدا ہوئے۔ آپ صوفیانہ گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے نواب والا جاہ کی فرمائش پر شاہنامہ فردوسی کی طرز پر ایک مثنوی "انور نامہ" لکھی۔ اس مثنوی کی تصنیف کے بعد ۱۱۶۹ھ مطابق 1755ء میں آپ کو نواب والا جاہ نے ملک الشعرا کے خطاب سے نوازا تھا۔ "انور نامہ" میں نواب انور الدین خان اور نواب محمد علی والا جاہ کے مفصل حالات ملتے ہیں۔ آپ کی دیگر تصانیف میں "زبدۃ الافکار" ۱۱۹۵ھ مطابق 1780ء، "مولود نامہ" مثنوی "راغب و مرغوب" ۱۱۹۶ھ مطابق 1781ء، "ہفت جوہر" اور "شرح العرائین" بہت مشہور ہیں۔ آپ نے اردو میں "حقیقت نامہ" اور "تحفۃ الصبیان" نامی دو کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جو شعبہ اردو، فارسی اور عربی جامعہ مدراس سے شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کا فارسی مجموعہ کلام "دیوان اجمدی" کے نام سے غیر مطبوعہ ہے جس میں ۱۶۶ غزلیں اور سترہ نظمیں شامل ہیں (24)۔

آپ کی وفات ۱۲۰۳ھ مطابق 1788ء میں ہوئی۔ تذکرہ مخطوطات جلد پنجم میں (25) ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے اجمدی کی وفات ۱۱۹۲ھ مطابق 1778ء لکھی ہے جو صحت پر مبنی نہیں ہے (26) آپ کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد مولانا یوسف کوکن نے "کلیات اجمدی" کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کر کے شائع کی ہے۔

۱۶۔ حکیم شاہ عثمان خان سرور

شاہ عثمان خان سرور (نواب ہتور خان بہادر کے بھتیجے اور نواب ناصر خاں بہادر شہید کی فوج کے بخشی کے رشتہ دار تھے) بمقام محمد پور ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۶ء پیدا ہوئے۔ آپ آرکٹ کے مشہور و معروف بزرگ صوفی اور سلسلہ قادریہ کے ولی کامل تھے۔ آپ نے رشد و ہدایت کی روشنی دور دور تک پھیلانی، امیروں کو اپنے قریب تک آنے نہیں دیتے تھے۔ گویا دنیا میں رہ کر اہل دنیا سے دور، دیرانے میں ایک عظیم الشان خزانے کی حیثیت رکھتے تھے۔ غریب و مفلس کو دل سے چاہتے تھے اور انہیں اپنے فیوض و برکات سے ہر لمحہ نوازتے رہتے تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اکتساب علم کے لئے آپ کے ہاں ہر مذہب و ملت کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ مہلک سے مہلک مرض میں مبتلا لوگوں کے لئے ان کی تعویزیں، دعائیں اور مبارک اذکار و تسبیحات شفا کے کلی کاسمان مہیا کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مولف "تاریخ احمدی" نے آپ کو اپنے وقت کے قطب سے یاد کیا ہے۔ آپ نے بندہ علی شاہ سے تصوف کے رموز سیکھے اور مولانا شاہ محمد علی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

شاہ عثمان سرور ایک صوفی اور مجذوب شاعر تھے۔ ڈاکٹر افضل الدین اقبال کا بیان ہے کہ اکثر جذب کی حالت میں شعر کہتے تھے اور ان کے مریدین نے ان کے اشعار جمع کر کے ایک دیوان کی صورت دی تھی۔ یہ دیوان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۳ء میں مدراس سے شائع ہوا تھا۔ مولف بہادر اعظم جاہی عبدالقادر ناظر نے آپ کو حضرت مظہر جان جاناں کاشاگرد بتایا ہے۔ آپ نے ساٹھ سال کی عمر میں خونی پیش کش کے عارضے کی وجہ سے رجب ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء میں کو انتقال کیا۔ اور محلہ پتلی واڑی، آرکٹ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا مزار پر نور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی مولف مدراس میں اردو کا بیان ہے کہ اگر میر و سودا کے کلام سے سرور کے کلام کو ملا دیا جائے تو کچھ بھی فرق نہیں نظر آئے گا۔ مگر راقم کا خیال ہے کہ سرور کا کلام دہلی کی محاوراتی زبان سے بہت کم میل کھاتا ہے۔

۱۷۔ شاہ تراب علی تراب، گنج الاسرار

شاہ تراب ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء میں ترنامل موضع چٹ پیٹ (آرکٹ) میں پیدا ہوئے۔ (۲۷) آپ کے آباؤ اجداد بھی صوفی تھے جس کی طرف انھوں نے "ظہور کلی" کے درج ذیل شعر میں کیا ہے۔

جدو آبا صوفیاء میرے ہیں سب
تھی محبت پاک اواز فضل رب

شاہ تراب اپنے دور کے ایک کثیر التصانیف صوفی شاعر تھے۔ آپ بیجاپور سے ترنامل آکر حضرت امین الدین اعلیٰ کے پڑپوتے پیرپاشاہ حسینی کے مرید ہو گئے تھے اور مرشد کے عشق میں وطن کو بھول کر بیجاپور میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ پیرپاشاہ حسینی نے شاہ تراب کو نہ صرف علوم متداولہ اور سلوک و معرفت کی تعلیم دی بلکہ ۱۱۵۰ھ میں خلافت بھی عطا کی اور حکم دیا کہ ترنامل جا کر اپنے سلسلہ تصوف کی تبلیغ و اشاعت کریں۔ شاہ تراب نہ صرف عربی، فارسی اور دکنی زبانوں پر ماہرانہ عبور رکھتے تھے بلکہ مرہٹی، سنسکرت اور دوسری مقامی زبانوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ تراب نے آٹھ تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

۸۔ "دیوان تراب" ۲۔ "من گھاون" ۳۔ "ثنوی تراب" ۴۔ "ظہور کلی" ۵۔
گلزار وحدت ۶۔ قصہ مر جبین و ملا ۷۔ "گیان سروپ" ۸۔ "آئینہ کثرت"۔
مذکورہ بالا تصانیف میں سے اول الذکر تین شائع ہو گئی ہیں۔

شاہ تراب کے کلام کی اندرونی شہادتیں اس بات کا بھی سہہ دیتی ہیں کہ غالباً انہوں نے پیرپاشاہ حسینی کے انتقال کے بعد ویلور کے صاحب دیوان صوفی شاعر حضرت شاہ ابوالحسن قرنی سے بھی بیعت کی تھی۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔۔۔

اے تراب قربت سون مرشد کی
بسکہ پایا ہوں قرب ربانی
یا رسول اللہ بحق بو تراب ابوالحسن
رکھ مجھے سرشار و دیوانہ لئے وحدت سیتی
کیا ہے دسواں اس جگہ اے تراب

جس جگہ بوالحسن ہمارا ہے

۱۸۔ مولوی محمد محفوظ خاں

آپ فرزند دوم نواب انور الدین خاں بہادر شہید اور نواب والا جاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہ مقام گوپامو ۱۱۴۱ھ مطابق 1728ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ نواب انور الدین کی شہادت ۱۱۶۱ھ مطابق 1748ء (گڈھ آمبور) کے بعد محفوظ اپنے بھائی نواب والا جاہ کے ہمراہ مدراس آئے۔ والا جاہ نے آپ کو ترویلو پالی کا ناظم مقرر کیا تھا۔ آخری عمر تک ناظم کی خدمت پر مامور رہے۔ محفوظ نے اپنے دور کے مشہور علماء و فضلاء سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ نواب انور الدین کی شہادت کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت نواب والا جاہ کی نگرانی میں ہوئی۔ بچپن ہی سے آپ کی ذہانت و فطانت کے ہر سمت چرچے تھے۔ مشکل سے مشکل فقہی مسائل کا حل بہ آسانی پیش کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ نواب آصف جاہ محفوظ کی علمی تبحر سے متاثر ہو کر شاہی کتب خانہ سے دو ہزار کتبیں تحفہ عطا کی تھیں۔

۱۱۹۳ھ مطابق 1779ء میں آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے۔ نواب والا جاہ نے محفوظ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مبارک حیدرآباد بھیج دی اور وہیں اپنے والد نواب انور الدین شہید کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کو نثر اور نظم دونوں پر قدرت حاصل تھی۔ نثر میں آپ کی کتاب "قرۃ العینین فضائل رسول اللہ" بہت مشہور ہے۔

۱۹۔ علیم اللہ شاہ قادری

آپ کی ولادت ترچنا پالی میں ہوئی، آپ کے پیر کا نام محی الدین تھا۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ سن پیدائش کا کہیں بتہ نہیں چلتا لیکن آپ نے ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء کے آس پاس وفات پائی اور نظہر نگر میں دفن ہوئے۔

آپ نے ایک سو غزلوں پر مشتمل دکنی زبان میں ایک دیوان کے علاوہ متعدد مثنویاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ چند مثنویوں کے نام یہ ہیں۔

(1) مجاز نامہ (2) محیط نامہ (3) شمع دل افروز (4) گنج مخفی (5) مثنوی بطول۔

آپ کے دیوان کا ایک نسخہ کتب خانہ جامع مسجد، بمبئی کی زینت بنا ہوا ہے۔ (28) (1)

UD 99

آپ کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو فارسی، عربی اور دکنی اردو پر دستگاہ حاصل تھی۔ فن عروس پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ اپنے دور کے صاحب کشف بزرگوں میں سے تھے۔

۲۰۔ ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی

آپ کے والد ماجد ملا نظام الدین فرنگی محلی المتوفی ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۷ء اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے جن کے رشد و ہدایت، علوم ظاہری اور باطنی سے ایک دور مستفیض ہوا تھا اور جن کا مرتب کردہ درس نظامی آج بھی ہندوستان کے مختلف مدارس میں جاری ہے۔ ملا نظام الدین کے فرزند حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم نے ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء میں بمقام لکھنؤ آنکھیں کھولیں۔ ابتدائی تعلیم اور تربیت اپنے والد ماجد کی نگرانی میں نہایت احسن طریقہ سے ہوئی مولانا کمال الدین سہالوی (المتوفی ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ء) سے بہت کم عمری میں اصول فقہ، صرف و نحو، سنت و ہندسہ اور منطق پر نہ صرف مہارت تامہ حاصل کیا بلکہ عالم ظاہر و باطن ہوئے

آپ لکھنؤ، رامپور اور بردوان میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد محمد علی والا جاہ کی خاص دعوت پر بوہر بردوان سے ۲۴۔ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۰ء مدراس تشریف فرما ہوئے۔ دربار والا جاہی اس دور میں اپنی علمی قدردانی اور شاہانہ سرپرستی کے لئے بہت مشہور تھا یہی وجہ ہے کہ سلطنت بیجاپور کی تباہی کے بعد بہت سارے علماء فضلاء اور حکماء نے آرکٹ کارخ کیا اور والا جاہی دربار سے وابستہ ہو گئے۔ دربار والا جاہی میں ملا بحر العلوم کا مقام اور رتبہ بہت بلند تھا۔

ملا بحر العلوم مدراس پہنچے تو نواب والا جاہ نے خود ان کی پالکی کو کاندھا دیا اور آپ کو پالکی سے نیچے اتار کر نہایت عزت و احترام سے قدمبوسی کی۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس قدردانی کا ذکر ”الندوہ“ کے ایک پرچے میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تاریخ میں علماء کی عزت افزائی اور قدردانی

کی ایسی مثال کہیں بھی نہیں ملتی۔ (29) نواب والا جاہ نے ملاحر العلوم کو اپنے مسند شاہی سے نواز کر "مدرسہ کلاں" کی ذمہ داریاں سونپ دیں۔

یہ بات مسلم ہے کہ ہر دور کے حکمراں نے اپنے زمانے کے علماء اور اولیائے کرام سے مشورے لئے اور ان کی دی ہوئی ہدایتوں پر عمل پیرا رہے اسی طرح نواب محمد علی والا جاہ نے بھی ملاحر العلوم کے مشوروں سے فیض اٹھایا۔

آپ اپنے علمی عظمتوں اور عقل و دانش کی رفعتوں کی باعث بہت ممتاز تھے ہر طرح کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی فیوض و برکات سے شاد کلام ہوتے تھے۔ آپ اپنے عقیدت مندوں کے لئے انسانیت اور روحانیت کی معراج تھے۔ آپ اپنی غیر معمولی صفات اور تبحر علمی کی وجہ سے والا جاہی سرزمین پر نیک اور صالح شہرتوں کے مالک بنے۔

حضرت ابوالحسن امام شاذلی فرماتے ہیں "اللہ اور اس کے ولی کا رشتہ آپس میں بہت گہرا ہوتا ہے اور اس طرح حرص و طمع، نمود و نمائش اور ہوائے نفسانی جب ولی کو ورغلائے ہیں تو رب العزت خود اپنے ولی کی حفاظت کرتا ہے اور دامانِ رحمت میں محفوظ رکھتا ہے (30) حضرت بحر العلوم کی ہستی بھی دنیاوی حرص و طمع نمود و نمائش سے صرف مبرا تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی پر نور رحمتوں میں منور تھی۔

آپ سراپا حسن اخلاق کا پیکر تھے، آپ کے اخلاق حسنہ سے ایک زمانہ متاثر تھا آپ کی طبیعت کی انکساری، خاکساری اور مہمان نوازی قابلِ صد ستائش تھی۔

آپ نے بے شمار افراد کو درس روحانیت اور حدیث سے بہرور کیا اور دین کی دولتوں سے مالا مال کیا۔ گویا آپ اپنے وقت کے قطب اور ابدال تھے۔ صبر و شکر قناعت و علم و یقین اور رضا و توکل سے آپ کی ذات معمور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند رتبہ عطا کیا تھا۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور شیریں گفتاری سے پیش آتے تھے۔ آپ سے جو بھی ایک بار ملتا وہ ہمیشہ کے لئے آپ کا گردیدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ ہزاروں لوگ آپ کی سعادت ابدی اور فیضِ سرمدی سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔ آپ نے اہل سنت و الجماعت کے عقائد کی حمایت کرتے ہوئے گفت و شنید اور تحریروں سے دین کی ناقابل فراموش خدمت انجام دی۔ آپ سرور دین، شہنشاہِ امم رحمت عالم صلی اللہ و سلم کے سچے عاشق اور خادم تھے ہر لمحہ انہی کی محبتوں میں مست و سرشار رہتے تھے۔

نواب والا جاہ (المستوفی ۱۲۱۰ھ مطابق ۱۷۹۵ء) کے بعد ان کے فرزند عمدۃ الامراء بہادر حکمراں ہوئے تو انھوں نے ملا بحر العلوم کو "ملک العلماء" کے شاہی خطاب سے نوازا۔ اس خطاب سے بہت پہلے مشہور و معروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ملا عبدالعلی کے علمی تبحر سے متاثر ہو کر "بحر العلوم" کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔

آپ نے اپنی طویل عمر میں والا جاہی سرکار کے نشیب و فراز دیکھے، انگریزوں کی ظلمتیں بھی سہی مگر کبھی بھی اپنی خاندانی اعلیٰ ظرفی، جاہ و حشمت، خودداری، متانت و سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ہمیشہ ثابت قدمی کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

نواب عمدۃ الامراء کی وفات (۱۲۶۱ھ) مطابق ۱۸۰۱ء کے نو سال بعد اکاسی برس کی عمر میں ملا بحر العلوم ۱۲۔ رجب ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء کی شام اس عالم فانی سے عالم قدوس کی طرف رخصت ہوئے۔ ۱۳۔ رجب ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء کی شام مسجد والا جاہی کے صحن میں تدفین عمل میں آئی۔ موصوف کی شاگرد راجہ مکھن لال خرد نے تاریخ وفات لکھی۔

خرد یافت تاریخ سال وفات
بہ زیر زمیں رفت گنج علوم

۱۲۲۵

آج بھی آپ کا آستانہ عالیہ عقیدت مندوں کے لئے انوار و رحمت کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ زائیرین ہر صبح و شام اس آستانے پر حاضر ہو کر ہر مرض کی شفا یابی کی دعا کرتے ہیں اور مرادوں کے پھولوں سے اپنا دامن بھر لے جاتے ہیں۔

مولانا یوسف کوکن عمری کی تحقیق کے مطابق راقم السطور کے ہاتھ جو ملا بحر العلوم کی کتابوں کی فہرست لگی، وہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ فواح الرحمت فی شرح مسلم الثبوت:۔ ملا بحر العلوم نے یہ کتاب ۱۱۸۰ھ میں لکھی اور ۱۸۷۸ء میں نو لکشور پریس، لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۲۔ شرح مسلم العلوم مع الحواشی:۔ ملا بحر العلوم نے اس کتاب میں ملا محب اللہ بہاری کی مشہور و معروف کتاب "سلم العلوم" کی شرح لکھی ہے۔

۳۔ رسائل الارکان:۔ ملا بحر العلوم کی یہ کتاب فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ حنفی نظریات کے پیش نظر فقہی مسائل کا بھی استنباط کیا ہے۔ یہ کتاب نواب والا جاہ کے دور تک درسی نصاب

تمل ناٹو کے صاحب تصنیف علماء

میں شامل تھی اور اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۴۔ تنویر المنار:۔ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسقی کی مشہور کتاب،

منار الانوار، کی فارسی شرح ہے اور یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام مدراس میں راقم السطور نے بیس بائیس سال پہلے دیکھا تھا۔

۵۔ احوال قیامت:۔ یہ کتاب ملاحظہ العلوم نے بردوان میں قیام کے دوران لکھی تھی

۔ اس کتاب میں قیامت کے احوال بہ زبان فارسی قلم بند ہیں۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے اس کا ایک قلمی نسخہ بھی کتب خانہ اہل اسلام، مدراس میں موجود تھا۔

۶۔ الحاشیہ علی الصدر:۔ یہ کتاب "صدر" کی شرح ہے جس کے مصنف شیخ صدر الدین

شیرازی ہیں۔ اس کتاب کے نسخے بھی بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۷۔ الحاشیہ علی حاشیہ میرزا ہد ملا جلال:۔ ملا جلال الدین دوانی کی شرح تہذیب پر میر

زاہد نے ایک حاشیہ لکھا اور اس حاشیہ پر ملاحظہ العلوم نے بھی حاشیہ لکھا ہے۔

۸۔ تعلیقات علی الافق المبین:۔ میرزا قرداماد کی کتاب "الافق المبین" پر تعلیقات لکھی

ہیں اور اس کا نسخہ رضا لائبریری، رامپور میں موجود ہے۔

۹۔ العجالیہ النافعہ:۔ یہ کتاب "حمت الہیہ" سے متعلق ہے۔ اس کا ایک نسخہ رام پور

لائبریری میں محفوظ ہے۔

۱۰۔ الحاشیہ علی حاشیہ زاہد علی الرسالہ القطبیہ:۔ اس کتاب کا موضوع منطق ہے۔

۱۱۔ شرح الضابطہ:۔ اس کتاب میں منطق کے مسائل پر مسبووط بحث ہے اور یہ کتاب

۱۲۷۳ھ میں مطبع محمدی، مدراس سے شائع ہوئی۔

۱۲۔ شرح ثنوی مولانا روم:۔ ملاحظہ العلوم کی یہ معرکتہ الاراء کتاب ہے جو مولانا روم کی

ثنوی کی فارسی شرح ہے۔ نو لکھنور پریس، لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۱۳۔ وحدت الوجود:۔ ابن عربی کے نقطہ نظر کے مطابق وحدت الوجود کی فارسی میں

شرح لکھی ہے۔

۱۴۔ تنزیلات ستہ:۔ اس کتاب میں مسائل تصوف سے متعلق مدلل بحث موجود ہے۔ یہ

کتاب نواب انور الدین خاں بہادر کی درخواست پر لکھی گئی ہے اور انھیں کے نام سے یہ کتاب

معنون ہے۔

۱۵۔ شرح فص نوحی من فصوص الحکم:۔ اس کتاب میں ابن عربی کی مشہور کتاب فصوص الحکم کے ایک فص نوحی کی شرح لکھی ہے۔

۱۶۔ الرسالۃ الصغری فی السلوک:۔ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو رامپور کی لاہری

میں موجود ہے۔

۱۷۔ ہدایۃ الصوف:۔ علم صرف کے متعلق فارسی میں ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ یہ رسالہ

بھی کئی بار چھپ چکا ہے۔

۱۸۔ رسالہ فی تقسیم الحدیث:۔ تقسیم حدیث سے متعلق ایک، چھوٹا سا کتبچہ ہے، جو

رامپور کی لاہری میں ہے۔

۱۹۔ الحاشیۃ علی المشنا بالتکرار:۔ فن حکمت کے ایک مسئلہ پر ملاحر العلوم کے ایک

حاشیہ پر مشتمل کتبچہ برٹش لاہری، لندن میں محفوظ ہے۔

۲۰۔ شرح مقامات المبادی:۔ اس کتاب کا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے

۲۱۔ شرح المجسطی:۔ المجسطی فن ہیئت کی مشہور کتاب ہے کئی علماء نے اس کتاب کی

شرح لکھی ہے لیکن ملاحر العلوم کی شرح بڑی جامع ہے۔

۲۲۔ شرح فقہ اکبری:۔ ملاحر العلوم کی یہ کتاب بھی بے حد مشہور ہے جس کا ذکر کئی

تذکروں میں موجود ہے۔

۲۱۔ مولوی سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری

آپ مولوی سید شریف الدین محمد خاں کے فرزند ہیں۔ آپ سادات نیشاپور سے تعلق

رکھتے ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ نیشاپور سے ہندستان تشریف لائے اور کنٹور قصبہ لکھنؤ میں قیام پذیر

ہوئے۔ آپ کے والد کنٹور سے اورنگ آباد اپنے اہل و عیال کے ساتھ آئے جہاں "خلد آباد" کی

قضاوت آپ کے سپرد کی گئی۔ حضرت سید شاہ عبدالقادر فخری ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۰ء میں

پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے ماموں مولوی فخر الدین المتوفی ۱۱۹۹ھ مطابق

۱۷۸۵ء سے حاصل کی اپنے استاد آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۵ء سے عربی ادب اور

حدیث کی کتابیں پڑھی اپنے استاد آزاد بلگرامی ہی سے آپ میں شاعری کا ذوق پیدا ہوا۔ اپنے استاد

اور ماموں فخرالدین کے نام کی نسبت سے لفظ فخری کو اپنے نام کا جزو بنا لیا۔ نواب محمد علی والاہاہ نے آپ کو مدراس آنے کی دعوت دی جسکو آپ نے شرف قبولیت بخشا چتاں ہے آپ ۱۱۸۳ھ مطابق 1769ء میں مدراس تشریف لائے، نواب امیرالامراء کو آپ سے بے حد عقیدت تھی جس کی وجہ سے موصوف نے میلاپور کی مسجد کے اطراف کا احاطہ خرید کر آپ کے نام سے منسوب کر دیا جو آج بھی آپ ہی کے نام سے مشہور ہے اور اسی احاطہ میں آپ کا مزار شریف بھی واقع ہے۔ نواب محمد علی والاہاہ نے آپ کے ویلور کے قصبہ چدوال کی جاگیر بھی عطا کی تھی۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "اصل الاصول" زبان فارسی، "التصوف پر ایک مستند اور معتبر کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ جس کو مولانا کوکن نے اپنے عالمانہ مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔ اس کتاب کے نسخے آج بھی نایاب ہیں۔ دوسری فارسی کتاب "مفتاح المعارف" ہے یہ بھی علم تصوف پر لکھی گئی ہے۔ اس میں آپ نے اکیس ابواب کے تحت تصوف کے مختلف موضوعات کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ آپ کا فارسی دیوان "دیوان فخری" کے نام سے مخطوطہ کی شکل میں دیوان صاحب باغ، مدراس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے "کمل اللہواہر مفتاح المعارف"، "سجات"، "فیض معنوی"، "فخر مناقب علیا" نامی کتابیں بھی تصنیف کیں (31) مجموعی طور پر آپ کی علمی و ادبی خدمات لائق تحسین ہیں۔

مہربان فخری اپنے ہم عصر شعراء مثلاً حبیب اللہ ذکا، میر ضیا، پروانہ میں وغیرہ میں بہت ممتاز تھے۔ شاہ ضیا الدین پروانہ نے مہربان کی شعری صلاحیتوں کا اعتراف اپنی غزلوں میں کیا ہے آپ کی وفات ۱۲۰۲ھ مطابق 1789ء میں ہوئی۔

۲۲۔ مولانا سید امیرالدین علی

آپ کے مقام ولادت اور تاریخ ولادت کا ابھیں پتہ نہیں چلتا۔ اپنے معاصر علماء میر حسن امتیاز (الستوفی ۱۱۹۹ھ مطابق 1784ء) سید عاصم خان مبارز جنگ بہادر (32) (الستوفی ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء) علی دل خان مروت (الستوفی ۱۲۰۱ھ مطابق 1786ء) وغیرہ میں امیرالدین علی کا مقام اور رتبہ بہت اونچا تھا۔ فارسی زبان و ادب میں آپ کا مطالعہ بہت گہرا اور عمیق تھا۔ انشاء پردازی میں بھی آپ کی نظیر دور دور تک نہیں ملتی تھی۔ زندگی بھر کسی دنیا دار کی تعریف نہیں کی۔ طبیعت میں استغنا اور بے نیازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

برسوں تک مدراس میں رہنے کے بعد ۱۱۹۶ھ مطابق 1781ء میں ادگیر گئے اور بارہ سال ادگیر میں بسر کرنے کے بعد مدراس واپس لوٹ رہے تھے کہ ۴ / ذی قعدہ ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء کی صبح راستہ میں (Naidupet) کے مقام پر صحت بہت بگڑ گئی اور وہیں واصل ہوئے۔ تدفین بھی وہیں عمل میں آئی۔ علامہ باقر آگاہ نے تاریخ وفات لکھی۔

سرفرو بردم از پئے تاریخ در گریبان غم بدرود تمام
کہ زد از خاطر عزیز آگاہ رفتہ نازاں بسوئے دار سلام

۱۲۰۸

امیرالدین علی کے شاگردوں میں مولوی غلام محی الدین معجز (المتوفی ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۲ء) بڑے ممتاز مقام کے مالک تھے۔ مدراس کے مشہور شاعر سید محی الدین محی (33) (المتوفی ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء) نے امیرالدین علی کے فارسی رقعات "رقعات امیری" کے نام سے ۱۲۰۶ھ مطابق 1792ء میں ترتیب دیے۔ مولانا کوکن نے لکھا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ مولوی غلام محمود مستولی الدولہ بہادر کے کتب خانے میں موجود ہے (34)۔ لیکن آج یہ کتب خانہ کہاں ہے کچھ پتہ نہیں چلا۔

۲۳۔ مولوی ندیم اللہ خاں ندیم

مولوی ندیم اورنگ زیب عالمگیر کے دل پسند سوانح نگار محمد حسین عرف شیخ احمد کے پوتے تھے۔ آپ بمقام آرکاٹ ۱۱۴۸ھ مطابق 1735ء میں پیدا ہوئے۔ آرکاٹ کے اساتذہ سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بچپن ہی سے طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل تھی۔ فارسی میں بڑے عمدہ اشعار کہتے تھے۔ ان کے اشعار کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدی میں موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے کلام ہ میں وہ تمام تر خوبیاں موجود ہیں جو ایک فنکار کو بہت اونچا اٹھا سکتی ہیں۔ ان کی چند غزلیں مولف خانوادہ قاضی بدر دولہ نے اپنی تالیف میں صفحہ ۱۸۵ پر پیش کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۱۸۰ھ مطابق 1766ء میں ہوا اور ماہی منڈل (جو آرکاٹ سے چتور کے رستے میں واقع ہے) دفن ہوئے۔

۲۴۔ مولانا مولوی سید عبداللطیف ذوقی و یلوری

آپ حضرت قرنی کے فرزند اور خلیفہ ہیں، آپ کی ولادت (۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۸ء) بمقام و یلور ہوئی۔ مگر مصنف "سخن و روان بلند فکر" نے آپ کا مقام ولادت بیجاپور لکھا ہے جو غلط ہے۔ مادہ تاریخ ولادت "رخشان" ہے۔ حضرت ذوقی نے اپنے والد حضرت قرنی، مولانا محمد عظیم الدین اور مولانا حافظ غلام حسین سے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ عربی، فارسی اور اردو کے باکمال شاعر تھے آپ کی زود گوئی اور زود نویسی ضرب المثل تھی۔ اس کا اقرار آپ کے ہم سبق اور یار غار مولانا باقر آگاہ نے اپنی تصنیفات میں بر ملا کیا۔ آپ نے ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا فرار بھی اپنے والد کے بغل میں ہے۔ مولوی امین بیجاپوری نے آپ کی تاریخ رحلت نکالی ہے۔

امین گفٹا، غاب قطب الامجاد

۱۱۹۴ھ

آپ کی نثری تصانیف میں "تفسیر لطیفی" بلند پایہ علمی اور تحقیقی کتاب ہے۔ آپ نے "لطائف لطیفی"، "قصائد ذوقی"، "عقائد ذوقی"، "انشائے باقری"، "انشائے لطف الہی"، "انشائے قادری ہدیۃ الاخبار، عشق نامہ، چمن محبت، چہار فصل، نجیب نامہ، شنوی درجے بہا، احسن الاسلوب، چہل حدیث، مختصر المناظر، نظم تذکرۃ الاولیاء تعداد الشہود، غرائب اللغات، جامع العجائب، مفتاح الاسرار، مجموعہ رباعیات۔

۲۵۔ علامہ محمد باقر آگاہ مائٹھی شافعی قادری و یلوری

حضرت آگاہ کی ولادت ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ء بمقام ویلور ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولوی محمد مرتضیٰ معروف بہ محمد صاحب عادل شاہی سلطنت کے زوال کے بعد بیجاپور سے ہجرت کر کے دارالسرور ویلور تشریف لائے اور وہیں بودوباش اختیار کی۔ آگاہ نے اپنے چچا شیخ حبیب اللہ خلیفہ حضرت قرنی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی چچا نے ہی انھیں حضرت قرنی کی درس گاہ میں پہنچا دیا جہاں آپ کی عربی، فارسی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ چچا اپنے بھتیجے کو لے کر نظر بنگر (ترچناپلی منتقل ہو گئے۔ آگاہ وہاں پہنچ کر حضرت شاہ ولی اللہ (المتوفی ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۰ء) سے فیض یاب ہوئے۔ پھر دو سال بعد ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۳ء میں ترچناپلی سے وطن مالوف ویلور کی طرف لوٹ آئے اور دوبارہ حضرت قرنی کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت قرنی کی صحبتوں کے زیر اثر علم و عمل، شریعت و معرفت کے علاوہ شعر و سخن میں بھی کمال حاصل کیا۔ حضرت قرنی کی وفات ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء تک آگاہ ویلور ہی میں قیام پذیر رہے اور وفات کے بعد شہر مدراس آئے۔ اس دوران آپ کی علمی و ادبی مہارت کا چرچہ اطراف و اکناف کے علاقوں میں ہونے لگا جس سے متاثر ہو کر نواب والا جاہ نے آپ کو اپنے دونوں صاحب زادوں (نواب عمدۃ الامراء اور نواب امیر الامراء) کا تالیق مقرر کیا۔ آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر نواب والا جاہ نے آپ کو اپنا دبیر خاص بنا لیا۔ حضرت آگاہ کے بحر علمی کا اس قدر چرچا ہوا کہ آپ کے معاصرین کے اندر رشک و حسد کا جذبہ سراٹھانے لگا۔ مولانا آگاہ نے عربی فارسی اور اردو میں بے شمار تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے بحر علمی کا یہ حال تھا کہ آپ نے آزاد بلگرامی (۳۵) جیسی یگانہ روزگار شخصیت کے فارسی کلام پر چار سو اعتراضات کیے جو ”چہار صد ایراد بر کلام آزاد“ نامی کتاب میں موجود ہیں۔ مولانا باقر آگاہ نے مختلف علوم و فنون میں کتب و رسائل لکھے جن میں عربی کے دس فارسی کے بیس اور اردو کے چھبیس رسائل ہندوپاک کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ باقر آگاہ نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری شروع کی تھی اور تقریباً آخری عمر تک یہ مشغلہ جاری رہا۔ آپ کی کتابوں میں ”ہشت بہشت“، ”گلزار عشق“ کی قدر و قیمت تاریخ میں اس لیے بھی بہت زیادہ ہے کہ ان مثنویوں کی ابتداء میں آپ کے طویل نثری مقدمے بھی

شامل ہیں۔ آپ نے ایسے دور میں سادہ اور دل کو چھونے والی نثر کی بنیاد ڈالی جب کہ شمالی نثر فارسی اور عربی زبان کے زیر اثر بو جھل اور گنجلک ہو گئی تھی۔ آپ نے حالی اور شبلی سے بہت پہلے ہی یہ کارنامہ انجام دیا۔ جس کے لیے اردو ادب اور خصوصاً اردو تنقید آپ کی مرہون منت ہے۔

مولانا باقر آگاہ نے مولانا سید سلیمان ندوی (36) مولانا عبدالرحمان امرتسری (37) سے بہت پہلے ہی سیرت طیبہ کو منظوم پیرائے میں بطور احسن پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح عورتوں کی ذہنی ترتیب کے لیے باقر آگاہ نے "تحفۃ النساء" لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ جنوب کے علماء و اہل قلم نے شمال کے مصنفین کے مقابلے میں بہت زیادہ حساس واقع ہوئے ہیں۔ بہر حال مولانا آگاہ بحیثیت شاعر اور ادیب و نقاد تاریخ ادب اردو میں ممتاز مرتبہ اور مقام کے حامل ہیں۔

آپ ۱۲۲۰ھ مطابق 1805ء میں جان بحق ہوئے اور اپنی ذاتی جاگیر (نواب والا جاہ کی عطا کردہ) کرشنا پیٹ میں پیوند خاک ہوئے لیکن آج اس مقام پر ایک عالیشان عمارت زیر تعمیر ہے۔

مولانا آگاہ کے عربی تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱۔ تلک عشرہ کاملت ہندیہ: اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدی میں موجود ہے۔

۲۔ مقامات عربیہ: یہ کتاب ایک سو ایک صفحات پر مشتمل ہے اور کتب خانہ مدرسہ محمدی میں موجود ہے۔

۳۔ النغمۃ العنبریہ فی مدحہ خیر البریہ: یہ حضور اکرم کی مدحت میں کہے گئے قصائد کا مجموعہ ہے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

۴۔ شمائم الشمال فی نظام الرسائل: یہ عربی مکتوبات کا مجموعہ ہے۔

۵۔ دیوان غزلیات: اس کتاب میں مولانا آگاہ کی غیر مطبوعہ غزلیں ہیں۔ مولانا آگاہ کے فارسی تصنیفات کی فہرست مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تحفۃ الاحسن۔ اس کتاب نے مولانا آگاہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا سید شاہ

ابوالحسن قرنی قدس سرہ کے حالات پیش کئے ہیں۔

- ۲۔ سعادت سرمدیہ فی وجود محبت محمدیہ -
- ۳۔ چہار صد ایراد بر کلام غلام علی آزاد - اس کتاب میں مولانا آگاہ نے مولانا آزاد بلگرامی کی شاعری پر چار سو اعتراضات کے ہیں - اس کا ایک نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدی، مدراس میں موجود ہے -
- ۴۔ نغمہ بیدل نواز - اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام، والاجہ روڈ مدراس میں احقر نے دیکھا تھا -
- ۵۔ کشف الغطاء عن اثرات یوم الجزاء - اس کتاب میں مولانا آگاہ نے قیامت کے دن جو علامات ظاہر ہوں گے ان کا تفصیلی ذکر پیش کیا ہے -
- ۶۔ سحر الحلال فی قصائد الہلال - اس کتاب میں مولانا آگاہ نے فارسی شعراء نے جو قصائد ہلال کی تعریف میں لکھے تھے انہیں یکجا کر دیا ہے -
- ۷۔ کتاب الرسائل فی ما يتعلق بالامامہ من المسائل - اس کتاب میں مولانا آگاہ نے سنیوں اور شیعہوں کے اختلافی مسائل پر مفصل بحث کی ہے - مولانا آگاہ کی یہ کتاب بڑی معرکہ آرا کتاب ہے جو ایک ہزار دو سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کا ایک نسخہ احقر نے کتب خانہ اہل اسلام، مدراس میں دیکھا تھا -
- ۸۔ احسن التبتین فی آداب المتعلمین - یہ کتاب (۸۰) اسی صفحات پر مشتمل ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام میں موجود ہے -
- ۹۔ ایقاظ الغافلین - اس کتاب کا حوالہ الاعلان بالاذان عند تفرول الغیلان میں آتا ہے -
- ۱۰۔ جلاء البصائر فی نقص فی نقض دلائل المناظر -
- ۱۱۔ سجل الجواہر فی شرح جلاء البصائر -
- ۱۲۔ فتویٰ در بارہ تقلید - اس کتاب کا نسخہ کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد میں محفوظ ہے -
- ۱۳۔ ایقاظ النیام الایتام بمقلد کل امام - یہ کتاب بھی کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے -
- ۱۴۔ ارشاد المجاہدین -
- ۱۵۔ اتحاف السالک فی شرح کلمہ خطر بالک -
- ۱۶۔ بیان دلہناد در شرح رباعی مسزاد -
- ۱۷۔ شرح دیباچہ ثنوی معنوی -

۱۸۔ افغان نے در شرح غزل اول حضرت خواجہ حافظ۔

۱۹۔ دیوان فارسی۔

مولانا آگاہ کی اردو تصانیف حسب ذیل ہیں:

- 1 - ہشت بہشت - یہ کتاب آٹھ منظوم رسالوں پر مشتمل ہے۔
- ۱- من دیپک - اس میں نور محمدی کا تفصیلی ذکر ہے۔
- ۲- من بہرن - اس میں ان تمام بشارتوں کا ذکر ہے جو قدم کتب مقدسہ میں موجود ہیں۔
- ۳- من موہن - اس میں حضور اکرمؐ کی سن ولادت سے لے کر آٹھ سال کی عمر تک کے حالات کا بیان ہے۔
- ۴- جگ سوہن - اس میں آنحضرتؐ کی وفات کے تاریخی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔
- ۵- آرام دل - اس میں نبی اکرمؐ کے اخلاق حمیدہ اور عبادات کا ذکر کیا گیا ہے۔
- ۶- راحت جان - اس میں حضور اکرمؐ کے خصائص بیان کیے گئے ہیں۔
- ۷- من در پن - اس میں آنحضرتؐ صلعم کے معجزات کا ذکر موجود ہے۔
- ۸- من جیون - اس میں فضائل درود کا تفصیلی بیان ہے۔

مولانا باقر آگاہ نے یہ کتاب شرک و بدعات میں بھنسنے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی خاطر عام فہم دکنی زبان میں لکھی تاکہ عوام الناس بہ آسانی سمجھ سکیں اس کتاب کے کئی ایک ایڈیشن مطبع کشن راج، مدراس سے شائع ہوئے۔ یہ کتاب مدراس اور کرناٹک کے ماحول میں اتنی مقبول ہوئی کہ میلاد کے جلسوں میں اکثر گھروں میں بڑی عقیدت و احترام سے پڑھی جاتی تھی۔

2 - رسالہ عقائد - یہ مثنوی چار سو بیس ابیات پر مشتمل ہے جس میں اہل سنت و الجماعت کے عقائد بیان کیے گئے ہیں۔

3 - تحفۃ النساء - یہ طویل مثنوی عورتوں کے لیے لکھی گئی۔ عورتوں کی ذہنی پرورش و پرداخت میں یہ مثنوی بہت اہم رول ادا کر چکی ہے۔

4 - محبوب القلوب - یہ مثنوی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے حالات پر مشتمل ہے

- 5 - ریاض الجنان - اس مثنوی میں اہل بیت کے فضائل موجود ہیں۔
- 6 - تحفۃ الاحباب - اس مثنوی میں اصحاب کرام کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔
- 7 - فوائد در فرامد - اس کتاب میں اقسام وحی کیفیت وحی سے متعلق ذکر موجود ہے۔
- 8 - گلزار عشق - اس طویل مثنوی میں رضوان شاہ اور روح افزاء کے قصہ کو نظم کیا گیا ہے۔
- 9 - خمسہ متحیرہ اوج آگاہی - یہ کتاب پانچ مثنویوں پر مشتمل ہے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(ا) صبح نو بہار عشق (ب) ندرت عشق

(ج) غرقاب عشق (د) حیرت عشق (و) حسرت عشق

مولانا یوسف کوکن عمری نے اپنی تالیف باقر آگاہ صفحہ نمبر ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ مولانا آگاہ کی یہ تصنیف کہیں موجود نہیں ہے لیکن آج سے پانچ چھ سال پہلے اس تصنیف کا ایک مکمل نسخہ مولانا راہی فدائی اور احقر نے کتب خانہ مدرسہ لطیفیہ، حضرت مکان، دیلور میں دیکھا تھا۔

ڈاکٹر محمد علی اثر نے اپنے مضمون "مولانا باقر آگاہ" میں خمسہ متحیرہ "اوج آگاہی کے دیگر نسخوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اطلاع دی ہے کہ اس کا ایک مکمل نسخہ کتب خانہ سالار جنگ کی زینت ہے۔

اس کے علاوہ اس تصنیف کی اولین مثنوی "صبح نو بہار عشق" کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو کراچی کی کتب خانہ کی زینت ہے۔ اور اس مجموعے کے ابتدائی تین مثنویاں کتب خانہ آصفیہ، اور سینٹل مینسکرپٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہیں۔ (38)

10 - روپ سنگار - ۳۷۰ - ابیات پر مشتمل اس مثنوی کا موضوع نامکمل بھید ہے۔

اس نادر و نایاب مثنوی کا واحد مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو کا محزونہ ہے۔

11 - روضۃ الاسلام شافعی فقہ کے موضوع پر یہ مثنوی ۲۲۲۲ - اشعار پر مشتمل ہے۔

12 - دیوان ہندی - اردو غزلوں قصیدوں رباعیوں اور قطعات پر مشتمل "دیوان

آگاہ" کے چار قلمی نسخوں کا سہہ چلتا ہے۔ دو کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں موجود

ہیں اور ایک ایک نسخہ کتب خانہ سالار جنگ اور کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کی زینت ہے۔

علامہ باقراگاہ کے فن اور شخصیت پر ڈاکٹر ذاکرہ غوث کی ضخیم کتاب (مطبوعہ 1995ء) علامہ کی علمی و ادبی کثیر الجہات خدمات کو محیط ہے۔

۲۶۔ محمد میر جواد پلا اور

آپ بمقام رام ناڈ پورم ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا اور رام ناڈ پورم کے علماء سے عربی اور تمل زبان و ادب کی کتابیں پڑھیں۔ بچپن ہی سے شاعری کے اثرات رگ و پے میں سرایت کر گئے تھے۔ آپ کی شاعری جلالی کیفیات سے مملو تھی، اکثر ذومعانی اشعار لکھتے تھے۔ رام ناڈ پورم کا راجہ Seethupati آپ کی جلیل القدر شخصیت اور عالمانہ شاعری کا بہت زیادہ قدر داں تھا۔

آپ نے تمل زبان میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم دستگیر پر ایک طویل مقببت "محی الدین آنڈاگنی پلائی" لکھی جو آپ کی شہرت کا باعث بنی۔ تمل زبان کے مشہور محقق ایم۔ آر۔ ایم۔ عبدالرحیم کا بیان ہے کہ آپ نے مقببت لکھنے کے بعد اس کو نواب والا جاہ (المتوفی ۱۲۱۰ھ مطابق ۱۷۹۵ء) کی نذر کی تو وہ بہت خوش ہوئے۔

اس مقببت کے اختتام آپ نے نواب والا جاہ کے حق میں دعائیں بھی دی تھیں نواب والا جاہ نے آپ کی شعری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ آپ ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۰۸ء میں اس دار فانی سے سدھارے اور بمقام پرمنا کوڈی احاطہ جامع مسجد میں مدفون ہوئے۔

۲۷۔ سید محمد غوث غوثی آرکائی

سید محمد غوث قادری نام غوثی تخلص محمد پور (آرکائی) میں پیدا ہوئے۔
(39) آپ کے والد افسحی بھی شاعر تھے۔

ڈاکٹر محمد علی اثر کا بیان ہے کہ افسحی کے نانا حضرت ہاشم حسینی علوی معروف بہ ہاشم پیر محمد ابراہیم عادل شاہ اور عادل شاہ کے مرشد اور وجیہ الدین علوی گجراتی کے برادر زادہ تھے (40)۔ غوثی آرکائی قدم اردو کے ایک پرگو اور قادر الکلام سخنور تھے آپ کی تصانیف میں قصص الانبیاء کے موضوع پر 12500 اشعار پر مشتمل ایک ضخیم مثنوی کے علاوہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے مناقب میں "ریاض غوثیہ" اور "غوثیہ" کے نام سے دو مثنویاں، "تفسیر غوثی" کے عنوان سے ایک مختصر نثری رسالہ اور "ضیافت نامہ حضرت محمد" کے زیر عنوان ایک قصیدہ ملتا ہے (41)۔

غوثی کا شمار حضرت باقر آگاہ کے رفقاء خاص میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آگاہ کی تقریباً تمام کتابوں کے آخر میں غوثی کے قطعہ ہائے تاریخ ملتے ہیں۔ غوثی ایک درویش صفت، سنی المذہب اور قادری المشرک بزرگ تھے۔ "ریاض غوثیہ" میں انھوں نے نواب والا جاہ کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں (42)۔

نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ غوثی نے ۱۲۲۵ھ م 1810ء میں انتقال کیا (43) اور ان کا مزار ان کے مرشد حضرت سر اللہ انترجامی کے مزار کے روبرو ہے (44) ابو سعید والہ مدراسی نے غوثی کی وفات کی تاریخ نکالی تھی لیکن تلاش و بسیار نے باوجود "ماہ و تاریخ وفات نہیں مل سکا۔"

۲۸۔ غوثی چنگل پیٹی

غوثی چنگل پیٹی اور غوثی آرکائی دونوں ہم عصر شاعر تھے۔ اس لیے دونوں کی زبان و بیان میں بڑی حد تک یکسانیت نظر آتی ہے۔ حضرت کاوش بدری اور جناب اکرام کاوش نے غوثی آرکائی اور غوثی چنگل پیٹی کو خلط ملط کر دیا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد علی اثر غوثی چنگل پیٹی اور غوثی آرکائی دو علاحدہ شخصیتیں ہیں اول الذکر "چنگل پیٹی" کا متوطن تھا اور اس نے اپنے والد کا نام میر احسن اللہ بتایا ہے جب کہ آخر الذکر غوثی اپنے

آپ کو محمد پور (آرکاٹ) کا رہنے والا کہتا ہے اور اس کے والد افسحی صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ اشعار دیکھیے۔

ہوں میں احسن اللہ کا غوثی پسر
محمد پور کا غوثی رہنار
افسحی مجھ باپ ہے اور میں غلام
او کھلایا ہے اہنبا نو بہار
چنگل پیٹ وطن ہے جو میرا نگر (45)
کتے آرکاٹ جس بلدے کوں اظہار
جس فضیلت کا تھا دکھن بیچ نام
عاشقاں قربان ہیں جس پر ہزار (46)
غوثی چنگل پیٹی حضرت بندہ علی شاہ کامرید اور ارادت مند تھا۔ اس کے دیگر اساتذہ میں
شاہ محمد علی اور محمود بندر کے ملاں شریف کے نام ملتے ہیں (47)۔

غوثی نے اپنے دوست محمد غفور و یلوری کے ایما پر "شہادت جنگ سلطانی" کے نام سے ۶۷۵
ابیات پر مشتمل ایک مثنوی قلمبند کی ہے۔ اس مثنوی کو غوثی نے ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں
مکمل کیا۔ "شہادت جنگ سلطان" کو ڈاکٹر آمنہ خاتون نے مرتب کر کے بہاراجہ کلج میور کے
سالنامے "محرر" میں 1957ء میں شائع کیا ہے۔

۲۹۔ عمرولی القادری

آپ بمقام کامل پشتم ۱۱۶۲ھ مطابق 1748ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے قصائد کے مطالعہ
سے ایسا لگتا ہے کہ آپ کو تصوف پر بھرپور عبور حاصل تھا اور آپ کی مادری زبان ٹمل تھی۔ عربی
زبان میں آپ کے لکھے ہوئے قصائد ٹمل بولنے والے علماء میں بے حد مشہور ہوئے۔
دین کی تبلیغ کے سلسلے میں آپ مشرقی ہندوستان اور جزیرہ سماترا (Sumatra)
گئے اور وہاں چودہ سال اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گزار کر متعدد عربی مدرسوں کی بنیاد رکھی۔
آپ نے عربی اور ٹمل زبان میں بہت سی کتابیں ترتیب دیں جو کئی ایک مدارس کے نصاب میں
شامل تھیں۔

ڈاکٹر شعیب عالم نے آپ کی کتابوں کی (ٹمل زبان میں) جو فہرست دی ہے وہ حسب
ذیل ہے (48)۔

۱۔ غرائب النظام ۲۔ ہدایۃ الاغنیاء ۳۔ بحر السر ۴۔ سرائح

۵۔ طریق الوصل ۶۔ شکایت العزائم الی حمیم المرام ۷۔ مباہلت الشیخ

۸۔ بشارۃ اللہ ۹۔ کنز الجنان ۱۰۔ مال العبد ما یشاء یدبر

ii۔ نظام المدارس

آپ نے ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں وصال فرمایا۔

۳۰۔ مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر

آپ ۱۱۶۶ھ مطابق 1753ء میں بمقام آرکات پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام مولوی

ناصر الدین محمد تھا۔ آپ تبلیغ اسلام اور تجارت کی غرض سے جنوبی ہند آئے اور ہمیشہ کے لیے

یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اپنے دادا قاضی نظام الدین احمد صغیر سے کتب متداولہ کی تعلیم

حاصل کی دادا کے انتقال کے بعد مولوی امین الدین احمد خان سے علم فقہ اور علم کلام کی تکمیل کی

جب ۱۱۹۵ھ مطابق 1780ء میں اپنے استاد کی وفات ہو گئی تو مولوی ولی اللہ بن محمد عبدالعظیم

بہاری (نظہرنگر) ترچنا پلوی سے تصوف اور سلوک کا اکتساب کرنے کے بعد مدراس تشریف

لائے اور نواب امیر الامراء کے ملازم ہو گئے نواب کی رحلت تک اسی ملازمت سے وابستہ رہے اور

جب ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں نواب اعظم الدولہ کرناٹک کے نواب بنائے گئے تو مولوی

غوث کا بحیثیت دیوان تقرر عمل میں آیا اور انھیں "شرف الملک شرف الدولہ" کے خطاب سے

بھی نوازا گیا۔

۱۲۰۵ھ مطابق 1790ء میں نواب اعظم الدولہ کے استاد مقرر ہوئے تقریباً سات سال

کے بعد اچانک اپنے عہدے کو استعفیٰ دیکر بقیہ زندگی خدمت خلاق خدا اور تصنیف و تالیف میں

گزار دی۔

۱۲۳۸ھ مطابق 1822ء میں آپ کی روح قفس عنصری سے نکل گئی اور آپ

مسجد والا جاہی، مدراس کے احاطہ مبارک میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند قاضی

بدر الدولہ نے علمی دنیا میں بڑی شہرت اور ناموری پائی۔

آپ نے فارسی اور عربی میں بیشتر کتابیں تصنیف کیں جن میں:

"نثر المرجان فی رسم نظم القرآن" یہ آپ کی بہترین عربی تصنیف ہے۔ جسے آپ نے مولانا

بحر العلوم کی خواہش پر تصنیف کیا یہ سات ضخیم جلدوں میں حیدرآباد سے چھپ چکی ہے۔

۲ "الفوائد الصبغیہ شرح الغرائض الرحیمہ" (49) یہ علم فرائض کی مشہور نظم الرجیہ کی مشہور عربی شرح ہے۔ آپ نے اپنے دونوں فرزندوں مولوی عبدالوہاب اور مولوی صبغت اللہ کے لیے یہ کتاب لکھی تھی۔

۳ "انجم الوقاد فی شرح قصیدہ بانس سعاد" یہ کتاب صحابی رسول حضرت کعب ابن زہیر کے مشہور قصیدہ عربی کی عربی شرح ہے۔

۴ "رشحات الاعجاز فی تحقیق الحقیقت والمجاز" (50) یہ فارسی کا مختصر رسالہ ہے جس میں حقیقت و مجاز کے تعلق سے بحثیں موجود ہیں۔

اسی طرح بہت ساری عربی اور فارسی کتابیں مولوی محمد غوث کی نوک قلم سے منصفہ شہود پر آچکی ہیں مولوی محمد غوث کی ایک اور معرکہ آراء تالیف "ترجمہ کیدانی" ہے جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے (51) آپ کے اس ترجمے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کی اردو نثری فارسی آمیز اور قدیم اسلوب میں ہے شاید آپ نے لفظی ترجمہ کی قید سے اپنے زور قلم کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔

۳۔ مولوی غلام محی الدین معجز

آپ ۱۱۷۳ھ مطابق 1759ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا محمد ندم اللہ خان ندم ہیں۔ آپ حسب دستور قدم پانچ سال کی عمر میں مکتب مس ہٹھائے گئے۔ آپ نے والد کے انتقال کے بعد آراکٹ کے علماء سے فارسی اور عربی پڑھی اور فن کتابت میں مہارت حاصل کی۔ آراکٹ سے سترہ سال کی عمر میں ۱۱۹۰ھ مطابق 1776ء میں مدراس آئے نواب محمد علی والا جاہ کے بھائی نواب محفوظ خان نے آپ کی سرپرستی کی اور یہاں مولوی میر محمد بخش برہان پوری (المستوفی ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء) مولوی محمد غوث شرف الملک المستوفی ۱۲۳۸ھ مطابق 1822ء سید عاصم خان بہار زجنگ بہادر (المستوفی ۱۲۱۶ھ) اور علی دل خان مردوت (۱۲۰۱ھ) جیسے جمید علماء سے عربی اور فارسی کی تکمیل کی۔ بہت قلیل عرصے ہی میں آپ کے کمال علمی کی شہرت دور دور تک پھیلی تو نواب امیر الامراء بہادر المستوفی ۱۲۰۳ھ مطابق 1788ء نے آپ کو اپنے فرزند عظیم الدولہ کا اتالیق مقرر کیا۔ امیر الامراء کی وفات کے بعد نواب والا جاہ نے بھی اپنے ہاں بطور معلم معجز کو

رکھا۔ آپ کا انتقال ۲۴ / شوال ۱۲۲۹ھ مطابق 1817ء میں ہوا اور میلاپور میں مولوی سید احمد اللہ مرحوم کی خبر کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کا اردو دیوان "مجموعہ اشعار ہندی" اور فارسی دیوان "گلدستہ اشعار معجز" کے نام سے خود معجز کے فرزند مولوی غلام عبدالقادر ناظر نے ۱۲۳۲ھ مطابق 1816ء میں مرتب کیا۔

۳۲۔ مولانا مولوی مرزا اظفری

آپ کا نام محمد ظہیر الدین علی بخت اور اظفری تخلص تھا آپ کے والد کا نام سلطان محمد ولی تھا آپ کا خاندانی سلسلہ مغلیہ سلطنت کے حکمرانوں سے ملتا ہے۔ اظفری کی ولادت ۱۱۶۴ھ مطابق 1760ء میں بمقام لال قلعہ دہلی ہوئی۔ اظفری نے عربی، فارسی اور ترکی زبانیں اپنے دور کے باکمال اساتذہ سے سیکھیں اور فن موسیقی اور تیر اندازی میں بھی دسترس حاصل کی۔ فن شاعری میں آپ کو میر تقی میر سے فیض سخن حاصل تھا۔ جب آپ کے والد کا انتقال ۲۸ / محرم ۱۲۰۰ھ مطابق 1785ء میں ہوا تو آپ اپنی والدہ کے ہمراہ دردر کی خاک چھانتے ہوئے (۱۶ / ذی القعدہ ۱۲۰۰ھ مطابق 1785ء) کو مدراس بمقام Red Hills پہنچے چونکہ آپ نے بمقام نائیڈو پیٹ آندھرا سے ایک مکتوب اور اپنی عربی، فارسی، ترکی اور اردو شاعری کے نمونے نواب عمدہ الامراء کی خدمت میں ارسال کیے تھے اس لیے نواب صاحب نے آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر اپنے محل میں نہ صرف آنے کی دعوت اور شاہانہ استقبال کیا بلکہ آپ کے لیے ماہانہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔ آپ کا عقد ثانی ۱۲۱۳ھ مطابق 1798ء میں مدراس کے پٹھان خاندان میں ہوا جب کہ آپ کی پہلی زوجہ لکھنؤ میں قیام پذیر تھیں۔ دوسری بیوی کے بطن سے مرزا والہ بخت، مرزا علی بخت اور سارہ بیگم پیدا ہوئیں۔ آپ نے ۱۲۱۴ھ مطابق 1799ء میں اپنی پہلی بیوی اور بچوں کو بھی مدراس بلایا۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مدراس میں گزارا اور ۱۶ / شعبان ۱۲۳۵ھ مطابق 1819ء کو جان بحق ہوئے۔

آپ نے نواب عمدہ الامراء کی خواہش پر اپنے استاد میر تقی میر کو مدراس آنے کی دعوت دی تھی لیکن میر صاحب نے بعض ناگزیر وجوہات کے تحت مدراس آنے سے معذرت چاہ لی تھی۔ آپ نے فارسی، ترکی اور اردو میں بہت ساری کتابیں تصنیف کیں جن میں "واقعات

اظفری "، "سوانح اظفری"، "لغات ترکی چغتائی"، "محبوب القلوب" اور "شکری ناری" (اردو اور ہندی لغات کا مجموعہ) "سوانح اظفری"، "رسالہ عروضی وقافیہ"، "دیوان فارسی"، "دیوان ترکی" اور "دیوان اردو" قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ عروضی زادہ فوہد المبتدی، فرہنگ اظفری، معروف اللغات، نصاب ترکی، میزان ترکی بھی آپ کے تصانیف میں شامل ہیں۔

۳۳۔ مکھن لال بہادر خرد

آپ منشی رائے دولت رام کے فرزند تھے۔ آپ ۱۱۷۷ھ مطابق 1763ء میں بمقام دینکشاگری پیدا ہوئے۔ آپ کی فارسی تعلیم مختلف علماء کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ بچپن ہی میں حیدرآباد گئے اور وہیں آپ نے فارسی تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم و فنون پر بھی مہارت حاصل کی۔ آپ نواب امیر الامراء بہادر کی دعوت پر مدراس تشریف لائے اور بعد میں نواب محمد علی والا جاہ کے چھوٹے فرزند نے آپ کو منشی کا عہدہ عطا کیا۔ یہاں پر آپ نے مولانا عبدالعلی ملک العلماء اور مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر سے عربی سیکھی اور عربی گرامر کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔ آپ کو فن تاریخ گوئی میں بڑی دست گاہ حاصل تھا۔ جب نواب والا جاہ کی خواہش پر آپ نے مسجد والا جاہ کی سنگ بنیاد کی قطعہ تاریخ لکھی جو آج بھی اس مسجد کے محراب کی پیشانی پر کندہ ہے۔

ساخت طاہرنگہ اسلام شہ دین پرور
آنا کہ فرمان براہست زمرہ ناماہی
بہر تاریخ بنائش بجزد ہائف گفت
نام فرخندہ دی مسجد والا جاہی
۱۲۱۰ھ

نواب عظیم الدولہ کے زمانے میں آپ کو راجہ اور بہادر کے خطابات سے نوازا گیا اور پلنکو من کے دربار میں آنے کی اجازت دی گئی۔ آپ آخری عمر تک نوابین آرکٹ کے دربار میں منشی اور سررشتہ دار کے عہدے پر فائز تھے۔

آپ کے نام کاروشن ستارہ ۲۴ / شوال ۱۲۴۱ھ مطابق 1825ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

اس فانی دنیا سے غروب ہو گیا۔ اور آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی بیوی کا انتقال ۱۰ / شعبان المعظم ۱۲۲۷ھ مطابق 1831ء میں ہوا۔ آپ کے فرزند تکیم چند نے بھی آپ ہی کی طرح سرکار والاجاہی میں بڑا نام پیدا کیا اور علم و ادب میں مشہور ہوئے۔ جن کی وفات ۱ / محرم الحرام ۱۲۵۳ھ مطابق 1837ء میں ہوئی۔

بیس پچیس سال پہلے مولانا کوکن نے احقر سے ایک ملاقات پر بتایا کہ راجہ مکھن لال خرد نے ایک کتابچہ "فن تاریخ گوئی" بھی لکھا تھا جو انھوں نے کتب خانہ مدرسہ محمدی میں 1937ء میں دیکھا تھا۔ احقر نے چند سال پہلے کتب خانہ کی فہرست دیکھی تو اس فہرست میں مکھن لال خرد کی کسی کتاب کا پتہ نہ چلا۔۔۔ والد عالم بالصواب۔

آج بیس پچیس سال پہلے راقم نے آپ کا مرتب کردہ مختصر سا دیوان گورنمنٹ مینو اسکریپٹ لاہریری مدراس میں دیکھا تھا اس دیوان میں نعت شریف کے علاوہ حضرت شیخ عبدالقادر پر ایک طویل مقبت بھی شامل ہے۔

۳۴۔ حکیم غلام علی موسیٰ رضا خان رائق

آپ محمد پور، آرکٹ میں ۱۱۸۰ھ مطابق 1766ء میں پیدا ہوئے۔ نواب حیدر علی نے جب آرکٹ پر حملہ کیا تو نامساعد حالات کے پیش نظر آپ اپنے والدین کے ہمراہ نلور، آندھرا پردیش گئے اور وہاں کے جمید عالم سید امیر الدین علی (المتوفی ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء) کی زیر نگرانی عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدراس آئے اور مولانا باقر آگاہ و یلوری کے شاگردوں میں شریک ہوئے۔ مولانا باقر آگاہ کی سفارش پر نواب عمدہ الامراء نے آپ کو منشی کا عہدہ عطا فرمایا، نواب عمدہ الامراء کے بعد آپ نواب اعظم الدولہ کے خاص الخاص حکیم اور سکریٹری مقرر ہوئے۔

آپ نے ۵ / رجب المرجب ۱۲۲۸ھ مطابق 28 / نومبر 1832ء کو داعی اجل کو

لبیک کہا اور ابو سعید والائے درج ذیل شعر سے آپ کی تاریخ وفات نکالی:

ساس ز سریکارم گفت حقا کہ زدہرافت لقمان

۱۲۲۸ھ ۱۲۵۰ھ

آپ نے جو تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ گلدستہ کرناٹک۔ اس گلدستہ میں کرناٹک کے اہم ترین شعراء کا تذکرہ موجود ہے۔

(52)

۲۔ دیوان رائق فارسی کلام کا مجموعہ (53)

۳۔ جامع الاشیاء (54)

رائق کے انتقال کے بعد اس نسخہ کو بقول مولانا یوسف کوکن نور محمد فرسانی نے صاف

کیا اور اسے دو حصوں (55) میں مرتب کیا اور نقل مدراس کی Govt Manuscript

Library میں موجود ہے جو ۱۳۷۰ھ مطابق 1950ء میں شائع ہوئی۔

۳۵۔ نواب غلام اعزالدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی

آپ حامد علی خان ولد عبدالحی کے فرزند تھے۔ آپ کے ولادت ۱۱۸۱ھ مطابق 1767ء

میں بمقام مدراس (56) ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام غلام علی تھا۔ آپ نے مولوی حافظ محمد حسین

سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت نامی فارسی، عربی اور اردو تینوں زبانوں میں ید طولی رکھتے

تھے۔ اردو شاعری میں مولانا باقر سے اکتساب فن کیا ہے۔ آپ نے "نوبہار عشق" (57) اور

"بہارستان عشق" (58) "بوستان بہشت" نامی مثنویوں کے علاوہ "گنج قدرت" کے نام سے

حضرت شیخ شاہ الحمید میراں عبدالقادر ناگوری (المستوفی ۹۷۸ھ مطابق 1570ء کی سوانح حیات بھی

لکھی۔ آپ کی فارسی مثنویوں میں "فردوس اعجاز" اور "ساقی نامہ" کو بہت شہرت نصیب ہوئی تھی

نامی نے بھی فارسی میں شعر کہنے کو معیوب تصور کیا اور ہندی میں اپنے خیالات کے اظہار کو ترجیح

دی۔ شمال کے شعراء مثلاً مرزا محمد رفیع سودا، آبرو، سوز، مظہر، سے اپنے آپ کو برتر سمجھتے تھے۔

نواب عمدہ الامراء نے آپ کو ملک الشعراء کے خطابات سے بھی نوازا تھا۔

آپ کی وفات ۱۲۴۰ھ مطابق 1824ء میں ہوئی اور احاطہ پریسڈنسی کالج مدراس میں

آپ کی تربت آج بھی محفوظ ہے۔

۱۔ مثنوی واعنستان کلفت ۱۲۳۱ھ

۲۔ مثنوی مدینہ الانور ۱۲۱۳ھ

۳۔ مثنوی نو بہار عشق جسے مولانا محمد یوسف کوکن نے 1955ء میں مرتب کر کے شائع کیا تھا۔

۴۔ مثنوی بلقیس و سلیمان

۵۔ مثنوی قادر ولی الموسوم بہ گنج قدرت

۶۔ مثنوی بہارستان عشق یا لیلیٰ مجنوں

۷۔ مثنوی شیرین خسرو

۸۔ قصہ بنارس اور نظم نامہ خواب

۹۔ مثنوی وفات نام (شاید مدینہ الانوار کا دوسرا نام ہے)

۳۶۔ مولانا مولوی محمد اسحاق

آپ کی پیدائش ۱۱۸۲ھ مطابق 1770ء میں بیجاپور ہوئی۔ لیکن آپ کی عمر کا بیش تر حصہ مدورا (مدرا اس) میں بسر ہوا۔ آپ نے "ریاض العارفین" کے نام سے ایک صوفیانہ مثنوی ۱۲۰۶ھ مطابق 1791ء میں تصنیف کی۔ یہ مثنوی دس ابواب پر مشتمل ہے جس میں بندگی رب، خوف خدا، عمل توکل، عاجزی و تحمل، رضا بہ قضا، عشق و محبت اولیاء کرام وغیرہ موضوعات کو موضوع سخن بنایا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا اسحاق نے یہ مثنوی ۱۱۰۲ھ میں پایہ تکمیل پہنچی۔

جب کیا میں نظم یو شیریں مقال

عمر تب مری اتھی بائیس سال

اور سن، ہجرت شہ ذوالافتخار

تھی ہزار اک دو صد شش در شمار

مذکورہ بالا اشعار سے مولانا اسحاق کا سن پیدائش ۱۱۸۲ھ مطابق 1770ء برآمد ہوتا ہے

"ریاض العارفین" ایک قلمی نسخہ کتب خانہ جامعہ مسجد، بمبئی (UM 71) میں محفوظ ہے۔

اس کے علاوہ اس مثنوی کے قلمی نسخے ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد اور

اسٹیت سنٹرل لائبریری، حیدرآباد میں بھی موجود ہیں۔ یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے اس کا

ایک مطبوعہ نسخہ کریمی لاہریری، بمبئی میں موجود ہے۔

۳۷۔ مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی و یلوری

آپ سید شاہ عبداللطیف ذوقی و یلوری کے فرزند ہیں۔ آپ بمقام و یلور ۱۱۸۶ھ مطابق 1772ء پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور آپ نے تفسیر، فقہ کی تعلیم مدراس کے جمید علماء سے حاصل کی پندرہ سال کی عمر میں علوم متداولہ میں بھرپور دسترس پیدا کی اور اپنے والد کے آستانے کے سجادہ نشین ہوئے۔ بقول مولوی حافظ بشیر الحق قریشی لطفی آپ نے اپنے رشتہ کے دادا حضرت مولانا سید شاہ میر تقی قادری قدس سرہ، سے اجازت و خلافت حاصل کی اور ظاہری اور باطنی نعمتوں سے فیض یاب ہوئے (59)۔ آپ پر اکثر جذب و استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی اور جب اس کیفیت سے باہر ہوئے تو آپ تصنیف و تالیف کی طرف مائل ہو جاتے۔ بقول مولانا محمد طیب الدین اشرفی مونگیری آپ پر ایک ہزار گیارہ مرتبہ جذبہ طاری ہوا۔ (60) حضرت محوی نے ان نورانی کیفیات کے ہم سفر ہونے کے باوجود علم و ادب کی بڑی خدمت انجام دی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں معرکتہ آراء کتابیں تصوف و معرفت کے موضوعات پر تصنیف کیں۔ آپ کی اکثر کتابیں مخطوطات کی صورت میں آج بھی دارالعلوم لطیفیہ و یلور کے کتب خانے کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ "رسالہ شرح حقیقت محمدی (فارسی)"، "مسئلہ بیعت غائب و حاضر"، فارسی رسالہ "تفصیل المراتب فی اطوار المراقب (61) (دکنی زبان میں) رسالہ ذکر (دکنی زبان)، نفس رحمانی (62)، رسالہ معرفت، رسالہ عالم ارواح، رسالہ عالم مشعل، رسالہ وجود مراتب وجود (63) رسالہ اسمائے ربوب الہی (64) مندرجہ بالا کتابوں میں حضرت محوی و یلوری نے اپنی ضروریات اور اصلاحی تقاضوں کے پیش نظر اس دور کی عوامی بولی میں اپنی تخلیقات پیش کیں۔ جس سے خواتین کی ذہنی ترتیب میں بہت آسانی ہوئی۔ بہر حال حضرت محوی کے تصانیف قدم اردو یعنی دکنی زبان میں ایک تاریخ ساز کارنامے سے کم نہیں۔ آپ کی وفات ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء میں ہوئی۔

۳۸۔ سید برہان خان ہانڈی

آپ بیجاپور کے سادات گھرانے سے تھے۔ آپ کے والد ماجد سید حسن تھے آپ بمقام نظہر نگر (ترچناپلی) پیدا ہوئے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں گھر پر پڑھیں۔ غلام حسین جودت کے زیر نگرانی فارسی زبان پر ملکہ حاصل کیا۔ فن انشا پردازی میں گوئی آپ کا ہم سر نہ تھا۔ نواب والا جاہ کے فرزند حسام الملک بہادر کے حکم پر کتاب "تزک والا جاہی" ۱۱۹۸ھ مطابق 1721ء میں لکھی اس کتاب کے بعد تذکرہ گلدستہ کرنا ملک کا ترجمہ کیا اور ہمیشہ کے لیے زندہ جاوید ہو گئے۔

آپ ۱۲۴۰ھ مطابق 1824ء میں واصل بحق ہوئے۔ آپ نے مندرجہ بالا معرکتہ الاراء کتابوں کے بعد چند اور کتابیں بھی تالیف کی جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نعرہ حیدری ۲۔ منشآت بے نظیر ۳۔ طوطی نامہ

آپ کے ہزاروں خطوط کا مجموعہ بنام "رقعات برہانی"، "انشائیے برہانی" کتب خانہ مدرسہ محمدی میں موجود ہیں (66)

۳۹۔ مولوی سید ابو سعید والا

آپ فرزند ابو طیب خان بمقام رحمت آباد ۱۱۹۵ھ مطابق 1776ء پیدا ہوئے۔ والا کے دادا سید زین العابدین نواب والا جاہ کے دیوان تھے والا نے عربی اور فارسی کی تعلیم اساتذہ عصر سے حاصل کی۔ فن شاعری میں مولانا باقر آگاہ کے شاگرد ہوئے۔ مولانا آگاہ کے انتقال کے بعد رحمت آباد گئے اور وہیں مولوی شاہ رفیع الدین قندہاری کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۲۵۲ھ مطابق 1836ء میں دوبارہ مدراس آئے اور نواب غلام غوث خان اعظم کے استاد مقرر ہوئے۔ فن خطاطی اور تاریخ گوئی پر دسترس رکھتے تھے۔ حسب ذیل کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں۔

۱۔ بحر غم ۲۔ آئینہ رحمت ۳۔ غزلیات و قصائد کا دیوان ۴۔ بحر رحمت

۱۲۶۴ھ میں آپ کی روح مالک حقیقی سے جا ملی۔

مسجد معمور (متیال پیٹ) کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔ مولانا مولوی مرتضیٰ علی خان خوشنود نے تاریخ وفات لکھی۔

العائبة للمستقین

۱۲۶۲ھ

۴۰۔ مولانا شیخ آدم

آپ نواب عمدہ الامراء کے استاد تھے۔ آپ نے امام ابن حجر کی کتاب "ترجمہ آدم فی الحدیث" کا اسی نام سے اردو میں ترجمہ ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں کیا ہے۔ آپ نے اس مقصد کے تحت مذکورہ بالا کتاب کا ترجمہ اردو میں کیا کہ وہ لوگ جو فارسی زبان سے واقف نہیں تھے خصوصاً عورتوں اور عام لوگوں کو فائدے پہنچے۔ مندرجہ ذیل ابواب میں اس کتاب کو تقسیم کیا گیا ہے۔

نماز، وضو، ماں باپ کی فرمانبرداری، زنا، حرام کاری، زنا بہ ہم جنس، مرد کے حقوق، عورت کے حقوق، خودکشی، اسقاط حمل، زکوٰۃ، شراب خوری، نوحہ خوانی، گناہ کبیرہ، یہ کتاب مطبع کریمی، بمبئی سے ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامع مسجد، بمبئی میں محفوظ ہے (67)۔

موصوف کی اس کتاب کے مطالعے سے اتنا ضرور سہ پہلے چلتا ہے کہ موصوف کو عربی زبان پر یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ فقہ، حدیث، منطق، فلسفہ، اور تصوف پر ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ آپ کی ایک اور کتاب "اعجاز الاسلام" سن تصنیف ۱۲۱۵ھ مطابق 1800ء اس کا ایک نسخہ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کا محزونہ ہے۔ مخطوطہ نمبر ۱۰۸۳ ہے (68)۔

۴۱۔ مولوی تراب علی نامی

آپ شیخ نصرت اللہ عباسی خیرآبادی کے فرزند تھے۔ آپ ۱۱۹۱ھ مطابق 1777ء میں خیرآباد سیتاپور (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم خیرآباد کے مستند اور جید علماء مولوی محمد علی، مولوی غلام امام رضوی اور مولوی سید عبدالوحید لکھنوی سے حاصل کی۔ شعر و شاعری کی طرف بھی طبیعت مائل تھی۔ مرزا قتیل (المتوفی ۱۲۲۳ھ مطابق 1808ء) کے تلامذہ میں شامل ہو کر بہت جلد فن شاعری پر قدرت حاصل کی۔ فکر معاش نے کسی ایک مقام

پر بیٹھنے نہ دیا۔ کلکتہ جا کر انگریزوں کی حکومت میں ملازمت کی۔ کلکتہ میں قیام کے دوران ۱۳۴۴ھ مطابق 1925ء میں ایران، اصفہان، شیراز اور عراق کا سفر بھی کیا۔ سفر سے واپسی کے بعد ایٹ انڈیا کمپنی کے حکم پر ۱۲۲۷ھ مطابق 1812ء میں مدراس آئے اور یہاں فورٹ سینٹ جارج کالج (69) میں صدر شعبہ عربی، فارسی اور اردو مقرر ہوئے۔ ۱۲۴۲ھ مطابق 1826ء میں عازم حج بیت اللہ ہوئے۔ حج کی سعادت سے مشرف ہونے کے بعد واپسی میں سری رنگا پٹنم (میور) کے مقام پر سخت بیمار ہوئے اور یہیں ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء کی شام واصل بحق ہوئے۔ دوسرے دن میپو سلطان کے چبوترے کے قریب تدفین عمل آئی۔ راقم اور مولانا راہی فدائی نے اس مقام پر کئی بار حاضری دی ہے۔ یہاں بہت ساری قبریں موجود ہیں لیکن کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے اس لئے ہم نامی کی قبر کا پتہ نہ لگا سکے۔

نامی کی تین کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وسیط النحو ۲۔ دار المنظوم (یہ کتاب منطق پر مشتمل ہے)

۳۔ رسالہ در میر تراب علی نامی بطرف ایران و عراق و عرب

کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے اس لئے ہم نامی کی قبر کا پتہ نہ لگا سکے۔

نامی کی تین کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وسیط النحو ۲۔ دار المنظوم (یہ کتاب منطق پر مشتمل ہے)

۳۔ رسالہ در میر تراب علی نامی بطرف ایران و عراق و عرب

۴۲۔ مولوی قاضی ارتضیٰ علی خان خوشنود

قاضی ارتضیٰ علی خان خوشنود فرزند قاضی مصطفیٰ خان خوش دل (المتوفی ۱۲۳۳ھ مطابق

1818ء) بمقام گوپامو ۱۱۹۸ھ مطابق 1783ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء میں

جب آپ اپنے والد محترم سے ملنے مدراس آئے تو نواب اعظم الدولہ بہادر نے آپ کو مدراس کا

مفتی مقرر کیا۔ آٹھ نو سال تک اسی عہدے پر فائز رہ کر اس سے مستفی ہوئے اور پھر دوبارہ ضلع

چتور (آج جو آندھرا پردیش میں شامل ہے) کے قاضی بھی بنائے گئے۔ ۱۲۲۶ھ مطابق 1811ء

میں شہر مدراس کے قاضی القضاة بنے اور ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔

صاحب تذکرہ "حدیقۃ المرام" مولوی مہدی واصف نے لکھا ہے کہ حج و زیارت سے فارغ ہو کر مدرسہ واپس ہو رہے تھے کہ بندرگاہ "حدیدہ" میں جہاز ہی میں ۱۲۷۰ھ مطابق 1853ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور نعش مبارک سمندر کے حوالے کر دی گئی۔ آپ کی تاریخ وفات "دامن دریا خوشنود" سے نکلتی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی مصنف "نہ سہ الخواطر" نے قاضی خوشنود کا شمار ان فاضلین میں کیا ہے جو درس و افادہ میں ہمہ گیر شہرت کے حامل تھے اور مولف تذکرہ "علمائے ہند" رحمان علی نے بھی آپ کی تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کی تالیفات حسب ذیل ہیں:

۱۔ نقود الحساب ۲۔ فرائض ارتضیہ ۳۔ شرح فارسی قصیدہ بردہ

۴۔ شرح الاسماء الحسنیٰ عربی ۵۔ نفائس ارتضیہ (عربی) ۶۔ تصریح المنطق عربی

آپ زندگی بھر درس و تدریس، ذکر الہی اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں مصروف رہے۔ مختلف علوم مثلاً فقہ، اصول فقہ، حکمت و ریاضی، اور منطق پر آپ نے کئی ایک کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ بالخصوص "نقود الحساب" اور "فرائض ارتضیہ" کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور یہ دونوں کتابیں فورٹ سینٹ جارج کالج پریس سے شائع ہوئیں۔

آپ کی عربی و فارسی میں متعدد قلمی اور مطبوعہ کتابیں کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد میں محفوظ ہیں۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی خاصہ لگاؤ تھا۔ آپ عربی، فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ نواب غوث خان بہادر، شیرین سخن راقم، قدرت اللہ قدرت کو آپ سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ اکثر علماء کی تاریخ وفات آپ نے نکالی ہے۔ "گلزار احمد" میں خوشنود کا فارسی کلام اور اردو کلام کا ذکر موجود ہے (70)۔

۴۳۔ مولانا مولوی حافظ شیخ عبد القادر

آپ کی ولادت ۱۵ / ربیع الاخر ۱۱۹۸ھ مطابق 1783ء بمقام زمین اتور (سلیم) میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا شاہ غلام محی الدین (المستوفی ۱۲۲۰ھ مطابق 1805ء) تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے پاس ہوئی اور امام العروس سے بیعت و خلافت حاصل

کی۔ آپ نے مدرسہ پٹیالہ کو قاضی ار تفضی علی خان خوشنود سے بھی خوب استفادہ کیا۔ مدرسہ کے علمی ماحول سے سیراب ہونے کے بعد آپ نے ویلور کا رخ کیا اور وہاں پہچکر آپ نے حضرت ابو الحسن محوی، حضرت مکان ویلور کی بارگاہ سے ایسا اثوٹ رشتہ جوڑا کہ جس کا نقش آج بھی لطیفیہ کی تاریخ میں روشن اور نمایاں ہے۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل میں ویلور میں نکاح ثانی اپنے خلیفہ مولانا مولوی محمد امین الدین قادری کی دختر فاطمہ بی بی سے کیا جن کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا تو حضرت محوی نے یہ پیشین گوئی کی کہ یہ لڑکا دینی دنیا میں علم و عرفان کی وہ شمع روشن کرے گا جس کی روشنی سے ایک عالم مستفیض ہوگا۔

حضرت محوی کی پیشین گوئی کے مطابق آگے چل کر یہی نومولود ہستی حضرت شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری ثم مدرسہ باقیات صالحات کی بانی بنی۔ مولانا راہی فدائی کا کہنا ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر بڑے پائے کے عالم تھے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں یدِ طولیٰ حاصل تھا بالخصوص عربی زبان و ادب کے ماہر عالم با عمل تھے۔ آپ نے مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء) کی فارسی تفسیر "تفسیر عزیز" کا عربی ترجمہ فرمایا ہے۔ جس کا نام "التعریب القادری للتفسیر العزیزی" ہے (۷۱)۔

آپ کی وفات ۱۹ / محرم الحرام ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء بمقام آتور (سلیم) ہوئی۔ "آفتاب علم شد زیر زمین" مادہ تاریخ رحلت ہے۔

۴۴۔ محمد علی حسین ماجد

آپ نواب عمدہ الامراء بہادر کے فرزند ہیں۔ بمقام مدرسہ ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بہت کم عمری میں قرآن مجید ختم کر کے فارسی اور عربی زبان و ادب پر بہت جلد دسترس حاصل کر لی۔ ابتداء میں اصلاح سخن کے لیے مولانا باقر آگاہ کی طرف رجوع ہوئے اور آگے چل کر جب صاحب زادے نے اپنے استاد سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تو نواب عمدہ الامراء صاحب زادے کو مولانا باقر آگاہ کے پاس لے گئے اور انہوں نے اپنی جانب سے معافی چاہی اور بدستور اصلاح جاری رکھنے کے لیے کہا۔ چونکہ مولانا صاحب زادے کے ناخوش گوار رویے سے دل برداشتہ ہو چکے تھے اس لیے انہوں نے صاف صاف طور پر نواب صاحب سے کہہ دیا کہ فی

الحال صاحب زادے فارغ الاصلاح ہو چکے ہیں۔

مولف سخن و روان بلند فکر کا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد صاحب زادے نے نہ صرف اپنا مذہب تبدیل کر کے اپنے آپ کو شیعوں میں شامل کر لیا بلکہ مولانا باقر آگاہ کی تخلیقی جواہر پاروں پر بے جا تنقیدی حلیے بنا کر اپنی تباہی کو دعوت دی۔

آخرش خاندان والا جاہی کا یہ نازک خیال، باکمال صاحب دیوان نوجوان شاعر بہت کم عمری میں ۱۲۶۱ھ مطابق 1801ء میں جان بحق ہو گیا۔ کسی نے تاریخ وفات لکھی ہے
امیر الملک ماجد نوجوان رفت

۱۲۱۶ھ

موصوف نے غزلیات کے دو دیوان اور ایک مثنوی اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ جو ماجد کی فکری وسعتوں اور جذباتی بلند پروازیوں کی آئینہ دار ہیں۔

۴۵۔ مولوی محمد سعید اسلمی

آپ کی ولادت مدراس میں ۱۱۹۸ھ مطابق 1783ء میں ہوئی۔ آپ نے بقول مولوی رحمان علی مولف تذکرہ علمائے ہند مدراس کے جید علماء مثلاً مولانا مولوی عبدالعلی بحر العلوم فرنگی محلی سے عربی اور فارسی کی تعلیم مکمل کی (72) آپ اپنے دور کے فاضل علماء میں سے تھے حضرت قطب دیلور سید شاہ عبداللطیف نقوی کے استاد ہیں اور آپ نے فتنہ وہابیت سے علاقہ مدراس کو نجات دلانے میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔

آپ نے فارسی کتاب "تحفۃ اثناء عشریہ" کا ترجمہ عربی میں کیا۔ اس کتاب کے علاوہ آپ کی تصانیف میں سفینہ زرینہ (علم عقائد)، تفسیر قرآن (چہار جلد) اور سفینۃ النجات بے حد مشہور ہیں۔

آپ نے ۱۲۷۲ھ مطابق 1855ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۴۶۔ مولوی صفی الدین محمد ناصر

آپ محمد عبداللہ قادر علی خان بہادر کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۹۸ھ مطابق

1783ء میں ہوئی۔ مولوی صفی الدین نے مولانا باقر آگاہ کے پاس عربی فارسی اور فن شعر و شاعری کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا باقر آگاہ کے بعد مولوی غلام محی الدین معجز اور مولوی خیر الدین خان فائق سے اکتساب شعر و سخن کیا۔ آپ نے حیدرآباد سے یونانی طب کی بھی تعلیم حاصل کی اور ماہر اطباء میں اپنا خاص مقام پیدا کر لیا۔ آپ کی وفات ۲۱۲۳ھ مطابق 1827ء بمقام مدراس ہوئی۔

آپ فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے آپ کی شاعری کے نمونے مولانا یوسف کوکن نے اپنی کتاب ”خانوادہ بدرالدولہ“ مطبوعہ ۱۳۸۳ھ مطابق 1963ء میں پیش کیے ہیں۔ لیکن آپ کا اردو مجموعہ کلام ناپید ہے۔

۴۷۔ مولوی قدرت اللہ خان قدرت

آپ کے والد کا نام محمد کامل تھا اور آپ کا نسبی سلسلہ حضرت ابو بکر صدیق سے ملتا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ عرب سے ہند آئے اور قنوج میں سکونت پذیر ہوئے پھر وہاں سے گوپامو آگئے اور وہیں مولوی مقیم شیخ غلام جیلانی اور شیخ بدر عالم سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ فن عروض مولوی مصطفیٰ علی خان خوش دل سے سیکھا۔ ۱۲۲۷ھ مطابق 1812ء میں مدراس آئے اور نواب اعظم جاہ کے ملازم ہوئے۔ نواب صاحب نے آپ کو خان اور بہادر کے القاب سے نوازا۔ آپ کی وفات ۲۱۸۱ھ مطابق 1864ء میں ہوئی اور تدفین مسجد والا جاہی کے احاطہ میں عمل میں آئی۔ آپ کا ایک فارسی تذکرہ شعراء ”نتائج الافکار“ کے نام سے ۱۲۵۹ھ مطابق 1844ء میں مدراس سے شائع ہوا۔ آپ نے ایک مثنوی ”گلزار عشرت“ ۱۲۳۳ھ مطابق 1817ء میں تصنیف کی۔

۴۸۔ مولوی میر حیات میسوری

آپ کے والد بزرگوار میر یوسف حسین کولار کے رہنے والے تھے (73)۔ نہ جانے کن حالات کے تحت موصوف و یلور آئے۔ کوئی تاریخی جواز نہیں ملتا۔ مدرسہ لطیفیہ میں نہ صرف علوم متداولہ سے مستفید ہوئے بلکہ حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی و یلوری المتوفی

۲۱۲۳ھ مطابق 1827ء کے دست مبارک پر بیعت کی اور بعد میں آپ نے حضرت سید شاہ کمال چشتی قادری (74) المتوفی ۱۲۲۴ھ مطابق 1809ء سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ علم و تحقیق کے شوق نے آپ کو مدراس کا رخ کرنے کی طرف مائل کیا تھا۔ مدراس پہنچ کر حضرت مولانا باقر آگاہ دیوری المتوفی ۱۲۲۰ھ مطابق 1805ء اور حضرت العلام مولانا عبدالعلی بحر العلوم فرنگی محلی المتوفی ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔

آپ اپنی آخری عمر میں اپنے وطن کولار میں چند دن قیام کرنے کے بعد میور گئے اور وہاں تعلیم و تدریس کو اپنی بقیہ زندگی کا مقصد بنایا۔ ہر گھڑی ہر لمحہ تصنیف و تالیف کے خدمات انجام دیتے رہے۔

- آپ کی وفات ۲۱۸۱ھ مطابق 1864ء میں میور میں ہوئی اور آپ فرار بقول اکرام کاوش میور بنگلور کی شاہراہ پر موجود ہے۔ آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات مشہور ہیں
- ۱۔ مفتاح الایمان - (دکنی زبان میں) مطبوعہ ۱۲۲۴ھ مطابق 1828ء، (یہ کتاب اپنے دور کے بزرگان دین کے حکایات و اقوال پر مشتمل ہے)
 - ۲۔ سراج الحیات - مطبوعہ ۱۲۶۱ھ مطابق 1854ء، (اس کتاب میں منظوم و منثور رسائل موجود ہیں۔)
 - ۳۔ خمسہ حیات - مطبوعہ ۱۲۶۸ھ مطابق 1861ء، (یہ نثری کتاب علم تصوف پر مشتمل ہے)
 - ۴۔ مصباح الحیات - مطبوعہ ۱۳۱۴ھ مطابق 1896ء، (یہ کتاب بھی نثر و نظم پر مشتمل ہے اور اس کتاب کی زبان عوام الناس کی ہے)
 - ۵۔ تعلیم نسوان - مطبوعہ۔

۴۹۔ مولوی قاضی مصطفیٰ علی خان خوش دل

قاضی مصطفیٰ علی خان خوش دل گوپاموی ۱۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۰ھ مطابق 1788ء میں مدراس آئے اور محمد علی والا جاہ کے دربار میں ملازم ہوئے۔ نواب والا جاہ نے موصوف کو "خان بہادر" کے خطاب سے نوازا۔ چند سال بعد دوبارہ گوپامو گئے اور وہیں سرکاری مدرسہ میں

درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ نواب والا جاہ کے انتقال (۱۲۰۱ھ مطابق 1795ء) کی خبر سن کر۔ تدفین کے لیے دوبارہ مدراس آئے اور پھر گوپامو لوٹ گئے۔ نواب عمرۃ الامراء تخت نشین ہو کر ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں وفات پائے تو تیسری مرتبہ مدراس آئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ اپنی آخری عمر میں مدراس کے قاضی القضاات بھی بنائے گئے۔ آپ کا انتقال ۱۲۳۴ھ مطابق 1818ء میں انتقال ہوا اور مسجد متیال پیٹ، مدراس میں واقع حضرت حافظ سید حبیب اللہ محمد حسن القادری چشتی کی درگاہ کے صحن میں مدفون ہوئے۔

۵۰۔ قاضی محمد اسلم خان شایان

آپ قاضی علی احمد خان ناطلی کے فرزند تھے۔ آپ ۱۲۲۰ھ مطابق 1785ء میں بمقام محمد پور، آرکٹ پیدا ہوئے۔ آپ کی فارسی تعلیم اپنے والد ماجد اور محمد رضا کی ظل عاطفت میں ہوئی۔ عربی تعلیم حضرت سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری علامہ باقر آگاہ، مولوی محمد غوث کی سرپرستی میں ہوئی۔ آپ نوابان آرکٹ کے ہاں منشی، داروغہ اور امین دارالضرب (Mint) اور تحصیلدار کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ فارسی کے بلند پایہ ادیب اور شاعر تھے۔ مولف تاریخ النوائط نواب عزیز جنگ بہادر کا بیان ہے کہ آپ فن انشاء کے زبردست ماہر تھے۔ اور دربار والا جاہی میں دارالانشائے خاص کی صدارت کا شرف حاصل تھا (75)۔ آپ کی تصنیفات میں "مالک التسلیم"، "شرح مسائل التعلیم" بے حد مشہور ہیں۔

۱ شرح کفایت الاسلام ۲ کفایت المبتدین ۳ غین المصادر

۴ گدازدل ۵ گلدستہ مناقب

ان کتابوں کے علاوہ "وقائع حیدری"، اور "ظفر نامہ" تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کی

حامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۳۴ھ مطابق 1818ء میں ہوا۔

۵۱۔ مولوی غلام عبدالقادر ماظہر

مولوی غلام عبدالقادر فرزند مولوی غلام محی الدین معجز بمقام مدراس ۱۷ / جمادی الاول

۱۲۲۰ھ مطابق 1785ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے فارسی کی درسی کتابیں اور قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مولوی باقر آگاہ و یلوری سے میزان، اوزان، صرف میر، ہدایت الصرف، زنجانی، مایہ عامل پڑھی اور بعد میں مولوی آگاہ نے آپ کو اپنے داماد مولوی حافظ حسین قادری سے صرف و نحو اور منطق کی اعلیٰ کتابیں پڑھائیں۔ مولوی غوث شرف الملک بہادر اور ملک العلماء مولوی علاء الدین احمد سے بھی عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی (76)۔

بچپن ہی سے آپ کا ذہنی لگاؤ شعر و شاعری کی طرف تھا۔ مولانا باقر آگاہ و یلوری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

نواب اعظم جاہ نے جب ناگپور کا سفر کیا تو آپ نے ایک طویل سفر نامہ "بہار اعظم جاہی" لکھا۔ جس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر محمد حسین نے ۱۲۳۸ھ مطابق 1827ء میں مدراس یونیورسٹی سے شائع کیا ہے (77)۔

آپ نے ۲ / شوال ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء میں انتقال کیا اور میلاپور کے قبرستان میں پیوند خاک ہوئے۔

مولوی ناظر نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں۔

- ۱ گلستان نسب (فارسی)۔ اس کتاب میں خود اپنے خاندانی حالات یکجا کیے گئے
- ۲ روضۂ دل کشا۔ عبدالرحمان جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی فارسی شرح ہے
- ۳ بہار اعظم جاہی۔ اس کتاب میں نواب والا جاہ کا سفر نامہ ناگور، نظہر نگر، آرکا، ۱۲۳۸ھ مطابق 1822ء میں موجود ہے۔

- ۴ شرح سکندر نامہ۔ حضرت نظامی گنجوی کی کتاب "سکندر نامہ" کی فارسی شرح ہے
- ۵ روضۃ النساء۔ اردو میں فقہی مسائل پر بحثیں موجود ہیں اور یہ کتاب کا نسخہ ابو احمد عبداللہ کے پاس محفوظ ہے

۶ خلدستان شرح بوستان۔ بوستان سعدی کی فارسی شرح ہے۔

۵۲۔ سید محمود بلگرامی

آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق بلگرام سے تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم بلگرام میں اور اعلیٰ تعلیم

آرکاٹ کے جمید علماء سے حاصل کی آپ کے والد بزرگوار مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے آرکاٹ آئے اور نوابین آرکاٹ سے وابستہ ہو گئے۔ پیری، مریدی کا سلسلہ انہیں ورثے میں ملا تھا آپ کے مریدوں کا وسیع حلقہ آرکاٹ کے اطراف و اکناف پھیلا ہوا تھا۔ شاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ قلندر بخش جرات سے آپ کو تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ آپ کی ایک مثنوی ”ہشت گلزار“ ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء میں منظر عام پر آچکی ہے۔

۵۳۔ مولوی محمد حسن علی ماہلی

آپ شیخ نوازش علی کے فرزند تھے۔ آپ بمقام جونپور ۱۲۰۲ھ مطابق 1787ء میں پیدا ہوئے۔ بنارس میں ملا محمد عمر سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد پتا نہیں کن حالات کے تحت کلکتہ گئے اور وہیں حکومت بنگال کے حکم پر آپ مدرسہ کمپنی میں جو ۱۲۳۳ھ مطابق 1817ء میں قائم ہوئی تھی۔ تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ چند سال کے بعد آپ مدراس آئے اور فورٹ سینٹ جارج کالج میں عربی فارسی اور علم ریاضی کے منشی مقرر ہوئے۔ آپ نہ صرف فارسی اور عربی کے باکمال استاد تھے بلکہ ان دونوں زبانوں کی شاعری پر بھی گہری نظر اور دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۲۵۸ھ مطابق 1842ء میں داعی اجل کو لبیک کہا آپ کی حسب ذیل دو تصانیف یادگار ہیں۔

۱ تبصرہ الحکمہ ۲ منتخب التحریر

مرحوم نے قاضی ارتضاعلی خان کی کتابوں پر تقارین بھی لکھی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مرحوم کی بہترین صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا کتابوں میں ایک کتاب ”منتخب التحریر“ احقر نے کتب خانہ عالم مفید اہل اسلام، والا جاہ روڈ، مدراس میں دیکھی تھی جو بے حد کرم خوردہ تھی۔

۵۴۔ میر مبارک اللہ خان راعب

آپ کا نام سید احمد المعروف میر مبارک اللہ خان راعب تھا۔ آپ کے والد سید عاصم خان نواب آصف جاہ حیدرآباد کے مصاحب تھے۔ نواب محمد علی والا جاہ کے عہد میں جب عاصم خان

مدراس آئے تو نواب نے آپ کو لال پیٹ کے قریب سکراپور کی جاگیر عطا کی تھی۔ میر مبارک اللہ خان ۱۲۰۳ھ مطابق 1788ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا باقر آگاہ اور سید محمد خیرالدین خان فائق قابل ذکر ہیں۔ آپ کی وفات ۱۲۶۹ھ مطابق 1853ء میں ہوئی۔ حضرت مخدوم ساوی دستگیر کے قبرستان میں آپ اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہیں۔ آپ نے فارسی میں "ساقی نامہ" اور "فراق نامہ" دوثنویاں لکھیں۔

۵۵۔ مولانا غلام محی الدین شائق

آپ فرزند شاہ احمد ابوتراب ہیں۔ آپ ۱۲۰۲ھ مطابق 1787ء میں اودگیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن بیدرتھا۔ بچپن میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ مدراس آئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اپنے دور کے جمید علماء دین سے عربی اور فارسی کتابیں پڑھیں اور اپنے ماموں سید شاہ منصور قادری کے دست مبارک پر بیعت کی۔ نواب اعظم جاہ کے سرکاری مدرسہ میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔

آپ کو فارسی شاعری میں والا سے اور اردو شاعری میں اظفری سے تلمذ حاصل تھا۔ نظم اور نثر دونوں پر یکساں قادر تھے چار کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱۔ مرج البحرین نعتیہ اور مستقبتیہ غزلوں کا مجموعہ

۲۔ روضہ قدسیاں در احوال بندگان دین

۳۔ ثنوی ہندی مسمی بہ رشک بہشت

۵۔ دیوان فارسی و ہندی

۱۲۴۹ھ مطابق 1833ء میں واصل معبود ہوئے۔ مولوی واقف نے تاریخ رحلت

لکھی۔

رفتہ بہات ہمدم جامی

۱۲۴۹ھ م 1833ء

۵۶۔ مولانا عبداللہ بخششی الملک

آپ فرزند مولوی غلام عبدالقادر (المتوفی ۱۲۲۸ھ مطابق 1813ء) بمقام میلاپور، مدراس ۱۲۰۵ھ مطابق 1790ء میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم مولوی محمد غوث شرف الملک، مولوی علاء الدین اور مولوی وجیہ اللہ سے حاصل کی علم صرف و نحو پر بھرپور دستگاہ بھی رکھتے تھے۔ آپ مولوی محمد غوث شرف الملک کے داماد بھی تھے۔ نواب اعظم جاہ کے سرکاری کتب خانہ میں ۱۲۲۲ھ مطابق 1826ء سے ۱۲۳۵ھ مطابق 1829ء تک داروغہ تھے۔ اسی اثنا میں نواب اعظم جاہ نے انہیں امیر نواز کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور پھر میر بخششی فوج کی خدمت سونپ دی۔ سرکار والا جاہی نے آپ کی خدمات سے خوش ہو کر محتشم الدولہ کا خطاب بھی عطا کیا۔ آپ نے تین تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ کتاب اسماء الرجال للصحیح المسلم (عربی زبان میں)

۲ شرح اسماء سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم (فارسی زبان میں)

۳ الدر الثمین فی الشرح اربعین للاسلام الندوی (فارسی زبان میں)

۱۲۶۷ھ مطابق 1850ء میں آپ راہی آخرت ہوئے منشی حبیب اللہ نے تاریخ وفات

لکھی۔ آپ اپنے آبائی قبرستان مقبرہ مولوی احمد اللہ، میلاپور میں سپرد خاک ہوئے۔

رحمت خدا باد

۱۲۶۷ھ 1850ء

۵۷۔ مولانا عبداللہ نانطی

آپ کی سن ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ آپ دربار والا جاہی سے وابستہ تھے نواب غلام غوث خان اعظم آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ علم حدیث پر آپ کی قابلیت مسلمہ تھی۔ علوم منطق، ہندسہ اور فقہ میں فرد کامل تھے۔ آپ اپنی علمی استعداد کی بدولت بے حد مشہور تھے۔ دنیاوی آرائشوں سے دور، ہمیشہ عبادت الہی میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔

آپ ۲۶ / محرم ۱۲۶۷ھ مطابق 1850ء میں واصل بحق ہوئے۔

مولف تاریخ النوائط کا بیان ہے کہ نواب غلام غوث اعظم نے بنفس نفیس آپ کے

جنازے کی نماز پڑھائی (78)۔ اور میلاپور کی جامع مسجد میں مدفون ہوئے۔

آپ کی تین کتابوں نے بڑی شہرتیں پائیں جو حسب ذیل ہیں (79) -
 ۱ اسماء الرجال صحیح مسلم ۲ شرح اسماء مبارک سرور عالم
 ۳ الدر الثمین فی شرح الاربعین النوری

۵۸۔ سلطان عبدالقادر گمنڈی مستان

آپ رامناڈ ضلع میں تنڈی کے مضافات میں بستی کن موڈی میں ۱۲۰۶ھ مطابق 1792ء میں پیدا ہوئے (80)۔ آپ حسینی نسب تھے اور ٹمل کے مشہور ادیب منانور الدین کے پر پوتے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں آپ کیلا کرتی پہنچ کر صدق اللہ اپا کے خاندان کے مشہور بزرگ تیکا ولی اللہ سے ”مدرسہ تیکا“ میں اکتساب علم کیا۔ آپ نے بچپن ہی سے صوفیانہ طبیعت پائی تھی۔ خلوت پسند تھے اکثر کسی نہ کسی پہاڑوں کی وادیوں مشغول عبادت رہتے تھے۔ ہمیشہ مجذوبی کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی۔ ہوش کے عالم میں آپ نے اہانک ایک دن مدراس کا رخ کیا اور مدراس آنے کے بعد نواب والا جاہ سے آپ کو ملاقات کا موقع ملا تو نواب والا جاہ نے آپ سے مل کر نہ صرف آپ کی قدر کی بلکہ آپ کو احاطہ رانی پورم میں جاگیر بھی عطا کی۔ پھر آپ ہمیشہ کے لیے مدراس کے ہو رہے۔

آپ نے چار مصرعوں پر مشتمل بہت ساری نظمیں ٹمل زبان میں لکھی ان نظموں میں نبی اکرم کی سیرت طیبہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح میں زیادہ نظمیں ملتی ہیں۔ آپ کے قصائد کی تعریف ڈاکٹر مولانا افضل العلماء شعیب عالم نے بڑے اچھے لفظوں میں کی ہے۔ (81)

آخری عمر تک آپ نے شادی نہیں کی۔ زندگی کی ہر سانس ذکر الہی میں گذر اردی۔ ٹمل زبان کے مشہور محقق یم آریم عبدالرحیم نے آپ کا سن وفات ۱۲۴۵ھ مطابق 1829ء لکھا ہے (82)۔ جب کہ مولانا شعیب عالم نے اپنی کتاب میں ۱۲۶۳ھ مطابق 1846ء بتائی ہے۔ سچ نہیں چلتا کہ کونسا سن صحیح ہے۔

آپ کی وفات کے بعد نواب والا جاہ کی عطا کردہ جاگیر رانی پورم مدراس میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ آج بھی آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ کی نظموں کا مجموعہ ایک ہندو معتقد "اروناچلم مولیار" نے اپنے صرف خاص (Itta Sarthi) پریس مدراس سے 1921ء میں شائع کیا تھا۔ یہ مجموعہ تین سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔

پروفیسر حسرت سہروردی کا بیان ہے کہ مستان نے اپنی شاعری کے ذریعہ عالمگیر اخوت اور انسانیت کا پیام دیا ہے۔

مستان کی شاعری کے غائر مطالعہ سے اتنا ضرور احساس ہوتا ہے کہ نظیر اکبر آبادی نے معاشرہ کی اصلاح اور معاشرہ کے مختلف طبقوں کے لوگوں کی زندگی کی ترجمانی کرتے ہوئے جو نظمیں لکھیں تھیں اسی طرح کی بے شمار نظمیں مستان نے بھی اپنے معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے لکھیں تھیں۔ جو آج بھی زبان زدہ خاص و عام ہیں۔

۵۹۔ مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی و یلوری

آپ کا لقب محی الدین اور آپ قطب و یلور کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد محترم مولانا سید شاہ ابوالحسن محوی قادری و یلوری (المتوفی ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء میں۔ حضرت قطب و یلور ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء میں بمقام و یلور پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا اور اپنے خاندانی مدرسہ (لطیفیہ) میں اپنے مختلف اساتذہ کرام سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۲۴ھ مطابق 1809ء میں آپ نے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے لیے شہر مدراس کا رخ کیا اور وہاں مولانا علاؤ الدین احمد (داماد بحر العلوم) اور مولانا محمد حسین اور مدرسہ کلان کے باکمال اساتذہ سے حدیث شریف، تفسیر منطق اور فقہ وغیرہ علوم میں کامل قدرت حاصل کی۔ حضرت قطب و یلور نے قیام مدراس کے دوران انگریزی زبان بھی سیکھی اور عیسائیوں کے کتب کا بھی غائر مطالعہ فرمایا اور ان کی کتابوں میں سے تین سو اغلاط کی نشاندہی کی جسے دیکھ کر عیسائی اور مسلمان اہل علم آپ کے بحر علمی کے معترف ہو گئے۔ علاوہ ازیں آپ نے حساب، ہیئت اور فلکیات میں بھی کافی دسترس حاصل کی۔ تقریباً آٹھ سال تک مدراس میں آپ کا قیام رہا۔ اس قیام کے دوران آپ نے انگریزی زبان میں Queen Victoria کے نام ایک خط بھیجوایا جس میں دعوت قبول اسلام دی گئی تھی۔

آپ نے مدراس سے واپسی کے بعد اپنے والد حضرت محوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ایک سو ننانوے (۱۹۹) سلسلوں میں اجازت و خلافت بھی حاصل کی۔ حضرت محوی کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے والد کے مشن کو بہت آگے بڑھایا۔ مدرسہ خاتقاہ اور کتب خانے وغیرہ کی از سر نو ترتیب دی۔ آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ کی خوشبو اس طرح پھیلی کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ آپ کی اس مقبولیت کو دیکھ کر بعض حاسدین نے انگریزی حکومت کو درغلا یا کہ آپ حکومت کے خلاف مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دے رہے ہیں۔ حکومت نے آپ پر مقدمہ دائر کیا اور آپ کو نظر بند کر کے چتور کی جیل میں رکھا مگر کچھ ہی مدت بعد آپ سے وہ کراہتیں صادر ہوئیں کہ جیل کے Superintendent اور دوسرے عہدے دار آپ کے معتقد ہو کر افسران بالا کو آپ کی رہائی کی سفارش کی جس کے سبب آپ تمام الزامات سے باعزت بری کر دیئے گئے آپ نے کسی کے خلاف انتقامی کاروائی نہیں کی اور اپنے مخالفین کو معاف کر دیا۔ آپ ۱۲۶۵ھ مطابق 1848ء میں حجاز تشریف لے گئے جہاں تین سال تک آپ کا قیام رہا اور ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں واپس ویلور لوٹ آئے۔ آپ نے دوبارہ ۱۲۸۸ھ مطابق 1871ء میں عازم حج بیت اللہ ہوئے اور حج زیارت کی فراغت کے بعد آپ کا وصال ۱۲۸۹ھ مطابق 1872ء میں ۱۱ / محرم بروز۔ پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات کا مادہ ”کھا ہے چراغ ہند۔“ ہے۔ آپ نے تصوف میں اصلاح معاشرہ میں کئی اہم۔ کتابیں تصنیف کیں جو آج بھی اہل علم کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

مولانا مولوی بشیر الحق قریشی نے اپنی تالیف ”قطب ویلور“ میں حسب ذیل کتابوں کی فہرست درج کی ہے۔

۱۔ ترجمہ اثناء عشریہ۔ قطب ویلور نے سلطان روم کی خواہش پر اثناء عشریہ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا

۲۔ صراط المستقیم۔ اس کتاب میں ایمان کی بحث کو دلائل عقلیہ سے مدلل کیا ہے

۳۔ رسالہ الف مقام۔ یہ کتاب فردوس حجاز طائف کی یادگار ہے۔

۴۔ فصل الخطاب بین الخطاء والصواب۔ یہ کتاب اہل سنت و الجماعت کے طریقے اعتدال کے بیان سے متعلق ہے۔ مطبوعہ ۱۸۸۲ء۔

۵۔ جوہر الحقائق یہ کتاب علمی حقائق و دقائق اور عارفانہ اسرار و رموز پر مشتمل ہے۔

- ۶ - غایۃ التحقیق - قطب ویلور نے غایۃ التحقیق کے نام سے مولانا میپو حسین کے اشکالات و استفسارات کا جواب لکھا جو ۱۲۸۰ھ میں مطبع مظہر العجائب سے شائع ہوا۔
- ۷ - جوہر السلوک - آپ نے اس کتاب میں صوفیانہ احوال کوائف کی مفید و جامع تشریح کی ہے جو چالیس فوائد پر مشتمل ہے مطبوعہ ۱۲۸۱ھ مظہر العجائب پریس مدراس۔
- ۸ - خلاصہ العلوم - مطبوعہ ۱۳۰۸ھ - ۹ - شفاعت بالاذن مطبوعہ ۱۲۷۳ھ کلکتہ
- ۱۰ - احیاء السنہ مطبوعہ ۱۲۶۹ھ - ۱۱ - احیاء التوحید
- ۱۲ - تنبیہ الجاحلین رسالہ فطرہ فتویٰ آثار شریف
- بہر حال آپ کی علمی اور روحانی شخصیت اہل ذوق کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے اور آپ کی دینی خدمات بالخصوص بدعت و خرافات کے خلاف آپ کی قلمی جنگیں ناقابل فراموش ہیں۔

۶۰۔ خان عالم خان بہادر فاروق

آپ فرزند محمد جان عالم خان فاروق، بمقام مدراس ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی، فارسی، اردو اور ترکی کی تعلیم مرزا علی بخت اظفری سے حاصل کی اور اردو شاعری میں غلام اصغر الدین خان بہادر جنگ نامی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ۱۲۲۵ھ مطابق 1829ء میں مولانا محمد علی رام پوری کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ نے اردو میں دو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے ایک رسالہ مولانا محمد علی رامپوری کی تائید میں ترتیب دیا جس میں حدیثوں کے علاوہ ائمہ کے اقوال یکجا کیے گئے تھے جس کا حوالہ حدیقتہ المرام کے مصنف مہدی واصف نے پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رسالہ جامع الاخبار سے شائع ہوا۔ اس رسالہ کے بعد فاروق نے ایک کتاب قاضی بدر الدین کی تصنیف "گلزار ہدایت" کی رد میں تحریر کی۔ یہ کتاب بھی مطبع جامع الاخبار سے ۱۲۶۲ھ مطابق 1847ء میں شائع ہوئی اور اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۰۲ھ مطابق 1884ء میں بنگلور سے چھپا تھا (83)۔

۱۲۷۱ھ مطابق 1854ء میں فاروق صاحب کا انتقال ہوا۔

۶۱۔ مولانا حاجی عبدالوہاب ماکٹی

آپ فرزند مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر تھے۔ آپ ۵ / جمادی الاول ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء بمقام مدراس پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ علم حدیث میں اپنے دور کے جمید علماء سے ملکہ حاصل کیا۔ والہجہ ہی سرکار نے آپ کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو مدارالمہامی کی خدمت عطا کی۔ ایام ملازمت کے دوران آپ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے (84)۔

آپ نہایت شریف، نیک دل اور منکسر المزاج شخص تھے آپ نے زندگی کا ہر لمحہ یاد الہی کے ساتھ ساتھ تصنیفی کاموں میں گزار دیا۔ آپ نے بڑی عمدہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔ (85)۔

- ۱ اکل الوسائل فی رجال الشمال للترمذی
- ۲ کوب البدریہ منتخب احادیث مجالستہ الدینوریہ
- ۳ رسالہ فی علم الجغرافیہ
- ۴ کشف اطوال عن نقد الرجال در اسماء صنعفاء
- ۵ بدر الغزیرہ فی اسماء القراء العشرہ
- ۶ نہایتہ المسئول فی مناقب رحمانتہ الرسول
- ۷ خلاصۃ البیان شرح عقائد جامی
- ۸ کاشف الرموزات
- ۹ ترجمہ درود شمائل

۶۲۔ مولوی منشی شمس الدین احمد

فورٹ سینٹ جارج کالج (86) کی عہد آفرین اور ناقابل فراموش شخصیتوں میں مولوی منشی شمس الدین احمد کا نام اور کام ہمیشہ سرفہرست رہے گا۔ آپ فرزند مولوی عبدالرحیم بمقام شہادت بندر کولم شریف (جہاں صحابی رسول حضرت تمیم انصاریؓ کا مزار مبارک ہے) میں بھی زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے) ۱۲۰۹ھ مطابق 1794ء میں پیدا ہوئے۔ یہ مقام کافور کے حملے سے بہت برسوں پہلے ہی دینی علوم کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ جس کا ثبوت یہاں کی قدیم

مساجد اور ساحلی علاقوں میں آباد عرب تہار سے ملتا ہے۔ منشی شمس الدین احمد نے اپنے دور کے علماء سے عربی فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ بچپن ہی سے بڑے ذہین تھے۔ انگریزی زبان پر بھی مہارت حاصل کی اور فورٹ سینٹ جارج کالج سے وابستہ ہو گئے اور اسی اثنا میں انہوں نے "الف لیلیٰ" (87) کا ترجمہ عربی سے اردو زبان بنام "حکایات الجلیلیہ" کیا ہے اور اس ترجمہ کی پہلی جلد ۱۲۵۲ھ مطابق 1836ء میں مظہر العجائب پریس مدراس سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اسے فورٹ سینٹ جارج کالج کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ اس داستان کی اشاعت کے بعد مختلف زبانوں میں بھی اس کے تراجم شائع ہوئے۔ لیکن یہ ترجمہ اپنی زبان و بیان کی پاکیزگی اور کشش و جاذبیت کے اعتبار سے اپنی الگ پہچان رکھتا تھا۔ گویا یہ ترجمہ نہیں تھا بلکہ اس پر تخلیق کا گمان ہوتا تھا۔ اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دو سورتوں کی حکایتوں کا ترجمہ موجود ہے اور جس کی اولیت کاہر القینا مولوی منشی شمس الدین احمد کے سرجاتا ہے۔

آپ مولوی احمد علی دہلوی مصنف "چشمہ فیض" اردو صرف و نحو رسالہ مطبوعہ ۱۲۶۱ھ مطابق 1845ء مولوی امام بخش صہبائی (مترجم حدائق البلاغت مطبوعہ ۱۲۶۶ھ مطابق 1849ء اور محمد حسین آزاد مصنف "جامع القواعد" کے ہم عصر تھے۔ اس زمانے میں بہت سارے لغات اور اہم ترین کتب شائع ہوئے۔ اس عہد کو تصنیفات اور تالیفات کا سنہرا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اردو ہندی الفاظ کی تحقیقی لغت بھی اسی دور کی دین ہے۔ مولوی محمد مہدی واصف کے کئی تصانیف اور کئی لغات اس کالج کے اشاعتی گھر سے شائع ہوئے۔

۶۳۔ امام العلماء قاضی بدرالدولہ

محمد صبغت اللہ قاضی بدرالدولہ بمقام مدراس ۵ / محرم ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۱ / جولائی 1796ء کو پیدا ہوئے (88) آپ کا نام کا مادہ تاریخ "درخشان ہمی" ہے۔ مادہ تاریخ کے مطابق قاضی بدرالدولہ جنوب کے علم و ادب کا منبع نور ثابت ہوئے جس کی کرنوں سے آج بھی تامل ناڈو کی سرزمین منور ہے۔

بچپن ہی میں آپ کی والدہ داغ مفارقت دے گئیں اور والد بزرگوار مولوی محمد غوث

الملك بہادر ملازمت کی تلاش میں حیدرآباد چلے گئے تھے۔ آپ کی پرورش آپ کی دادی ماں نے کی حافظ حبیب اللہ سے آٹھ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ مولانا عبد العلی بحر العلوم سے میزان الصرف کا تبرکادرس لیا اور مولانا مولوی جعفر حسین سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ مولوی علاؤ الدین احمد سے فلسفہ و کلام، اصول فقہ اور منطق کی تعلیم پائی۔ اپنے والد ماجد سے علوم عقلیہ و نقلیہ اور فن طب میں مہارت حاصل کی۔ ۲ / ربیع الاول ۱۲۵۶ھ مطابق 1840ء کی شب عبد الغفار شاہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ۱۲۶۶ھ مطابق 1849ء میں حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔

آپ کے والد کی وفات کے بعد آپ نے نواب اعظم الدولہ کی ملازمت اختیار کی۔ اعظم الدولہ نے آپ کو "قاضی القضاہ" کا منصب جلیل عطا کیا اور ۱۲۶۰ھ مطابق 1844ء میں امام العلماء کے خطاب سے بھی نوازا۔ آپ ۱۲۷۳ھ مطابق 1856ء تک اسی عہدے پر فائز تھے۔ آپ ۱۲۳۹ھ مطابق 1823ء سے ۱۲۷۸ھ مطابق 1856ء تک پورے چونتیس سال تک خدمات قضاوت پر معمور رہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر وقت تعلیم و تدریس میں صرف کیا۔

آپ کی مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ آپ کا علمی اور معلوماتی دائرہ اپنے اندر ایک سمندر لیے ہوئے ہے بالخصوص حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آپ کی صلاحیتوں کے جوہر بہت نمایاں اور روشن نظر آتے ہیں۔

آپ اپنی نثری خدمات کی وجہ سے جنوب کی ادبی تاریخ میں آگاہ کے بعد ایک بہت ہی اونچے مقام کے حامل ہیں۔ جہاں مولانا باقر آگاہ نے نظم کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا وہیں قاضی بدر الدولہ نے اپنے اثاثہ ادراک و فہم کو اردو نثر سے پروان چڑھایا۔

۱۱۸۳ھ مطابق 1769ء میں جب شمالی ہند کے شعراء کی غزلوں اور مثنویوں میں حسن و عشق کی داستانیں بیان ہو رہی تھیں تو جنوب میں خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ مولانا باقر آگاہ و یلوری اور قاضی بدر الدولہ نے اپنی منظوم و منشور تصنیف کے ذریعے سے سیرت نگاری، سوانح نگاری اور مختلف علوم و فنون کو رواج دیا۔ جب کہ شمالی ہند میں حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ عبد القادر نے قرآن مجید کے اردو ترجمہ کے بارے میں جواز و عدم جواز کی بحثیں ہو رہی تھیں تو قاضی بدر الدولہ نے قرآن مجید کی ایک ہسوط تفسیر "فیض الکریم" کے نام سے بہ زبان اردو لکھی

اتنی بسیط تفسیر شاید دوسری زبان میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح مناسک حج کے تعلق سے آٹھ سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب قاضی بدرالدولہ نے لکھی جس میں حج کے تمام مسائل کا احاطہ کیا اور اسکی نظیر آج بھی عربی، فارسی ادب میں بھی نہیں ملتی۔

الغرض قاضی بدرالدولہ کی چودہ اردو کتابوں میں "ریاض النسوان" اور "فوائد بدریہ" کتابیں عوام میں کافی مقبول اور مشہور ہوئیں۔ "ریاض النسوان" میں قاضی بدرالدولہ نے مسائل فقہ شافعی کو عورتوں کے مزاج کے مطابق ان کے اندر پائے جانے والے بدعت و خرافات کی نشاندہی کرتے ہوئے آسان اردو میں ترجمہ کیا جس سے عوام الناس کا بہت فائدہ ہوا اسی طرح "فوائد بدریہ" میں حضور اکرمؐ کی ولادت سے پردہ فرمانے تک کا بیان اور آپؐ کے معجزات، سیرت اور صورت مبارکہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب بھی سارے جنوب میں آپ کی مقبولیت کا باعث بنی اور اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

آپ کی وفات بمقام مدراس بتاريخ ۲۵ / محرم ۱۲۸۰ھ مطابق 1863ء ہوئی اور مسجد والاجاہ کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے انیس کتابیں عربی میں اور چوبیس کتابیں فارسی میں اور چودہ کتابیں اردو میں تصنیف کیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

عربی تصانیف:

- ۱ مکاتیب عربی (یہ ۱۱۴ خطوط کا مجموعہ ہے)
- ۲ رسالۃ تحقیق الصلوٰۃ الوسطی
- ۳ الطارق فی رد المارق
- ۴ ازالہ الصمہ فی اختلاف الامہ
- ۵ قفاء العین لمن ابدع بالشین
- ۶ رسالہ فی صوم ستہ شوال
- ۷ رسالہ فی تعلیم النساء
- ۸ رسالہ فی تعیبیں صداق فاطمہ الزہرا
- ۹ عمدہ الرایض فی فن الفرائض
- ۱۰ نوار العین فی فن الفرائض

- ۱۱ الاربعین فی معجزات سید المرسلین
- ۱۲ رشق السهام الی من ضعف کل مسکر حرام
- ۱۳ رسالہ فی اثبات کفر بہمننت رائے
- ۱۴ رسالہ فی تحریم الخضاب
- ۱۵ رسالہ فی تحریم المتعہ
- ۱۶ رسالہ اعراب الرب فی اللہم رب هذه الدعوه
- ۱۷ رسالہ صغری السیر و المناقب
- ۱۸ رسالہ کبریٰ فی السیر و المناقب
- ۱۹ منہاج الرشاد شرح زواجر الارشاد
- ۲۰ المطالع البدریہ شرح الکواکب الدریہ
- ۲۱ فہرست احادیث معجم الصغیر
- ۲۲ حواشی الصحیح المسلم
- ۲۳ حواشی کتاب المنتقی
- ۲۴ ذیل علی القول المسد فی الذب عن مسند الامام احمد
- ۲۵ ہدایت السالک لموطا امام مالک
- ۲۶ شرح حاشیہ شرح موافق
- ۲۷ غننیۃ الحساب
- ۲۸ حکایات لقمان
- ۲۹ الثبت فی اسانید الاحادیث

--- فارسی تصانیف ---

- ۱۔ نور الابصار فی سیر سید الابرار
- ۲۔ داستان غم
- ۳۔ ترجمہ شہست و یک حدیث
- ۴۔ رسالہ در رد ارتضا علی خان
- ۵۔ رد فتویٰ مولوی ارتضا علی خان در تلویث مساجد

۶۔ تنبیہ الانبیاء فی حیات الانبیاء

۷۔ تحفہ اعظمہ

۸۔ رسالہ در رویت ہلال

۹۔ رسالہ در جواز گفتن انا مومن انشاء اللہ

۱۰۔ رسالہ در تحریم ابو

۱۱۔ رسالہ شروط اقتدا

۱۲۔ اعظم الامر فی صلوة الفجر

۱۳۔ منہج الصواب فی حکم الخراب

۱۴۔ فیصلنا مجتات

۱۵۔ روزنامہ سفر حرمین شرفین

۱۶۔ خلاصہ یمین المصادر

۱۷۔ رسالہ شق القمر

۱۸۔ ارشاد الضال الی صوم ستہ شوال

۱۹۔ فتاویٰ صبغیہ

۲۰۔ کتاب فقہ شافعی

۲۱۔ مجموعہ عملیات

۲۲۔ رسالہ در حلیت نان فرنگی

۲۳۔ سراج التواریح

۲۴۔ جامع الاشیاء

--- ہندی تصانیف ---

۱۔ ریاض النسوان

۲۔ فوائد بدریہ

۳۔ ہشت گلزار فی مناقب رفیق الغار

۴۔ نثر الجواہر فی مناقب السید عبد القادر

۵۔ سیف المسلمین لہدایت الکافرین

۶۔ رسالہ بیان میں سوالات گڈون عیسوی اور جوابات محمد ہادی

۷۔ خزانہ معدلت

۸۔ گلزار ہدایت

۹۔ رسالہ در بیان احکام عدت و فوات

۱۰۔ توشہ فلاح ترجمہ مناسک الایضاح

۱۱۔ قوت الارواح شرح توشہ فلاح

۱۲۔ ترجمہ حصن حصین

۱۳۔ تفسیر فیض الکریم

۱۴۔ فہرست النجوم

۶۴۔ سید محمد حسین تمنا ترپا توری

آپ فرزند سید امام بمقام ترپا توری ۱۲۱۳ھ مطابق 1798ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد مدرس آئے اور مولوی ارتضاعلی خان خوشنود سے عربی کتابیں پڑھیں اور بہت جلد اس زبان پر درک حاصل کیا۔ ۱۲۳۹ھ مطابق 1823ء میں مدرسہ اعظم میں بحیثیت مدرس آپکا تقرر عمل میں آیا۔

زندگی بھر تاریخ و الاچاہی کے کام میں مصروف رہے اور حسب ذیل کتابیں لکھی ہیں۔

۱ شرح بوستان المعروف بہ عندلیب بوستان

۲ بدیع الصرف

۳ بدیع الانشاء

۴ رسالہ زیارت مصطفیٰ

۱۲۷۷ھ مطابق 1860ء میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

۶۵۔ مفتی محمد تاج الدین خان بہجت

محمد تاج الدین خان بہجت فرزند غیاث الدین خان ۱۲۱۲ھ مطابق 1799ء بمقام مدراس پیدا ہوئے۔ مولوی تراب علی نامی، مولوی حسن علی ملہلی سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۹۸ھ مطابق 1832ء میں حکومت برطانیہ نے آپ کو چنگل پیٹ اور پالم کوڈ کا مفتی مقرر کیا تھا۔ زندگی بھر افتا کی خدمت انجام دیتے رہے۔ محمد منور گوہر حسین گوہر مصنف "سُخُور ان بلند فکر" کا بیان ہے کہ آپ کو فارسی زبان پر ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں "اظہر الصلاح" اردو کتاب بے حد مشہور ہوئی اور یہ کتاب جماعت و بابیہ کے رد میں لکھی گئی ہے (89)

اور ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں مطبع العجائب مدراس سے چھپی ہے۔

آپ کی ایک اور اردو کتاب "مرصاد المشائقین" جو فارسی کا ترجمہ ہے یہ بھی ۱۲۶۸ھ

مطابق 1851ء میں مظہر العجائب پریس سے شائع ہوئی ہے۔

سید مرتضیٰ بینش مولف تذکرہ "اشارات بینش" کا بیان ہے کہ بہجت کی فکری اور

ہندی شاعری کی پرواز بہت بلند تھی۔ بیک وقت دونوں زبانوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔

تاریخ گوئی میں بھی بہترین صلاحیت تھی۔

ڈاکٹر افضل الدین اقبال لکھتے ہیں کہ بہجت کی اردو غزلوں میں روانی اور بے ساختگی پائی

جاتی ہے اور ان کی زبان اپنے ہم عصر شعراء کے مقابلے میں زیادہ فصیح اور جدید محسوس ہوتی ہے۔

بہجت کا انتقال ۱۲۷۱ھ مطابق 1854ء میں بمقام ترونلوپلی ہوا۔ آپ کی حسب ذیل کتابیں

کتب خانہ اہل اسلام، مدراس میں موجود ہیں۔

۱۔ رسالہ فن صرف ۲۔ تاج القواعد (فارسی صرف نحو) ۳۔ شرح مسلم

۴۔ مجمع البحرین (فن عروض و قافیہ) ۵۔ چمنستان (شرح گلستان سعدی)

۶۶۔ قاضی مفتی سید تاج الدین تاج

آپ کے آبا و اجداد علاؤ الدین خلجی کی فوج کے ہمراہ مدور آئے تھے۔ آپ کے والد ماجد

مولوی سید محمد تاج الدین بہجت کے ہم عصر اپنے دور کے علمائے اکابر میں تھے۔ اپنی آخری

سانسوں تک علم دین کی روشنی دور دور تک پھیلانے میں مصروف تھے۔ تاج الدین تاج بیک وقت کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ جہاں عربی اور فارسی نثر نگاری میں ان کا اپنا ہمسرنہ تھا وہاں اردو اور تمل زبان میں بھی ان کے پایہ کا کوئی ادیب خال خال ہی نظر آتا تھا۔ ہر طرف ان کی بہترین صلاحیتوں کے سکھ جاری تھا۔

مفتی صاحب نے ان چاروں زبانوں میں حسب ذیل کتابیں دی ہیں۔ بعض کتابیں احقر نے کتب خانہ اہل اسلام اور Manuscript Oriental Library میں دیکھی ہیں

ہنراہدی	تاج نامہ
بحراہدی فی شرح قطر الندی	عقائد (ہندی میں)
شرح قصیدہ بردہ	انیس الابصار (تمل زبان میں)
شرح منار	میزان
شرح بانٹ سعاد	اوزان
	رشد الہدی
شرح گلستان	کشف الکافیہ
شرح محبت نامہ	قصیدہ عربی
علم النجوم	اخوت نامہ
علم الابدان	داؤد نامہ
ترجمہ قصیدہ حسان	سلیمان و بلقیس
ذوۃ المنار	عبرت الابصار
اتزانی	نخلستان تاج

آپ کا انتقال ۱۲۷۳ھ مطابق 1857ء میں ہوا۔

۶۷۔ منشی غلام احمد احمدی

آپ اسد الدین خان بہادر اسد کے فرزند تھے۔ آپ کے دادا محمد علاؤ الدین میلاپور مدرس کے علماء کبار میں سے تھے۔ برسوں تک میلاپور کی مسجد میں منصب خطابت پر مامور رہے

غلام احمد احمدی بمقام میلاپور، مدراس ۱۲۱۵ھ مطابق 1800ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ سنہری دور تھا جب کہ میلاپور اپنی علمی و ادبی خدمات کے لیے مشہور و معروف تھا اور بہت سارے علمائے دین کا مرکز بنا ہوا تھا۔ احمدی نے ایسے مبارک ماحول میں سانس لی تھی جہاں ہر طرف فارسی و عربی کی تابندہ کرنیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ابتدائی تعلیم مولوی میر قطب الحسنی اور مولوی میراں محی الدین واقف سے حاصل کی بچپن ہی سے شعر و شاعری کی طرف طبیعت مائل تھی۔ نواب اعظم جاہ کی شادی ۱۲۳۲ھ مطابق 1816ء کے موقع پر چند ہی لمحوں میں بہترین نظم تہنیت لکھی اور اپنے اعلیٰ علمی ذوق اور بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے والد ماجد کے حلقہ ارباب فکر و فن میں بے حد مشہور ہو گئے۔ احمدی نے اپنی روشن ذہانت و فطانت کی وجہ سے مشاعرہ اعظم ۱۲۶۲ھ مطابق 1845ء میں بھی نمایاں جگہ پیدا کر لی تھی۔ ۱۲۷۲ھ مطابق 1855ء میں ارباب غوث خان اعظم کی موت پر ایک طویل مرثیہ لکھا۔

داد	نواب	جاں	بدست	حکیم	من	نگفتم	تمام	عالم	گفت
ہاتفم	سال	رحلت	مظلوم	از سر	آہ	مرگ	اعظم	گفت	
۱۲۸۲	=	۱۲۸۱	+	۱					

اس طویل مرثیہ سے بھی احمدی کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ ۱۲۶۶ھ مطابق 1849ء میں احمدی نے اردو میں ایک طویل محسن "آشوب روزگار" لکھی جس کا ہر بند آپ کی بلندی فکر اور پاکیزہ جذبات کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے ۲۸ / ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ مطابق 6 / فروری 1874ء میں بمقام میلاپور وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں گلزار احمدی مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطابق 1843ء، گلستہ احمدی مطبوعہ ۱۲۷۲ھ مطابق 1859ء اور گلزار شہیداں مطبوعہ ۱۲۷۲ھ مطابق 1857ء بے حد مشہور ہیں۔

آپ نے ابو طیب خان والا کی فارسی مثنوی "بحر غم" کا ترجمہ "غم خامہ" اردو میں کیا جس کا ایک کرم خوردہ نسخہ احقر نے کتب خانہ اہل اسلام والا جاہ روڈ مدراس میں تیس سال پہلے دیکھا تھا آج نہ جانے اس پر کیا اثر ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

۶۸۔ مولوی محمد مہدی واصف

مہدی واصف ۱۲۱۷ھ مطابق 1802ء میں بمقام مدراس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم

اپنے والد ماجد عارف الدین خان رونق (المتوفی ۱۲۷۱ھ مطابق 1854) سے حاصل کی فارسی و عربی کی کتابیں اپنے دور کے جید علماء قاضی بدرالدولہ مفتی عبدالرحمان کڈپوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ مطابق 1880) شیخ معین الدین سید عبدالقادر حسینی المتوفی ۱۲۸۱ھ مطابق 1864ء اور مولوی عبدالوہاب سے پڑھیں اور انھیں علماء کے پاس فقہ، حدیث اور منطق کے علوم سیکھے (90) آپ کو مقامی زبانوں، اردو، فارسی اور انگریزی کے علاوہ ترکی، تمل، تلگو، مراٹھی اور سنسکرت زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے بہت سی کتابوں کے تراجم پیش کیے۔ زندگی کا بہت زیادہ حصہ سفر میں گزرا۔ ۱۲۶۶ھ مطابق 1850ء میں مسلسل سفر کے بعد مدراس آئے اور نواب غوث خان اعظم کی ملازمت اختیار کی آپ اس ملازمت سے پہلے فورٹ سینٹ کالج میں ۱۲۳۲ھ سے ۱۲۵۰ھ تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ اس دور میں آپ نے چند کتابیں "حکایات دل پسند"، "لطائف عجیبہ" اور "حکایات نادرہ" ترتیب دیں جو کالج کے نصاب میں شامل تھیں (91)۔ آپ نظہر نگر ترچناپلی کے مشہور صوفی حضرت مولوی سید جام عالم واعظ نقش بندی کے دست مبارک پر بیعت سے بھی مشرف ہوئے اور آگے چل کر خلافت بھی حاصل کی یہ یقیناً اپنے مرشد کامل کافیشان نظر ہے کہ مہدی واصف عربی اور اردو علم و ادب میں آج بھی زندہ جاوید ہیں۔ نواب غلام غوث خان اعظم کے انتقال ۱۲۷۲ھ مطابق 1855ء کے بعد حیدرآباد گئے اور مدرسہ دارالعلوم میں استاد مقرر ہوئے اور وہیں اٹھارہ سال گزارنے کے بعد ۱۲۹۰ھ / 1873ء میں اس سفر پر روانہ ہوئے جس سفر سے کوئی واپس نہیں آتا۔ آپ کی وفات سے علمی و ادبی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا تھا وہ کبھی بھی پر نہیں ہو سکے گا۔ آپ کے فرزند والا نے آپ کی تاریخ وفات لکھی "آج واصف داخل جنت ہوئے" (۱۲۹۰ھ / 1893ء)۔

آپ کی کئی کتابیں مختلف زبانوں میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ فارسی زبان میں آپ کا تذکرہ "معادن الجواہر" (مطبوعہ ۱۲۶۰ھ / 1844ء) اور عربی زبان میں تذکرہ "حدیقة المرام" (مطبوعہ ۱۲۷۹ھ / 1862ء) (92) کی وجہ سے مدراس کو آفاق گیر شہرتیں حاصل ہوئی ہیں۔ لغات نویسی میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں (93) اس لغات کی اشاعت کے بعد آپ کی سنسکرت اردو الفاظ پر مشتمل ایک ضخیم لغت "دلیل ساطع" اور فارسی اردو لغت "مناظر اللغات" ۱۲۷۰ھ / 1853ء میں شائع ہوئی۔ یہ عینوں لغات اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑی

- الادبیت و اہمیت کی حامل ہیں جو آج نایاب ہیں (94)۔
- واصف نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "تکمیل الایمان" کا ترجمہ بھی بنام "خلاصۃ الایمان" ۱۲۶۹ھ / 1852ء میں پیش کیا ہے جو نظام المطالع و یلور مدراس سے شائع ہوا ہے۔
- ان کتابوں کے علاوہ مہدی و اصف کی حسب ذیل کتابیں منصفہ شہود پر آچکی ہیں۔
- ۱۔ ترجمہ کیمیائے سعادت امام غزالی کی مشہور کتاب کیمیائے سعادت کا ترجمہ ہے مطبوعہ ۱۲۴۰ھ / 1853ء مدراس
 - ۲۔ رسالہ اخلاق النبی کریم امام غزالی کی مشہور کتاب احیاء العلوم کے ایک باب کا اردو ترجمہ ہے مطبوعہ ۱۲۴۰ھ / 1853ء مدراس
 - ۳۔ رسالہ تعبیر خواب امام بخاری کی کتاب "التعبیر کا اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۲۴۳ھ / 1856ء
 - ۴۔ منہاج العابدین امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم کے سات ابواب کا اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۲۴۵ھ مدراس / 1858ء
 - ۵۔ ترجمہ جلالین علامہ جلال الدین محمد شافعی اور شیخ جلال الدین سیوطی کی تفسیر کا اردو ترجمہ ہے مطبوعہ ۱۲۴۸ھ / 1861ء مدراس
 - ۶۔ فضل الخطاب اس کتاب میں مہدی و اصف کی انشا پردازی کے جوہر نمایاں ہیں مطبوعہ ۱۲۴۸ھ / 1861ء
 - ۷۔ انیس الذاکرین پیغمبروں کے واقعات پر مشتمل یہ کتاب ۱۲۴۸ھ / 1861ء میں مطبع "مظہر العجائب" مدراس سے شائع ہوئی۔
 - ۸۔ انسان کامل اس کتاب میں معرفت الہی کا ذکر اور حقیقت محمدی کی وضاحتیں موجود ہیں مطبوعہ ۱۲۴۹ھ / 1862ء مدراس
 - ۹۔ رقعات و اصف۔ یہ آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے جس میں آپ کی انشا پردازی کے جوہر کھل کر قاری کی چشم بصیرت کو چکاچوند کر دیتے ہیں۔ راہی فدائی کی اطلاع کے مطابق اس کا ایک نسخہ جامعہ العلوم الثنائیہ کڈپہ کے کتب خانہ کی زینت بنا ہوا ہے۔
- ان کتابوں کے علاوہ مہدی و اصف کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو اسلامی ادب اور علمی و ادبی دنیا میں ایک تاریخ ساز کارنامے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جسے کوئی بھی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا آپ کو اردو فارسی شاعری پر بھی کافی عبور حاصل تھا۔ فارسی شاعری میں اپنا تخلص

واصف اور اردو شاعری میں مسکین اختیار کیا آپ کا اردو دیوان "دیوان مسکین" کے نام سے مطبع محمدی مدراس سے ۱۲۶۴ھ / 1847ء میں اور فارسی دیوان ۱۲۶۸ھ / 1857ء میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام "روضہ رضوان" بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

آپ کی شاعری میں عربی اور فارسی کے شاندار الفاظ، دقیق استعارات، پیچیدہ تمثیلیں اور نادر تشبیہات کا مجموعہ ہے۔ بظاہر کلام میں حسن ضرور ہے مگر تاثیر سے خالی ہے۔ تاریخ گوئی پر بھی آپ کو خاص مہارت تھی۔ ادق اور مشکل فارسی الفاظ کی وجہ سے اکثر اشعار طبیعت پر گراں گزرتے ہیں۔

۶۹۔ مولوی سید محمد حبیب اللہ

آپ فرزند سید قاسم نواز خان بمقام مدراس ۱۲۱۷ھ / 1802ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی عبد الرزاق، قاضی بدر الدولہ اور منعم نواز خان سے عربی اور فارسی کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ مرزا بزرگ کی سرپرستی میں صنف انشائیہ پر خاص توجہ دی اور انشا پردازی میں خوب نام پیدا کیا۔ مصنف تاریخ احمدی سے فن خطاطی بھی سیکھی۔

۱۲۵۴ھ / 1838ء میں والاجاہی حکومت کی طرف سے ۱۲۶۵ھ / 1848ء میں پہلے نائب مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۲۶۴ھ / 1847ء میں مولوی عبد الوہاب مدار الامراء کے ہمراہ حج بیت اللہ گئے۔

آپ اپنے دور کے واحد اور بے نظیر خطاط کہلائے گئے اور آپ کے نقل کیے گئے بہت سارے اہم ترین رسالے اور کتابیں مدرسہ محمدی کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ احقر نے "صغریٰ" کے نام سے ایک عربی کتابچہ ۱۳۳۸ھ / 1958ء میں کتب خانہ اہل اسلام مدراس میں دیکھا تھا۔ مولانا کوکن کا بیان ہے کہ مولوی سید محمد حبیب اللہ نے ایک ہندی کتاب "ترتیب الصلوٰہ" بھی لکھی ہے جو لاکھ تلاش و تجسس کے باوجود آج تک کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

۱۲۹۲ھ / 1875ء میں آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے اور میلاپور کے قبرستان میں

سپرد خاک ہوئے۔

۷۰۔ افضل الشعراء شیخ عبدالقادر مینار لہی المعروف شیخنا پلا اور

آپ کے ابا حضور مولانا حبیب محمد لہی کامل پٹنم کے مشہور و معروف جوہری تھے۔ موصوف کی دوسری بیوی "شہادت بندر" (95) (کولم شریف) کی رہنے والی تھیں آپ کی ولادت 1803 / ۱۲۱۸ھ میں کولم شریف کے دینی اور مذہبی ماحول میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے والد ماجد کے پاس کامل پٹنم گئے اور وہاں تیکا ولی اللہ سے عربی اور تمل کتابیں پڑھیں فقہ اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔

زندگی بھر درس و تدریس، وعظ و نصیحت رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری رہا۔ آپ کا گنزدی مستان سے بہت یارانہ تھا۔ مستان جب مدراس آئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ مدراس آگئے اور یہیں مستان کی وفات کے چار سال بعد 1851 / ۱۲۶۸ھ میں آپ کا وصال ہوا اور مستان کے روضہ اقدس کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

آپ کی حسب ذیل کتابیں بے حد مشہور ہیں:

- ۱۔ فتح الشام یہ کتاب تمل زبان میں 6786 ابیات پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں رسول اکرم کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
- ۲۔ کوتر مالی تمل زبان میں ایک طویل قصیدہ۔
- ۳۔ سورگم نیدی تمل زبان میں ایک طویل قصیدہ۔
- ۴۔ ناگانی اندادی تمل زبان میں حضرت قادر ولی ناگوری کی مداح میں مستقبت۔
- ۵۔ ستراکاوی تمل زبان میں طویل نظم۔

۷۱۔ مولوی رضا حسن خان بہادر ویلوری

آپ فرزند سعید حسین خان بمقام ویلور 1804 / ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم مولوی عارف الدین خان رونق، مولوی صادق اور مولوی ارتضاعلی خان خوشنود سے حاصل کی۔ فن شاعری پر بھی قدرت حاصل تھی۔

شاعری میں ایک مختصر سے دیوان کے علاوہ منشآت افسری اور تحفۃ الانشاء کتابیں یادگار

چھوڑی ہیں۔

آپ نے ۱۲۶۹ھ / 1852ء میں وفات پائی۔

۷۲۔ مولانا رضا حسین ماکھی افسر

آپ ۱۲۱۹ھ / 1804ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ نوجوانی کے دور میں مدرسہ آئے۔ عربی اور فارسی کی کتب ممتاز مولوی ارتضاعلی خان بہادر سے پڑھیں مولف گلزار اعظم نواب غوث خان اعظم نے بھی آپ کی قابلیت اور روشن دماغی کی تعریف کی ہے۔ آپ نے مشاعرہ اعظم کی علمی و ادبی نشستوں میں شریک ہو کر خوب داد سخن بھی پائی تھی۔ آپ نہایت ذی علم، ذی فہم اور منکر المزاج تھے۔ زندگی بڑی نیک نامی کے ساتھ گزاری۔

آپ نے چار کتابیں یادگار چھوڑی ہیں (96) جو آپ کی بہترین صلاحیتوں کی غماز ہیں۔
۱۔ مشات افسری ۲۔ تحفۃ الانشاء ۳۔ دیوان افسر ۴۔ دیوان ہندی

۷۳۔ مولوی غلام قادر

آپ فرزند عبدالحق بمقام مدرسہ ۱۲۲۱ھ / 1806ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولوی محمد فاخر گوپاموے نواب سعادت اللہ خان کے دور میں مدرسہ آئے تھے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم افضل العلماء قاضی ارتضاعلی خان بہادر سے حاصل کی۔

لڑکپن ہی سے آپ کا طور طریقہ صوفیانہ تھا۔ کم سنی ہی میں عربی، فارسی، اور اردو زبانوں پر دستگاہ پیدا کر لی تھی۔ ان تینوں زبانوں میں گفتگو کرنے کا انداز اہل زبان کا سا تھا۔ دینی مسائل پر آپ کے معلومات کی وسعت دیکھ کر بڑی سے بڑی معتبر ہستیاں بھی مرعوب و متاثر ہو جاتی تھیں، آپ کا صبر و تحمل لاثانی اور اخلاق کریمانہ بے مثل تھا، ہر امیر و غریب، دوست و دشمن، جہاں و عالم سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ دنیاوی خواہشوں سے آپ نے کبھی رشتہ نہیں جوڑا، تکبر و غرور سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے، بہت کم سخن تھے اور فضول باتوں سے دور دور رہتے تھے۔

آپ کے فیوض و برکات کی روشنی سے ایک دور فیض یاب تھا۔ آپ نے ساری زندگی درس و تدریس، رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کے نیک کاموں میں گزاری۔ ایک زمانہ آپ

کی باکمال شخصیت کا مداح اور معترف تھا اور آج بھی ہے۔ آپ کے ہندو نصائح سے فیض یاب ہونے والا حلقہ بہت وسیع تھا۔ مراد علی بخاری قادری افضل کڈپوی کے اسمائے گرامی زندہ جاوید ہیں (97)۔

آپ نے ۴ / ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ / ۶۷۸۱ء میں رحلت فرمائی اور احاطہ مسجد والا جہاں میں مدفون ہوئے۔

آپ نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ مفتاح الصلوٰۃ (فارسی میں) مطبوعہ ۱۲۷۸ھ / 1861ء مظہر العجائب پریس مدراس (98)

(مولانا کوکن نے اس کتاب کو مولوی غلام قادر سے منسوب کیا ہے یہ کتاب مظہر العجائب پریس چھپی ضرور ہے لیکن یہ کتاب مولوی غلام قادر کی اپنی تصنیف نہیں ہے)

۲ عقائد قادریہ (فارسی میں) عمدۃ الکلام کا ترجمہ

۳ صراط الاسلام اور صراط النجات (اردو میں) آج بھی یہ کتابیں بنگلور، مدراس، الہ آباد کے اشاعتی اداروں سے ہزاروں کی تعداد میں مولف کے نام کے بغیر چھپتی ہیں۔ حال ہی میں اس کتاب کا ایک نسخہ احقر کی نظر سے گزرا جو فائن آفسٹ ورکس، الہ آباد سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔

۷۴۔ مولوی محمد حسین شیریں سخن افضل الشعراء راقم

آپ فرزند نجم الدین حسین قادری ہیں جو مولوی محمد حسین امام المدرسین بیدری کے خلیفہ تھے۔ آپ بمقام مدراس ۱۲۳۳ھ / 1817ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم قاضی ارتضاعلی خان بہادر، قاضی بدرالدولہ بہادر، مولوی شائق علی خان شائق اور مولوی میراں محی الدین واقف سے حاصل کی اور شاہ احمد ابوتراب قادری کے دست مبارک پر بیعت کی آپ نے فن شاعری کے رموز مولوی شائق سے اور ابو سعید والہ سے سیکھے۔ آپ بہت ہی ذہین اور فطین واقع ہوئے تھے۔ ابو سعید والہ نے آپ کو نہ صرف اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا۔ بلکہ اپنے نوجوان شاگردوں کو آپ کے پاس بغرض اصلاح سخن روانہ بھی کیا۔ نواب غلام غوث خان بہادر نے جب مشاعر اعظم کی ابتداء کی تو آپ کو افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر کے القاب

سے نوازا۔ آپ ۱۲۶۰ھ / 1843ء میں مدرسہ اعظم کے میر مدرس بھی بنائے گئے۔ ۱۲۷۲ھ / 1855ء میں جب نواب غلام غوث خان اعظم کی وفات ہوئی تو آپ کو مدرسہ اعظم سے درخواست کیا گیا۔ آپ نے چند سال کے لیے مدراس سے باہر سکونت اختیار کی اور ۱۲۸۵ھ / 1868ء میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدراس کو خیرباد کہہ کر حیدرآباد منتقل ہو گئے جہاں آپ کا تقرر مدرسہ دارالعلوم حیدرآباد میں بحیثیت مدرس ہوا اور وہیں ۱۹ / شوال ۱۳۰۳ھ / 1886ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی تصنیفات میں "میزان الاشعار" (99)، "ترجمہ عبارات عربیہ"، "اعظم النصائح" (100)، "بحر عجم" (101)، "جواب اعتراضات واصف"، "ثنوی سحر حلال" (102)، دیوان راقم" (فارسی) موجود ہیں۔

۷۵۔ منشی قادر حسین جوہر

آپ فرزند شیخ داؤد جوہری بمقام ناگور ۱۲۳۳ھ / 1877ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عبدالقادر گنج سوائی المعروف (103) قادر ولی ناگوری (المتوفی ۹۷۵ھ / 1567ء) سے ملتا ہے۔ بچپن میں ہی اپنے والدین کے ہمراہ مدراس آئے۔ مدراس پہنچ کر میراں محی الدین واقف اور میر مہدی ثاقب کے توسل سے عربی اور فارسی زبانوں پر ملکہ حاصل کیا۔ شاعری میں شیریں سخن راقم سے تلمذ حاصل تھا۔ نواب غوث اعظم کے دربار سے وابستہ ہوئے۔ زندگی کا تمام تر حصہ درس و تدریس میں گزارا۔

ڈاکٹر افضل الدین اقبال نے لکھا ہے کہ آپ کی دو فارسی مثنویاں "چمن لطافت" اور "ثنوی شادی نامہ" گورنمنٹ مینسکرپٹ لائبریری مدراس میں محفوظ ہیں (104)۔

نواب غلام غوث خان اعظم کی وفات ۱۲۷۲ھ / 1855ء کے بعد آپ نے ایک مثنوی لکھی جو تین سو آٹھیاں نوے اشعار پر مشتمل ہے۔

جس میں نواب موصوف کی حیات سے موت تک کے حالات موجود ہیں (105)

۷۶۔ مولانا عبدائی احقر بنگلوری

آپ کے والد ماجد ابراہیم بیگ سلطنت خداداد کے زوال کے بعد اپنے خوبی منصب سے معزول ہو کر بنگلور آئے اور یہیں مولانا احقر ۱۲۳۴ھ / 1818ء میں پیدا ہوئے۔ داد بیہال اور ماہیال دونوں طرف سے علم و عرفان، زہد و تقویٰ اور جذبہ دین ورشہ میں ملا تھا۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولانا سید شاہ سجاد شطاری سے حاصل کی اور ان ہی کی سرپرستی میں علوم و فنون کا صحیح ذوق بچھا ہوا۔ حصول علم کی تشنگی جب اپنے حدود سے تجاوز کر گئی تو آپ نے ویلور کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف نقوی معروف بہ قطب ویلور کے حلقہ ادارت سے وابستہ ہو گئے۔ شیخ کامل حضرت مولانا قطب ویلور نے مولانا احقر کے باطنی جوہر کا اندازہ لگا کر انہیں علم و فضل کی وہ نورانی چمک دمک عطا کی جس کا اظہار مولانا نے بڑی و الہانہ عقیدت مندی کے ساتھ اپنی تخلیقات "سرا الشہادتین"، "جنان السیر" اور "چهار گلشن" میں کی ہے۔

علامہ کاسب سے اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے بخاری شریف کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے۔ علامہ نے حنفی مسلک کے پس منظر جمعہ کے خطبات کا مجموعہ مخلوط زبان (عربی اور اردو) میں پیش کیا ہے جس کی روایت کا سہرا یقیناً علامہ کے سر جاتا ہے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ شمال و جنوب کے علمائے دین اور اکابرین علم ادب نے آج تک علامہ کے اس کارہائے نمایاں کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔

جنوبی ہند میں سراج احمد شہید کی تحریک رد بدعات کی تائید میں علامہ قطب ویلوری اور ان کے خلیفہ علامہ احقر نے سرفروشی کی حد تک ہمہری کی۔ علامہ احقر نے خواص و عوام کو درس حدیث کی طرف نہ صرف رغبت دلایا بلکہ عورتوں کو ان کی دریدہ دہنی اور دینی پستی کا احساس دلا کر ان کو قعر ذلت سے باہر نکالا۔

علامہ کے بیش بہا کارناموں کا ذکر مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ الحسنی نے اپنی کتاب "علامہ عبداللہ احقر بنگلوری، حیات اور کارنامے" میں بڑے خلوص اور دیانت داری سے کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے علامہ کی شخصیت کے گونا گوں، منور پر تیں اور سمتیں نہ صرف نمایاں ہوتی ہیں بلکہ علامہ کی علمی بصیرتوں، فکری جولانیوں، فنی موشگافیوں اور اصلاحی کارناموں کی وہ ضو پاش کر میں ذہن و دل میں منعکس ہوتی ہیں جن سے ایک عالم آج بھی مستفید و مستفیض ہو رہا ہے۔

اقلیم شعرو سخن پر بھی علامہ کی بادشاہت تھی۔ طویل نظمیں بہت زیادہ لکھی ہیں۔ ان

کی نظموں کی زبان نہایت شستہ و شیریں ہے، ہندی الفاظ کی برت بڑی خوبصورتی سے کی ہے۔ علامہ اپنے دور کے شعلہ بیان مقرر، مستند محدث، قابل فخر مورخ، اعلیٰ ترین مفسر اور مشہور معروف سوانح نگار اور انشا پرداز بھی تھے۔ اردو ادب اور اسلامیات کی تاریخ آپ کے احسن خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

سر سید اقبال کی طرح علامہ نے جنوب کے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ اخوت پیدا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی اور اس مشن میں کامیاب رہے۔ آپ کی شاعری نیک مقاصد اور اصلاحی جذبوں سے مملو تھی۔

سر سید اقبال کو جہاں شاعر اسلام کا مقام عطا ہوا ہے وہیں علامہ کی شعری و نثری تخلیقات کے اسرار و رموز کی جلوہ سامانیوں کے پیش نظر موصوف بھی اس مقام کے مستحق ہیں۔ علامہ نے جو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ جتان السیر (حضور اکرم کی منظوم سیرت جو دس باب پر مشتمل ہے)
- ۲۔ فیض الباری (صحیح بخاری شریف کی شرح) مطبوعہ ۱۲۹۲ھ / 1875
- ۳۔ خطابات حرمین (جمعہ کے خطبات کا اردو میں پہلا مجموعہ)
- ۴۔ تفسیر الجواہر (منطق تفسیر)
- ۵۔ حدیقتہ الاحباب (خلفائے راشدین کے حالات پر ایک ضخیم اور بسوڑ نثری کتاب)
- ۶۔ شرح السراشہادتین (حضرت امام حسین کی سیرت پر ایک طویل نظم) مطبوعہ ۱۳۰۲ھ / 1884
- ۷۔ خلاصۃ السیر (اسلامی تاریخ کا خلاصہ)
- ۸۔ روضۃ الابرار (اہل بیت کی سیرت و تاریخ)
- ۹۔ تحفہ مرغوب (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے متعلق ہے)
- ۱۰۔ تذکرہ المجتہدین (آئمہ فقہ کے حالات پر مبنی کتاب)
- ۱۱۔ ریاض الازہر (سیرت طیبہ پر یہ دوسرا ضخیم مجموعہ جو سات ہزار ابیات پر مشتمل ہے)
- ۱۲۔ تبصرۃ التوحید (وحدت الوجود اور وحدہ الشہود پر تفصیلی بحث مطبوعہ ۱۳۲۵ھ / 1907)
- ۱۳۔ حقوق الزومین۔ معاشرے کے حالات کا وسیع جائزہ
- ۱۴۔ منہج النبوت۔ (اہمیت نبوت اور اسرار نبوت کے متعلق ہے)

۱۵۔ فوائد قدسیہ۔ (سید الاولیاء کی منقبت اور سوانح پر مشتمل)

۱۶۔ مطلع الانوار۔ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء اور

۱۷۔ کلید معرفت۔ مطبوعہ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء

علامہ ۳ / رجب ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں کعبہ اللہ کی زیارت کے لیے گئے اور ہمیشہ

کے لیے اسی سرزمین کے پیوند خاک ہو کر رہ گئے۔

۷۷۔ شاہ عبدالقادر علی قادری صوفی

آپ مولانا مولوی شاہ عبدالحی واعظ بنگلوری کے فرزند تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت اور زندگی کے تفصیلی حالات کا پتا نہیں چلتا۔ لیکن مولانا عبدالحی کی کتاب "جتان السیر" کے باب ہشتم

سے اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ صوفی کو بھی اپنے والد محترم کی طرح حضرت سید شاہ عبداللطیف قطب

ویلوور سے علمی استفادہ کرنے کے بہت زیادہ مواقع نصیب ہوئے اور آگے چل کر موصوف سے آپ

نے شرف بیعت بھی حاصل کیا تھا۔ مولفہ "میور میں اردو کی نشوونما" ڈاکٹر حبیب النساء بیگم کا

بیان ہے کہ ان دونوں حضرات نے علم تصوف کا اکتساب قطب ویلوور سے کیا تھا (۱۰۶)۔

صوفی کی بعض تحریری شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ابتدائی دور قطب

ویلوور کی خانقاہ میں گزارا تھا اور یہیں آپ کی بسم اللہ خوانی بھی ہوئی تھی

مدراس کا دامن لڑکپن سے ہی

کہ بسم اللہ خوانی اسی سے ہوئی

صوفی نے اپنے والد ماجد کی طرح تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا ہے۔ امام غزالی کے کتاب

"احیاء العلوم" کا ترجمہ عربی سے اردو میں کیا تھا۔ آپ نے نہ صرف حدیث و فقہ کی کتابوں کا ترجمہ

کیا بلکہ اپنے والد محترم کے حکم پر "معجزات محمدی" بھی جمع کیے تھے۔ اردو شاعری میں بھی آپ کو

ملکہ حاصل تھا۔ قدم رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۶ء میں بنگلور میں ہوا۔ آپ کا سب سے اہم کارنامہ یہ

ہے کہ آپ نے خود ہی اپنی تاریخ وفات بوقت نزع نکالی ہے۔

رخت اہل دین فقیہ و صوفی و عالم بگو

۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۶ء

۷۸۔ حاجی سید محمد عنوث

آپ سید محمد حبیب اللہ کے فرزند تھے آپ کی پیدائش بمقام مدراس ۱۲۳۸ھ / 1822ء میں ہوئی۔ آپ نے اپنے دور کے اساتذہ سے عربی اور فارسی تعلیم حاصل کی۔ علمائے دین کی صحبتوں سے سرفراز ہوئے فن خطاطی پر بھی ملکہ حاصل کیا۔ علم طب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ”طبی حشریات“ (مطبوعہ ۱۳۷۲ھ / 1952ء) اور ”جرثومیات“ نامی کتابیں اردو میں لکھیں۔ آپ نے برسوں مدراس کے مختلف مقامات پر بحیثیت Health Officer طبی خدمات انجام دیں۔ ۱۲۶۴ھ / 1847ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے پتا نہیں کن حالات کے پیش نظر وہ پاکستان گئے اور وہیں ۱۳۱۸ھ / 1900ء میں ان کا انتقال ہوا۔

۷۹۔ نواب غلام عنوث خان بہادر

آپ نواب محمد منور خان بہادر اعظم جاہ (المتوفی ۱۲۴۱ھ / 1825ء) کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۲۹ / ذی الحجہ ۱۲۳۹ھ / 1824ء بمقام مدراس ہوئی۔ بچپن ہی میں آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد علی المعروف بہ غلام (المتوفی ۱۲۵۶ھ / 1840ء) اور حافظ ابو العلی (المتوفی ۱۲۵۸ھ / 1842ء) کے پاس قرآن شریف حفظ کیا۔ فارسی تعلیم غلام محی الدین اور مولوی جلال الدین حسین خان کی رہنمائی میں حاصل کی۔ عربی اور اسلامیات کے لیے مولوی محمد صبغت اللہ قاضی اور تفضی علی خان بہادر (المتوفی ۱۲۷۰ھ / 1853ء) کے آگے زانوئے ادب تے کیا۔ آپ نے عنایت حسین خان خوش نویس اور غلام محی الدین خان سے فن خطاطی سیکھی۔ آپ نے شاعری میں سید ابو طیب والہ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے اعظم تخلص اختیار کیا۔ آپ کو ۴ / رجب ۱۲۵۸ھ / 1842ء میں کرنالک کی نوابیت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ نے تقریباً ۱۲ بارہ سال تک حکومت کی اور آپ اپنے عہد حکومت میں شعراء و ادباء اور اہل علم کو خوب نوازا اور ان کی بھرپور عزت افزائی کی چوں کہ آپ خود شاعر، ادیب اور نقاد تھے لہذا آپ نے نہ صرف زبان و ادب کی ترویج میں قابل لحاظ حصہ لیا بلکہ ۱۲۶۲ھ / 1845ء میں مشاعرہ اعظم کے نام سے اپنے دربار میں شعری، تنقیدی محفلیں بھی سجائیں آپ کے عہد میں تصنیف و تالیف اور کتابت و طباعت کا خوب اہتمام ہوتا رہا آپ نے ۳ / محرم ۱۲۶۸ھ / 1851ء

29 / اکتوبر ۱۲۶۸ھ / 1851ء میں مدرسہ اعظم کی بنیاد رکھی اور اس مدرسہ کے لیے نامور علماء کی خدمات حاصل کیے گئے۔ اس مدرسہ کے تمام تر انتظامات میں ڈاکٹر ایڈورڈ بالفورڈ کا بہت اہم رول تھا اور اس مدرسہ کے لیے ایک مجلس بنائی گئی جس کے صدر قاضی بدرالدولہ بنائے گئے۔ ایڈورڈ بالفورڈ کے ایما پر آپ نے ۱۲۶۶ھ / 1850ء میں کتب خانہ عام مفید اہل اسلام کے نام سے ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا۔ جس کی نگرانی کے لیے قاضی ارتضیٰ علی خان بہادر کو مقرر کیا۔ اس کتب خانہ سے پہلے شمالی ہند میں اس طرح کا کوئی کتب خانہ قائم نہیں ہوا تھا لہذا اس بے نظیر کتب خانے سے متاثر ہو کر دوسرے شہروں میں بھی کئی کتب خانوں کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کتب خانے کے لیے مصر اور ترکی سے کتابیں منگوائی گئیں اور ترکی کتابوں کو پڑھنے کے لیے ترکی زبان میں استحداد رکھنے والے اصحاب کو ملازمتیں دی گئیں اور ترکی کتابوں کی فہرست تیار کی گئی۔

ان خدمات سے ہٹ کر نواب غلام غوث خان اعظم نے تصنیف و تالیف کا وہ کارنامہ انجام دیا جو دنیائے علم و ادب کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی تصنیفات میں دو تذکرے "صبح وطن" مطبوعہ ۱۲۵۸ھ / 1843ء اور "گلزار اعظم" مطبوعہ ۱۲۶۲ھ / 1885ء مطبع کرشن راج مدراس قابل ذکر ہیں۔

آپ نے فارسی اور اردو میں شاعری کی اور مثنویاں لکھیں جو آج بھی کرم خوردہ مخطوطات کی شکل میں مدراس اور پینٹل لائبریری میں آخری سانسین لے رہی ہیں۔ آپ کی چند مثنویوں کو بہارستان اعظم کے نام سے زین الدین احمد نے ترتیب دیکر ۱۳۰۰ھ / 1882ء میں شائع کیا ہے۔

نواب غلام غوث اعظم کا تاریخی کارنامہ یہ ہے کہ موصوف نے سرسید احمد خان سے بہت پہلے ۱۲۶۸ھ / 1851ء میں انگریزی زبان کو مدرسہ اعظم میں مروج کیا۔ حالاں کہ زبان کے مخالفین کا ایک بڑا حلقہ جس میں علماء فضلا بھی تھے نواب صاحب سے بدظن بھی ہو گیا لیکن موصوف نے آہستہ آہستہ اپنی بات منوا کر رہی دم لیا۔

اعظم نے ۲۲ / محرم ۱۲۶۲ھ مطابق 5 / اکتوبر 1855ء میں وفات پائی۔ مقبرہ اعظم الدولہ میں تدفین عمل میں آئی۔ کسی نے تاریخ رحلت یوں نکالی ہے۔

سرغیب

۱۲۶۲ھ

۸۰۔ سراج العلماء حضرت مولانا مولوی سید شہاب الدین ویلوری

حضرت شہاب الدین شہاب فرزند سید عبداللہ باشاہ قادری بمقام ویلور (۱۲۴۰ھ / 1824ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا حضرت سید فتح شاہ قادری ابن سید محی الدین قادری بغداد شریف سے ہجرت کر کے کرناٹک تشریف فرما ہوئے۔ کرناٹک پہنچ کر آپ نے رشد و ہدایت کا نور دور دور تک پھیلا یا۔ نواب حیدر علی تک آپ کے علوم ظاہریہ و باطنیہ کی روشنی پہنچی تو نواب نے آپ کو "سری رنگا پٹنم" آنے کی دعوت دی اور آپ کو شاہی تمغات سے نوازا۔ نواب حیدر علی کی وفات کے بعد حضرت ٹیپو سلطان نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی (107)

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد حضرت سید محی الدین قادری اپنے لہل و عیال کے ساتھ ویلور آئے مولوی شہاب الدین نے سلطان شہید کی بیگمات کی آغوش میں پرورش پائی۔

حضرت شہاب الدین نے اپنے والد کے انتقال کے بعد "حضرت مکان ویلور" میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور علوم متداولہ کی تکمیل کے لیے مدراس تشریف لے گئے اور وہاں اپنے وقت کے جید عالم حضرت مولانا مولوی غلام قادر گوپاموی (المتوفی ۱۲۹۳ھ / 1876ء) کی خانقاہ میں فقہ، حدیث اور منطق کی کتابیں پڑھیں فارسی زبان اور علم تصوف پر کمال حاصل کیا۔ پھر ویلور واپس آئے اور حضرت سید شاہ محی الدین عبداللطیف قادری نقوی معروف بہ قطب ویلور سے بیعت اور خلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شہاب الدین عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر بیک وقت قدرت رکھتے تھے۔ آپ نے علم تصوف کے موضوع پر "گلدستہ توحید اربعہ" پر ایک چھوٹا سا کتابچہ لکھا جو ۱۳۸۲ھ / 1962ء میں بنگلور سے شائع ہوا۔ آپ کو اردو شاعری میں بھی کمال حاصل تھا ویلور، بنگلور اور میسور میں آپ کے مریدین کا حلقہ کثیر تعداد میں موجود تھا۔ بالخصوص مشہور و معروف شاعر سید عبداللطیف لطیف آرکائی نے آپ کی تعریف یوں کی ہے (108)

شہاب اوج عزت ، واقف اسرار دین

بھونچو نور صبح روشن کاشف علم یقین
آپ کے علمی وسعتوں اور بلند پروازی کا صحیح اندازہ اپنے مرشد سید شاہ محی الدین قادری
قطب ویلوری کی کتاب ”جوہر الحقائق“ پر تحریر کردہ جامع اور پر مغز دیباچے سے ہوتا ہے۔ مولف
”داستان میور“ اکرام کاوش کا بیان ہے کہ مولانا شہاب اپنی آخری عمر میں سری رنگا پٹن آئے اور
وہیں اپنے آبائی مکان بنام ”قادر اولیاء مکان“ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۸۱۔ مولانا سید احمد مشتاق

خاندان والا جہای کے دربار سے آپ کے تعلقات بہت قریبی تھے۔ آپ نے عمدۃ الامراء
نواب غوث خان اعظم کے عہد حکومت میں ۱۲۶۷ھ / 1850ء میں ”تحفہ احمدیہ“ کے نام سے
ایک رسالہ مرتب کیا۔ سبب تصنیف پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے لکھا کہ نواب غلام غوث
خان بہادر کی توفیق الہی، تائید رسالت پناہی سے اس عاصی کے دل میں یہ الہام غیبی ہوا کہ
سید المرسلین کے چند عمدہ خصوصیتوں کا بیان لکھا ہے تاکہ عوام الناس پر حضرت کا علو شان و
رفعت مکان خوب ظاہر ہو (109)

رسالہ مذکورہ بالا کے علاوہ سید احمد مشتاق نے چند اور کتابیں بھی لکھی ہیں جو عوام میں
بہت مقبول ہوئیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ فوز الاعظم ۲۔ حدیقۃ اعظم ۳۔ کلمات کفر ۴۔ آئین نکاح و مہر، ”رسالہ احمدیہ“
کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی کا محزونہ ہے مخطوطہ نمبر (UM15) (110) ”رسالہ
آئین نکاح و مہر“ میں مصنف نے اپنا نام اس طرح درج کیا ہے۔ سید احمد مشتاق نور الہی بن سید
درویش بن سید نور اللہ بن سید علی محمد قادری (111)۔ مصنف کے تفصیلی حالات یہاں تک
کہ اس کا سن پیدائش اور سن وفات کا بھی علم نہیں ہو سکا۔

۸۲۔ مولوی حبیب اللہ ذکا

مولوی محمد حبیب اللہ ذکا مدرسی الاصل تھے۔ آپ ۱۲۴۲ھ / 1828ء بمقام نلور
(آندھرا پردیش) میں پیدا ہوئے۔ مولوی میر مہدی تراب اور سید مرتضیٰ بینش سے عربی، فارسی

اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ ابتداء میں اردو شاعری میں صلاح و مشورہ سید مرتضیٰ بیٹش سے کیا اور بعد مرزا غالب کی شاگردی اختیار کی۔ موصوف کی بعض غزلوں کے مطالعے سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ آپ دکن کے مشہور استاد شاعر میر شمس الدین محمد فیض سے بھی فیض یاب ہوئے ہیں

شاگرد کہیں مولوی فیض کا مجھے

اس میں ہزار ڈھب ہیں ذکا افتخار کے

واللہ ذکا تم اس غزل پر

اصلاح جناب فیض چاہو

آپ نواب غوث خان اعظم بہادر کی مجلس شعرا میں بھی شرکت کر کے بڑی داد و تحسین حاصل کی تھی اور نواب غلام غوث خان کے انتقال کے بعد آپ حیدرآباد گئے اور وہاں نواب مختار الملک سالار جنگ کے منشی مقرر ہوئے۔ آپ نے مرزا غالب کو بھی حیدرآباد آنے کی دعوت دی تھی اور انھیں اپنا مجموعہ کلام بھجو کر اس پر ان کی رائے طلب کی۔ مرزا غالب نے ان کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد ۱۲۷۸ھ / 1861ء میں چند سطور بطور رائے لکھ بھیجیں جو حسب ذیل ہے

(112)

”یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں، کسی امیر کا نہیں، کسی شیخ شہاد کا نہیں، یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے اور فقیر اپنے دوست کے کلام کو معرض اصلاح میں بہ نظر دشمن دیکھتا ہے۔ پس جب تعلق نہیں، مداوا نہیں، تو مجھ کو جو نظر آیا ہے بے حیف و میل کہوں گا۔ نثر میں نعمت خان عالی کے طرز کا احیاء کیا ہے۔ مگر پیرایہ کچھ اس سے بہتر اپنایا ہے۔ قصائد میں انوری کی چربہ اڑایا ہے مگر طبیعت میں اچھا زور دکھایا ہے۔ غزل میں متاخرین کا انداز عاشقانہ سوز و گداز۔ منشی حبیب اللہ ذکا نخور، ہمہ دان یکتا لفظ معنی طراز آفریں صد آفریں، صد ہزار آفریں“

غالب

۱۲۷۸ھ / 1861ء

مرزا غالب نے اکثر خطوط میں بھی منشی ذکا کے کلام کی داد دی ہے

(113) منشی حبیب اللہ ذکا کا انتقال بمقام حیدرآباد ۲ / جمادی الاول ۱۲۹۱ھ
 1875 / میں ہوا آپ کے انتقال کے بعد آپ کے فرزند میراں صاحب
 اور مولوی محمد رحمت اللہ رضا صاحب نے آپ کا مجموعہ کلام اور ان کے نام
 آئے ہوئے مشہور و معروف ارباب علم و فن کے خطوط کے ساتھ ۱۳۰۲ھ /
 1884 میں حیدرآباد سے ایک کتاب بنام "خاش و خماش" شائع کیا۔ آپ کا
 ایک بیاض "غزلیات ذکا" ادارہ ادبیات اردو میں محفوظ ہے جو ۱۳۷۵ شہار پر
 مشتمل ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب نے "غالب اور ذکا" کے نام سے ایک
 کتاب شائع کی ہے۔

۸۳۔ مولانا مولوی محمد قدرت حلیم

غالباً آپ کا سن ولادت ۱۲۵۰ھ / 1834ء ہے۔ آپ کی ابتدائی
 تعلیم مدرسہ محمدی کے علماء و فضلا کی سرپرستی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد
 مولانا محمد قدرت رسول ناصری قریشی ابن محمد قدرت کریم گوپامو سے تھے۔
 نواب انور الدین خان بہادر کے دور میں آپ کے والد معہ خاندان مدراس
 آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی آپ کی تصانیف سے یہ اندازہ ہوتا ہے
 کہ آپ عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں بھرپور دسترس رکھتے تھے اور اپنے
 دور کے جید علماء جیسے مولانا مولوی مفتی محمود، شمس العلماء قاضی مفتی
 عبید اللہ، مولانا مولوی عبدالرحمان میں آپ کا مقام اور مرتبہ بہت اونچا تھا۔
 آپ زندگی کی آخری سانس تک مدرسہ محمدی سے وابستہ رہے۔ درس تصنیف
 و تالیف آپ کی زندگی کا حاصل تھا۔ آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں منظر عام آچکی
 ہیں۔

۱۔ جواہر السیر اردو زبان میں قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ

۲۔ ریاض الشہدا اس کتاب میں فضائل اہل بیت اور مناقب و شہادت

حضرت امام حسینؑ کا بیان۔

۳۔ مسائل الہلال والصیام مطبوعہ ۱۳۳۱ھ / 1912ء

۴۔ وظیفہ قرآنی

۵۔ تحصیل المنفعۃ بمناقبہ الامتۃ الاربعۃ ۶۔ تعلیم الزوجین

۷۔ اسیر فی محامد امام البشر ۸۔ ثواب جبرئیل باوراد قلیل ۱۳۲۲ھ /

1904ء

۹۔ اصلاح روحانی بوعظ و سیرت محبوب سبحانی

یہ تمام تر کتابیں احقر نے کتب خانہ لیل اسلام مدراس میں کرم خوردہ حالات میں آج سے تیس سال پہلے دیکھی تھیں۔ آج نہ جانے وہ کس حالت میں اور کہاں موجود ہیں واللہ عالم بالصواب.....

آپ نے ۱۳۲۵ھ / 1906ء میں وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان

میں مدفون ہوئے۔

۸۴۔ مولانا سید شاہ عبدالغفار حسینی مسکین

آپ کی ولادت ۱۲۵۱ھ / 1835ء بمقام شہر بنگلور میں ہوئی (114)۔ آپ کے والد

کا نام سید زین العابدین جیلانی تھا۔ آپ نے اپنے والد کی وفات ۱۲۸۲ھ / 1865ء کے بعد تحصیل علوم باطنی اور ظاہری کے لیے ویلور آئے اور یہاں پہنچ کر حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری و علوم باطنی کی تکمیل کی اور بیعت و خلافت کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔

اقطاب ویلور کا یہ نظام رہا ہے کہ وہ بہت کم لوگوں کو ہی مرید بناتے تھے۔ جب تک ہونے والے مرید کے ظرف اور کردار کا صحیح جائزہ نہیں لیتے اسے اپنے حلقہ ارادت میں شامل نہیں کرتے۔ آپ کا یہ وصف یقیناً قابل ذکر ہے۔

بیعت و خلافت کے بعد آپ نہ صرف جسمانی اور روحانی طور پر اپنے پیر و مرشد کے قریب رہے بلکہ روز و شب ذکر الہی اور کیف باطنی سے منور ہوتے رہے اور ہر لمحہ آپ کی عرفانی اور وجدانی کیفیات میں اضافہ ہوتا رہا۔

آپ اپنے شیخ کے وصال تک ویلور ہی میں رہ کر مدراس تشریف لائے اور بقیہ زندگی

یہیں گزار دی۔ آپ کی وفات (۷۵) پچھتر سال کی عمر میں بمقام مدراس ۱۳۲۶ھ / 1908ء میں ہوئی اور حضرت مخدوم ساوی کے مقبرے کے باہر پانچٹی مدفون ہیں۔ آپ کو فارسی اور اردو میں کماحقہ دسترس حاصل تھی۔ ابتداء میں آپ نے شاعری میں مولوی شمس الدین فیض حیدر آبادی کی شاگردی اختیار کی اور بعد میں خود اپنے پیرومرشد سے اکتساب فن کیا۔ آپ کی شاعری بھی آپ کے پیرومرشد کی طرح الہامی اور عرفانی رنگ لئے ہوئے ہے۔ تصنیع اور تکلف کے مضامین سے مبرا ہے۔ خیالات میں سادگی و صفائی کے علاوہ جذبات میں حقیقت کی عکاسی بہت زیادہ ملتی ہے۔ غزلوں میں تصوف کے وہ مسائل نمایاں ہیں۔ جوان کی ذات کے اندر چھپے ہوئے روشن نقطوں کا اعلان نامہ ہی نہیں ثابت ہوئے بلکہ ایک عارف کے واقف اسرار حقیقت کا شناخت نامہ بھی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں "عمیون المظاہر" (115) "کنہ مرغوب" (فارسی) (116) اور شرح من لگز، (اردو) (117) اور "دیوان مسکین" (118) منظر عام پر آچکے ہیں۔ مولانا عینی شاہ حیدر آبادی آپ کے خاص مرید تھے جنہوں نے "حیات المسکین" تالیف کی تھی (119)

۸۵۔ مولوی عبدالغنی خان امیر

آپ حاجی نجف علی خان (المتوفی ۱۲۷۱ھ / 1862ء) اور اٹمیہ آرکاٹی کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ بمقام مدراس ۱۲۵۹ھ / 1859ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سر چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ عربی فارسی اور اردو کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے۔ مدراس میں (Magistrate) اور ڈپٹی کلکٹر کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے

آپ نے ۱۳۰۶ھ / 1888ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱ نظم دلچسپ امیر۔ (۲) نور عظیم

۸۶۔ مولوی عبدالصمد خان ماہر

آپ حاجی نجف علی خان (120) (المتوفی ۱۲۷۹ھ / 1862ء) اور آرکاٹ کی

مشہور و معروف شاعرہ ائمہ آرکائی (121) کے تیسرے فرزند تھے آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت میں عربی و فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ انگریزی تعلیم ایڈورڈ سل (Edward Sell) کی زیر نگرانی ہوئی۔

آپ کا انتقال ۱۳۲۷ھ / 1909ء میں ہوا۔ آپ نے اپنی دو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱۔ "قصائد ماہر" مطبوعہ ۱۳۱۲ھ / 1894ء۔

۲۔ "دیوان فارسی" مطبوعہ ۱۳۲۶ھ / 1908ء۔

۸۷۔ مولوی محمد اعظم گھٹالہ بہادر ہوش

آپ افضل العلماء مولوی شاہ محمد عزیز الدین گھٹالہ متخلص دید کے فرزند تھے۔ آپ ۱۲۶۷ھ / 1850ء میں بمقام آرکائی پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی اور اردو کی تعلیم اپنے والد ماجد کے علاوہ آرکائی کے ممتاز علماء سے حاصل کی۔ شاعری کا ذوق آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ آپ شمالی آرکائی کے ڈپٹی کلکٹر اور مجسٹریٹ کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز تھے۔ شمالی آرکائی اور مدراس میں آپ کی بہت عزت تھی۔ شاعری کی دنیا میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔

۱۳۰۱ھ / 1887ء میں آپ کا شعری مجموعہ "گلزار بہار" منظر عام پر آچکا ہے۔ شمالی

ہند کے شعراء بہاراج کشن لال مشتول میر منشی لہجنت بیگانیر ساکن سکندرہ راؤ ضلع علیگرہ اور منشی امیر احمد امیر بینائی نے آپ کے مجموعے پر تقریظیں لکھ کر آپ کی بہترین شعری صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔

یہ مجموعہ شوکت الاسلام پریس، چنداپیٹ، آرکائی سے شائع ہوا ہے اور کتب خانہ باقیات صالحات، ویلور میں موجود ہے۔

۸۸۔ مولانا مولوی حافظ شاہ عبدالقادر فخر ویلوری

آپ ۱۲۶۹ھ / 1852ء میں بمقام ویلور پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم لطیفیہ میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ باقیات صالحات گئے اور وہیں اعلیٰ حضرت کی زیر نگرانی نہ صرف عربی اور فارسی زبانوں پر ملکہ حاصل کیا بلکہ آپ کے دست مبارک پر بیعت سے بھی

مشرف ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی علمی اور فطری صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں مدرسہ باقیات کی تدریسی خدمات بھی سونپ دیں۔ آپ نے زندگی بھر علم دین کی خدمت اپنے روح پرور اور بصیرت افروز مواظب سے کی۔ آپ نے تصنیف و تالیف میں بھی نمایاں کارنامے انجام دیے۔ آپ کی کتابوں میں ”محاسن الاعمال“ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ / 1894ء، ”محمود الاعمال“ اور ”محامد الاعمال“ روزمرہ زندگی کے مسائل اور ان مسائل کے پس منظر میں سائنس لیتے ہوئے خدو قال کا جائزہ اسلامی نقطہ نظر سے پیش کیا۔ ۱۳۲۲ھ / 1904ء میں آپ کی ایک اور کتاب ”الباقیات الصالحات“ کے نام سے منظر عام پر آئی جو آپ کی معرکتہ الآراء تصنیف ہے۔

آپ کو اردو نثر کے علاوہ فن شاعری پر بھی مہارت حاصل تھی۔ آپ کا انتقال ۱۳۳۳ھ / 1915ء میں ہوا مسجد نواب میر اسد اللہ خان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ایک اور تالیف ”المقاصد“ ۱۳۷۳ھ / 1953ء میں تبلیغ اسلام، مل و شارم شمالی آرکائٹ سے شائع ہوئی۔

۸۹۔ شمس العلماء قاضی عبید اللہ

آپ کے والد بزرگوار محمد صبغت اللہ المعروف حضرت امام العلماء قاضی بدر الدولہ (المتوفی ۱۲۸۰ھ / 1863ء) تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲ / شعبان ۱۲۷۰ھ / 1853ء میں بمقام بدر اس ہوئی۔ دس سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد کے سانیہ عاطفت سے محروم ہو گئے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ آپ نے اپنے بھائیوں حکیم حاجی محمد اسمعیل اور مولوی عطا اللہ سے قرآن مجید پڑھی اور عربی اور فارسی کی درسی کتابیں طرازش خان، مفتی محمد سعید خان سے پڑھیں اور ان پر عبور حاصل کیا۔ آپ کو اپنے وقت کے جمید علماء کی صحبتوں سے استفادہ کرنے کے مواقع بہت زیادہ نصیب ہوئے۔ حضرت شاہ پیر ابو احمد مجددی جب مدراس تشریف فرما ہوئے تو آپ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ علوم شریعت اور راہ طریقت کے شہسوار اور ورع و تقویٰ کے پیکر کامل تھے۔ آپ نے خدمت خلق، خدمت دین اور علوم شریعت کی نشر و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اخلاق محمدی کار خشنہ مینار تھا۔ آپ کی برسوں کی عبادت اور مجاہدہ نے

معرفت کی نورانی منزل بھی پالی تھی۔ آپ کے دیئے ہوئے فتووں کا اعتراف مصنف "نزہۃ الخواطر مولانا حکیم سید عبدالجلی فرنگی محلی نے کیا ہے اور آپ سے دینی مسائل پر رائے اور مشورہ بھی کیا ہے۔

آپ کو حکومت مدراس نے 1880ء میں اہل سنت والجماعت کا قاضی مقرر کیا۔ آپ نے متعدد کتابیں عربی فارسی اور اردو میں لکھی ہیں جو آج نایاب ہیں اور جو غیر مطبوعہ کتابیں ہیں وہ کتب خانہ مدرسہ محمدی میں محفوظ ہیں (120)۔

لغات الف لیلی (فارسی)	نواہد عبیدیہ (عربی)
نصائح نامہ (فارسی)	تاملہ جمع الخوامع (عربی)
کفایت المتعلم (123)	شرح قصیدہ بردہ
تحفۃ الزائرین (126)	الصلوٰۃ لطیبات علی خیر البریات
تحفۃ اللیب فی نعل الحبیب	حاشیہ بر شرح تہذیب
گلزار سعادت (127)	حاشیہ رشیدہ بر مناظرہ
نور القلوب	رسالہ درود الصلوٰۃ القرآنیہ
رد فتویٰ	رسالہ نحو (فارسی)

* روضۃ الکلمہ فی حدیث المسلسل (عربی) غیر مطبوعہ

* فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول عیسیٰ (125)

* ربیع الانوار فی مولود سید الابرار (124)

غیر مطبوعہ اردو کتابوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ فتویٰ عبیدیہ ۲۔ چہل حدیث ۳۔ شرح قصیدہ بردہ

۴۔ شرح دیوان مظہر (نا تمام) ۵۔ سفر نامہ حرمین شریف

آپ ۱۵ / ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۲ / ستمبر 1927ء کی رات واصل بحق ہوئے۔

احاطہ مسجد والاجاہی میں مولانا مولوی شہاب الدین کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔ آج بھی آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

توں ہمیں کھا اور لوی ایسی سعیت موجود ہیں سی جو لو جو انوں میں عم کا جذبہ پیدا کے جدا مجد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ آپ نے جب اس دیہاتی زندگی میں گٹھن سی محسو

۹۰۔ قاضی محمد عبداللہ حسین خلیل

قاضی خلیل فرزند مولانا قاضی اکبر حسین بمقام حضرت مکان، ویلور ۱۲۷۱ھ / 1857ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت قطب ویلور کے زیر سایہ ہوئی اور پھر حضرت مولانا قلندر حسین اطہر سے فیض یاب ہوئے۔ فارسی اور اردو زبان میں اچھے شعر کہتے تھے۔ آپ کی شاعری پڑھنے کے بعد اتنا احساس ضرور ہوتا ہے کہ آپ مولانا حالی اور اقبال سے بچھ متاثر تھے۔

۱۱۳۰ھ / 1882ء میں "دبستان خلیل" منظوم رسالہ شائع کیا۔ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد "لطائف شعراء" کی تالیف کی۔ آپ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میر حسین علی کرمانی کی فارسی کتاب "نشان حیدری" کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس کتاب کا نام "نہمت الاحیان" رکھا۔

آپ کی دوسری تصانیف میں رسالہ منتخب الاعداد (غیر مطبوعہ) رسالہ تحویل اوزان (غیر مطبوعہ) رسالہ "قوہ الاسلام" مطبوعہ اور "حکایات لطیف" (اردو)، "رسالہ قواعد" (اردو) قابل ذکر ہیں۔

آپ زندگی بھر مسلم معاشرے کی اصلاح اور نوخیز مسلم بچوں کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔ ویلور میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد کرناٹک میں مدرسہ اسلامیہ اور مدرسہ قوہ الاسلام کی صدر مدرس پر ۳۵ سال مامور تھے۔ ۱۵ / ڈسمبر 1880ء میں ان مدرسوں سے دست کش ہونے کے بعد گھر پر ہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے ۱۳۵۲ھ / 1933ء میں وفات پائی۔

۹۱۔ مولانا مولوی عزیز جنگ بہادر

آپ کی ولادت ۱۲ / ربیع الاول ۱۲۷۲ھ / 1855ء ضلع نیلور مدراس میں ہوئی۔ جب کہ نیلور مدراس پریسیڈنسی میں شامل تھا۔ آپ اہل نوائٹ سے تھے۔ آپ نے اپنے نانا مولوی محمد غازی الدین غازی محمد حسین خان قادری راقم اور مولوی محمد حبیب اللہ ذکا (شاگرد مرزا غالب) سے فارسی اور مولانا محمد شہاب الدین، مولوی سید وجیہ الدین اور مولوی سید غلام دستگیر سے عربی تعلیم حاصل کی۔ فن شاعری سے بھی آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ حافظ محمد باقر کے زرین قلم سے فن خطاطی بھی سیکھا۔ وائسرائے ہند نے آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو شمس العماء اور خان

بہادر کے اعزاز عطا کئے (128)

آپ نے اساتذہ فن کی غزلوں پر بہت زیادہ غزلیں لکھیں بالخصوص مومن خان مومن کی زمینوں میں آپ کی بہت زیادہ غزلیں ملتی ہیں۔ آپ کے اکثر خیالات میں لانی بدایونی کی قنوطیت اور یاسیت کے نقوش بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ آپ کو سنجہ طہران، داغ اور جلیل سے بھی تلمذ حاصل رہا ہے (129)

۱۲۹۰ھ / 1873ء میں سرکاری نظام کے صیغہ عدالت میں خوشنویسی کی خدمت پر مامور ہوئے پھر اس کے بعد سرکاری نظام میں مختلف عہدوں پر فائز رہ کر ۱۳۰۹ھ / 1891ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔

برسوں ہفت روزہ "عزیز الاخبار" اور ماہ نامہ "تکمیل الاحکام" کے مدیر رہے۔ آپ کی زندگی کے تقریباً ۲۵ سال تصنیف و تالیف میں گزرے۔ فن تاریخ پر بہت زیادہ کام کیا۔ آپ کی اہم ترین کتابوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ خزینہ الحساب مطبوعہ ۱۲۹۶ھ / 1878ء
- ۲۔ عمدہ القوانین مطبوعہ ۱۲۹۸ھ / 1880ء
- ۳۔ اعظم العطیات مطبوعہ ۱۲۹۸ھ / 1880ء
- ۴۔ عطیات آصفیہ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ / 1893ء
- ۵۔ تاریخ النوائظ مطبوعہ ۱۳۲۲ھ / 1904ء

غیر مطبوعہ تصانیف:

۶۔ سیاق دکن

۷۔ ذخیرہ کھاد

۸۔ امراض الفصول

۹۔ محبوب السیر الموسوم بہ تاریخ عزیزانہ

۱۰۔ آصف اللغات

۹۲۔ مولانا مولوی حکیم محی الدین حسین چچید انور

آپ ۱۲۷۴ھ / 1857ء میں بمقام ویلور پیدا ہوئے۔ دارالعلوم لطیفیہ کے علماء سے

عربی اور فارسی پڑھی۔ حصول علم کے بعد اسی مدرسہ میں ناظم کے فرائض انجام دئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ شاعری میں آپ کو میر جہدی ثاقب سے

شرف تلمذ حاصل تھا۔ اپنے استاد کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ آپ کی شاعری کا کوئی مجموعہ

نہیں شائع ہوا مگر اردو نثر کی دو کتابیں کتب خانہ لطیفیہ، حضرت مکان ویلور میں احقر نے دیکھی

ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سفر نامہ حرمین ۲۔ طب روحانی

دوسری کتاب ”طب روحانی“ موضوع کے اعتبار سے بڑی نادر و نایاب کتاب ہے لیکن

اتنی کرم خوردہ حالت میں ہے کہ اور چند سالوں میں اس کے پرزے ہی ہاتھ لگیں گے۔ آپ کا

انتقال بروز جمعہ ۱۳ / رجب المرجب ۱۳۳۶ھ / 1918ء میں ہوا۔

۹۳۔ مولانا مولوی نواب تجمل حسین خان بہادر ایمان گوپاموی

آپ بمقام گوپامو (مضافات لکھنؤ) ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی

تعلیم اپنے چچا مولانا محمد اکرم سے حاصل کی۔ عربی اور فارسی کتابیں حضرت مولانا خیر الدین، مولانا

عبدالحق خیر آبادی سے پڑھیں۔ اچانک آپ کے والد کے انتقال نے شیرازہ زندگی بکھردیا تو اپنی

والدہ نیاز فاطمہ کے ساتھ حیدرآباد دکن چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر محسن الملک کی سرپرستی میں

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے چچا نواب رفعت الملک کی خواہش پر اپنی والدہ کے ہمراہ

مدرسہ آئے اور یہیں مستقل طور پر بود و باش سنبھالی چونکہ نواب رفعت الملک کا تعلق نوابان

آرکٹ سے تھا جو ان کے ہم وطن تھے۔ نواب تجمل حسین خان ایمان گوپاموی کی ذہنی تربیت

و پرورش صحیح معنوں میں مدرسہ کے علمی و ادبی ماحول میں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے وقت کے جید

علماء سے نہ صرف علم و فن کی امانوں دو لتیں حاصل کیں بلکہ علوم ظاہریہ و باطنیہ سے سرفراز ہوئے

اور شمس العلماء مولانا مولوی شاہ عبدالوہاب قادری بانی مدرسہ باقیات الصالحات کے دست

مبارک پر بیعت کرنے کے بعد فرقہ خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔

مولانا ایمان کی علمی استعداد، ذہانت و فطانت اور اخلاق و اوصاف سے اپنے دور کے

جلیل القدر علماء بے حد متاثر تھے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ شمال میں سید ضامن علی جلال لکھنوی کا طوطی بول رہا تھا اور ان کی زبان دانی فنی نکتہ رسی، فکری تابانیوں کا سکہ ہر طرف رائج تھا۔ جلال لکھنوی کی شہرتیں مدراس تک پہنچیں تو مولانا نے ان کی شعری استعداد سے متاثر ہو کر ان سے خط و کتابت کے ذریعہ اپنے کلام پر اصلاحیں میں اور کئی مرتبہ بالمشافہ لکھنوجار کر استاد کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ کلام ایماں کے غائر مطالعہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مولانا شعوری طور پر داغ اور جلال سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کے ہاں رعایت لفظی، صنائع و بدائع کا استعمال صحیح طور پر ہوا ہے۔ مولانا کی شاعری میں جہاں تغزل کی خوشبو ہے وہیں شدت احساس کی بے شمار بہاریں جلوہ فرما ہیں۔

شاعری کے علاوہ مولانا نے اردو نثر میں بھی بڑی معرکتہ الاراء کتابیں اردو ادب کو دی ہیں۔ مذہبی موضوعات پر بڑی شگفتہ اور نمکالی زبان میں آپ کی تحریریں ٹمل ناڈو کے اردو ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی نادر اور نایاب کتاب "پردہ" پڑھنے کے بعد آپ کی علمی معلومات، منصفانہ مزاج اور پاکیزہ خیالات کا صحیح طور پر اندازہ ہوتا ہے۔

آپ ۱۳۵۹ھ / 1904ء میں مالک حقیقی سے جا ملے اور مسجد والا جاہی کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی وفات شہر مدراس کی علمی اور دینی تاریخ کا المناک واقعہ ہے۔ حضرت ایمان کی جملہ تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ "دیوان ایمان" زیر طبع ہے جسے حضرت محبوب پاشاہ محبوب کے پاس موجود ہے۔

مطبوعہ کتابیں:

"شہنوی اشتیاق نامہ" ۱۳۰۲ھ / 1884ء احمدی پریس، مدراس

"قصائد ایمان" ۱۳۴۲ / 1952ء مدینہ پریس مدراس

"انتہاج فی ذکر الحسین بن منصور الحلج" (تذکرہ) ۱۲۴۳ھ / 1827ء غوثیہ پریس مدراس

"اتحاف للابل الاضاعۃ والاسراف" (عقائد و مناظرہ) ۱۳۰۴ھ / 1954ء نظام پریس مدراس

"عقائد ایمان" ۱۳۳۲ھ / 1913ء

"نقد النقد فی قصہ الخضر" (سوانح) مطبوعہ ۱۳۰۸ھ / 1890ء غوثیہ پریس مدراس

"تعلیم النساء فی شروط الایمان" (عقائد) احمدی پریس مدراس

"تعبیر نامہ ایمان" ۱۳۰۵ھ / 1955ء حیدری پریس مدراس

غیر مطبوعہ:

۱- حرز الایمان ۲- پردہ ۳- محبت حسین (مناظرہ)

۴- التذکیر بآیۃ التطہیر (شرح آیۃ التطہیر) (تفسیر)

مندرجہ بالا کتابوں میں اکثر کتابیں راقم نے کتب خانہ اہل اسلام میں دیکھی تھیں۔ لیکن آج اس کتب خانہ سے یہ تمام کتابیں نہ صرف غائب ہیں۔ بلکہ کتب خانے کو چند مفاد پرستوں نے ڈھاریا ہے۔

۹۴- مولانا عبدالقدوس ضویلیوری

آپ بمقام ویلور ۱۲۸۱ھ / 1865ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم مدرسہ باقیات الصالحات میں ہوئی۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت خواجہ محمد صبغت اللہ باشاہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور سید شاہ مخدوم اللہ کے طالب ہوئے۔ آپ کی شادی مدرسہ کے ملک التجار حاجی محمد باشاہ کی صاحبزادی سے ہوئی تو آپ نے مدرسہ اس کا رخ کیا اور شریف الشعراء سید شاہ صادق الحسینی شریف مدرسہ اسی کے شاگردوں میں شریک ہوئے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی ۱۳۲۰ھ / 1902ء میں ہوئی دوسری بیوی کی موت کے بعد تیسری شادی کی۔ جب آپ کی تیسری بیوی نے بھی داغ مفارقت دے دیا۔ تو آپ کے دل و دماغ پر بڑی کاری ضرب لگی۔ جس کا اظہار آپ نے اپنے اشعار میں برملا کیا ہے۔ آپ نے جن جاں گسل اور روح فرسا حالات کا سامنا کیا ہے۔ ان کی بہترین تصویریں اپنی شاعری کے مجموعہ ”دیوان پر تو“ مطبوعہ ۱۳۰۹ھ مطبع شرفیہ طلسم حیرت میں پیش کی ہیں۔ آپ نے ۱۳۶۵ھ / 1946ء بمقام مدرسہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا کلام ”دیوان ضو“ ۱۳۰۹ھ میں ترتیب دیا۔

۹۵- مولانا مولوی گنڈو محمد عبدالقادر شاکر وانمباڑی

آپ ۱۲۸۲ھ / 1865ء میں بمقام وانمباڑی (شمالی آرکٹ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت وانمباڑی کے دینی علمی اور ادبی ماحول میں ہوئی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ

نے مدرسہ باقیات الصالحات، ویلور کارخ کیا اور وہاں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالوہاب قادری (المستوفی ۱۳۳۷ھ) کی ذات گرامی سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے علوم ظاہریہ اور علوم باطنیہ سے فیض یاب ہوئے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنا آبائی پیشہ تجارت اختیار کیا۔

اس فن کار کی صحیح قدر و منزلت خود اپنی ہی سے سر زمین میں نہیں ہوئی شاید اسی پس منظر کے پیش نظر مدرسہ اس کے "شہر استاد" شاعر شریف مدراسی (المستوفی ۱۳۲۲ھ) نے ماحول میں بسنے والے جہلا کی تصویر یوں کھینچی ہے۔

مدرسہ سانا قدر کوئی شہر نہیں

حضرت شاکر و انباز کی مادری زبان "تمل" تھی لیکن ان کی اردو زبان دانی، فنی چابکدستی، فکری موشگافیوں کا اعتراف داغ دھلوی، حکیم غلام علی بلخ قادری مدیر "اردو منچ" بمبئی اور استاذ الاساتذہ مولانا مولوی حکیم نظامی، عالم دین مولوی محمد یعقوب خان مدہوش (131) دہرہ دونی نے کیا ہے۔ حضرت شاکر کی جو کتابیں منصہ ظہور پر آچکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ "دیوان شاکر" مطبوعہ ۱۳۱۳ھ / 1895ء
- ۲۔ "نالیہ شاکر" ۱۳۱۸ھ / 1896ء بمبئی
- ۳۔ "چمنستان شاکر" ۱۳۱۸ھ / 1901ء آگرہ
- ۴۔ "گلدستہ شاکر" ۱۳۲۶ھ
- ۵۔ "تحفہ شاکر" ۱۳۲۷ھ / 1910ء بمبئی
- ۶۔ "حدیقہ شاکر" ۱۳۲۷ھ / 1910ء بمبئی
- ۷۔ "صحیفہ ذکر اللہ" ۱۳۳۹ھ جلد اول جلد دوم 1920ء مدرسہ
- ۸۔ "ترانہ شاکر" ۱۳۳۸ھ / 1919ء
- ۹۔ "یادگار شاکر" ۱۰۔ صراط المستقیم تلبیہ زبان ۱۱۔ ام القرآن تلبیہ زبان
- ۱۲۔ "الحکم الفاخر العفر الشاکر" ۱۳۔ "شہنوی معارف الشاکر"

مندرجہ بالا شعری کتابوں کے علاوہ حضرت شاکر نے اردو نثر میں ایک کتاب "ہندوستانی حروف"، "انجمن ترقی اردو" کے لیے لکھی۔ موصوف کی یہ تصنیف بڑی عجیب و غریب تصنیف ہے۔ موصوف نے ہندوستان میں سر اٹھانے والے اردو ہندی رسم الخط کے جھگڑوں سے بے حد متاثر ہو کر اردو کے لیے ایک بالکل نیا رسم الخط ایجاد کیا تاکہ تمام ہندوستانی

بغیر لسانی تعصب کے اس کو سیکھ سکیں۔

آخرش تمل ناڈو کا یہ روشن ستارہ اپنی ساری علمی و فکری تابانیاں اور توانائیاں عالم شعر و ادب میں بکھیر کر ۲۳ / جولائی 1923ء کی صبح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ مگر اس کی روشن یادیں اس کی خاموش خانقاہ (باقیات) اور اس کے نام سے آباد محلہ "شاہراہ آباد" آج بھی ہمارے دیدہ و دل کی ٹھنڈک بنے ہوئے ہیں۔

شاہراہ نے جان دے کے وفا کا دیا ثبوت
ایسا ملے گا آپ کو پھر جاننا کب

۹۰ نواب عبدالرؤف خان بہادر پر تو

آپ فرزند خورشید احمد خان اور نواب عظیم جاہ ہفتم کے نواسے تھے۔ آپ بمقام مدرسہ اس ۱۲۸۲ھ / 1865ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ختم کرنے کے بعد اپنے دور کے اکابر علماء سے عربی فارسی زبانوں پر کمال حاصل کیا اور عمولانا سید شاہ حسین محرم (المتوفی ۱۳۴۷ھ / 1928ء) کے دست مبارک پر نہ صرف بیعت سے مشرف ہوئے بلکہ روحانی فیوض سے بھی سیراب ہوئے۔

آپ کو شعر و ادب کے ساتھ ساتھ دین و مذہب اور تصوف سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ اپنے دور کے عظیم شاعر سید صادق الحسینی شریف مدرسہ کی شاگردی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقبولیت، شہرت اور ہر دل عزیز عطا کی جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کی خوش نصیبی کا زندہ ثبوت آپ کے نام سے منسوب کی گئی گلی ہے جو آج بھی رائی پیٹ، مدرسہ اس کے احاطہ میں "پرتو" اسٹریٹ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کی شاعری زبان و بیان کے فنی اسقام سے مبرا ہے۔ آپ نے بھی اپنے استاد کی طرح مرزا غالب کی زمینوں میں بہت زیادہ غزلیں کہی ہیں۔ جس پر تنقید و تبصرے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کی وجہ سے آپ کے شعری جذبوں میں وہ سوز و گداز اور گہرائی و گیرائی نہ پیدا ہو سکی جو آپ کے استاد شریف مدرسہ کے کلام کا خاصا تھی۔

یکم ڈسمبر ۱۳۴۵ھ / 1926ء کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور اسی

دن شام بعد نماز مغرب احاطہ مسجد والا جہاں تین مدفون ہوئے۔
آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔

۱۔ کلیات پر تو مطبوعہ ۱۳۰۸ھ / 1890ء

۲۔ دیوان پر تو ۳۔ شنوی حرزجان

۴۔ نغمہ پر تو ۱۳۲۱ھ / 1903ء

۵۔ نظم دلچسپ ۶۔ نظم دلفریب ۱۳۳۹ھ / 1920ء

۷۔ گلدستہ پر تو ۱۳۰۱ھ / 1883ء

۸۔ راہ نجات و زادراہ پر تو

۹۔ دیوان فارسی ۱۰۔ گلدستہ اصفہان پر تو

۱۔ کلیات پر تو مطبوعہ ۱۳۰۸ھ / 1890ء

۲۔ دیوان پر تو ۳۔ شنوی حرزجان

۴۔ نغمہ پر تو ۱۳۲۱ھ / 1903ء

۵۔ نظم دلچسپ ۶۔ نظم دلفریب ۱۳۳۹ھ / 1920ء

۷۔ گلدستہ پر تو ۱۳۰۱ھ / 1883ء

۸۔ راہ نجات و زادراہ پر تو

۹۔ دیوان فارسی ۱۰۔ گلدستہ اصفہان پر تو

۹۷۔ شمس العلماء علامہ شاہ عبد الجبار قادری

آپ ۱۲۸۶ھ / 1869ء میں بمقام دامنہ بازی پیدا ہوئے۔ بانی باقیات عبد الوہاب صاحب کی سرپرستی میں نہ صرف آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی بلکہ عربی علوم و فنون پر بھی قدرت حاصل کی اور علوم منقولات و معقولات کے ساتھ ساتھ علوم ظاہریہ و باطنیہ سے بھی سرفراز ہوئے مولانا راہی فدائی نے اپنے مقالہ "مدارس و یلور کی ادبی خدمات" میں لکھا ہے کہ آپ کی علمیت سے متاثر ہو کر حکومت برطانیہ نے آپ کو ۱۳۵۱ھ / 1932ء میں شمس العلماء کے خطاب سے بھی نوازا۔ آپ کے تبحر علمی اور تدریسی خدمات کا شہرہ علامہ شبلی نعمانی تک پہنچا تو علامہ نے آپ کو

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے صدر المدرسین کی ذمہ داری سونپنے کی کوشش کی۔ لیکن مولانا نے نہ جانے کن وجوہات کی بناء پر اس منصب کو قبول نہیں کیا ممکن ہے کہ مولانا نے اپنی خانگی حالات کے پیش نظر دور دراز کا سفر کرنے اور وہاں قیام پذیر ہونے سے گریز کیا ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا نے اپنی دینی خدمات کی روشنی سے خود اپنی سر زمین کو منور و معطر کرنے کا عزم صمیم سے رکھتے تھے۔

آپ کے عربی مضامین ماہنامہ "الندوہ" میں بالالزام شائع ہوئے تو موصوف کے مضامین سے متاثر ہو کر مولانا سید سلیمان ندوی، جمال محی الدین بانی جمالیہ عربک کالج مدراس کے ہمراہ ویلور سے گزرتے ہوئے مولانا عبد الجبار سے شرف نیاز حاصل کرنے باقیات صالحات تشریف لائے لیکن بد قسمتی سے مولانا سید سلیمان ندوی کو شرف ملاقات نہ حاصل ہو سکا۔

آپ کو عربی شاعری میں بھی ید طولی حاصل تھا اور آپ کی عربی منظومات ہندوستان کے موقر اور مقتدر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور آپ کی اردو تفصیلات میں "اصلاح ذات العین بدفع الشقاق عن الزوجین"، "التحرید فی اثبات وحدہ الوجود والتوحید" اعدایہ الناس من شرالوسواس اور الحیۃ القطعیۃ بجواز الخطیۃ الجمعیۃ قابل ذکر ہیں۔

آپ ۱۳۵۳ھ / 1934ء میں بمقام ویلور واصل بحق ہوئے۔ آپ کی تدفین بڑے قبرستان میں علمائے باقیات کے لئے مخصوص حصہ "قطعۃ الصالحین" میں عمل میں آئی۔

۹۸۔ ابراہیم عبدالقادر

آپ ۱۲۸۷ھ / 1870ء میں کیلاکرائی میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے دور کے مشہور شاعر ادیب اور عالم تھے۔ آپ نے عبداللہ ابن مالک کی کتاب "خلاصۃ العالیہ" کی تشریح ٹہل زبان میں لکھی اور یہ کتاب "تحفۃ السامیۃ" کے نام سے شائع ہوئی۔ آپ نے ۱۳۶۵ھ / 1945ء میں دارفانی سے رخصت فرمایا۔

۹۹۔ مولانا سید خواجہ معین الدین چشتی سلام

آپ ۱۵ / صفر ۱۲۸۷ھ / 1870ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور

فارسی کی تعلیم مدراس کے جمید علماء سے حاصل کی۔ انگریزی زبان پر بھی قدرت رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں آپ کو جیب کنتوری (کنتور مدراس سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا شہر) سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ کی ایک مثنوی "آشوب و فناء" شائع ہو چکی ہے جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔

۱۰۰۔ نواب محمد منور خان گوہر

آپ فرزند عبدالغنی خان امیر (الموتی ۱۲۵۹ھ / 1843ء) بمقام مدراس ۱۲۸۸ھ / 1871ء میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم شہر مدراس کے جمید علماء و فضلاء سے حاصل کی اردو شاعری کا ذوق آپ کو درٹے میں ملا تھا۔ لیکن اردو نثر میں آپ نے جو خدمات انجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے مرتے دم تک تصنیف و تالیف کو اپنی زندگی کا اہم ترین مشن بنایا اور "سخنوران بلند فکر" (132) ترتیب دیکر نہ صرف مدراس کے ادباء و شعراء کا تعارف پیش کیا بلکہ سارے جنوبی ہند کی دینی و علمی تاریخ کے روشن باب اکابرین علم و ادب کے سامنے رکھ دیے ہیں۔

۱۳۳۹ھ / 1930ء میں Retired ہونے کے بعد حیدرآباد گئے اور وہیں ۱۴ / ربیع الاول ۱۳۶۱ھ / 1942ء میں مالک حقیقی سے جا ملے۔

۱۰۱۔ مولانا مولوی عبدالصمد علمی

آپ کی پیدائش بمقام پٹ، مدراس میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے والد بزرگوار عبدالقادر سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ باقیات صالحات میں داخلہ لیا اور اپنے وقت کے جمید علماء سے بھرپور استفادہ کیا۔ بیک وقت آپ کو عربی، فارسی اور زبانوں پر ملکہ حاصل تھا اور ان تینوں زبانوں میں شاعری کا مشغلہ جاری رکھا۔ آپ کی ایک طویل مثنوی "رد ملحد" منصفہ شہود پر آئی جس میں نقاد اعظم مولانا نیاز فتحپوری "مدیر ماہنامہ نگار پاکستان" کے ملحدانہ خیالات کا رد پیش کیا گیا تھا۔

آپ کو سیاست سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ کانگریسی ہونے کے ناطے اپنے دور کے مشہور

صحافی عبد الحمید شرر آندوری اور گاندھی جی سے مراسلاتی تعلقات تھے (133)۔
 آپ کا انتقال یکم فروری ۱۳۶۱ھ / 1942ء میں بروز جمعہ بمقام ویلور ہوا۔
 آپ کی وفات کے ٹھیک ایک سال بعد ۱۳۶۲ھ / 1943ء میں آپ کے یار غار اور
 اردو دنیا کے مشہور اور جلیل القدر صحافی عبد الحمید شرر (جن کی گاندھی جی بڑی عزت کرتے تھے)
 بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

آپ کی حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں۔

۱۔ لامیۃ العلمی مطبوعہ ۱۳۵۵ھ / 1935ء

۲۔ دالیتہ العلمی مطبوعہ ۱۳۵۳ھ / 1934ء

۱۰۲۔ مولانا خطیب محمد اعظم سفیر بلنچپوری

آپ بمقام بلنچپور، ویلور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت بھی مدرسہ باقیات
 صالحات میں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت عبدالوہاب ویلوری کی نگاہ خاص نے آپ کو ذرے سے آفتاب بنا
 دیا۔ جس کا اظہار آپ نے اپنی کتاب ”فغان اعظم“ مطبوعہ ۱۲۳۷ / 1821ء میں کیا ہے۔ آپ
 نے اردو شاعری کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی ہے۔ آپ نے مختلف شعراء کے قصائد اور
 نعتوں کے مجموعہ ”محران اعظم“ اور ”چمنستان اعظم“ کے نام سے شوکت الاسلام پریس بنگلور سے
 شائع کیے۔ آج بھی آپ کے ترتیب دیے ہوئے مذکورہ قصائد اور نعتیں رمضان کی مبارک راتوں
 اور اعیاد کے موقعوں پر کرناٹک، آندھرا اور مدراس کے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔
 آپ کی صحیح تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ بہر کیف مالک ”شوکت الاسلام پریس“ کے
 فرزند جناب قادری صاحب کا بیان ہے کہ وہ ۱۳۶۱ھ / 1942ء تک بقید حیات تھے۔

۱۰۳۔ مولانا محمد عبد الحمید پٹنگوری

آپ ایک ایسی بنجر سرزمین (پٹنگور) میں پیدا ہوئے جہاں کسی انسان میں حصول علم کا
 شوق نہیں تھا اور کوئی ایسی شخصیت موجود نہیں تھی جو نوجوانوں میں علم کا جذبہ پیدا کر سکے۔ آپ
 کے جد امجد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ آپ نے جب اس دیہاتی زندگی میں گٹھن سی محسوس کی تو پندرہ

سولہ سال کی عمر میں بڑی کسمپرسی کے عالم میں گاؤں اور گھر کے ماحول کو خیر باد کہا پلم نیر (Palamanair) پہنچے۔ یہاں کی مسجد کے امام کے پاس عربی کی ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن پورا کیا۔ دینی علم کی تشنگی کی لہروں کا جوش آہستہ آہستہ اوج پر آیا تو آپ نے حضرت مولانا شمس العلماء عبدالوہاب سے فیض یاب ہونے کی غرض سے مدرسہ باقیات صالحات میں داخلہ لے لیا۔ دو سال یہاں کی نصابی کتابیں پڑھنے کے بعد شہر بلہاری گئے وہاں درس گاہ مسجد قادریہ کے قابل استاد شیخ عبدالقادر سے تفسیر، اصول، حدیث فقہ اور منطق کی کتابیں پڑھیں اور ان علوم میں ملکہ حاصل کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت مولانا شاہ احمد حسین کانپوری کی علمی خدمات دارالعلوم لطیفیہ کو حاصل تھیں۔

پھر آپ مدرسہ اسلامیہ کرنول سے فیض یاب ہوئے۔ کرنول میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے استاد کے ایما پر مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں آستانہ رشیدیہ سے باطنی و روحانی فیض حاصل کئے۔ پھر آپ امام ربانی کے دست مبارک پر نہ صرف بیعت سے مشرف ہوئے بلکہ فرقہ خلافت اور عمامہ فضیلت سے بھی سرفراز ہوئے۔

تقریباً پندرہ سال کی مسلسل محنت کے بعد انوار توحید و برکات کا خزانہ لے کر جب وطن مالوف واپس ہوئے تو وہاں وہی جہالت کے آثار، وہی لادینی اندھیرے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ آپ نے خطبات اور مواظظ کے ذریعہ لوگوں کی جہالت دور کرنے کی لاکھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے آخر تنگ آکر وائمنہاڑی، شمالی آرکٹ کارخ کیا۔ یہاں پہنچ کر مولانا خطیب عبدالرحمان کی سفارش پر "مدرسہ مفید عام (134) کے مدرس مقرر ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک وہ دینی خدمات انجام دی ہیں۔ جن کا ہر نقش ہر دور میں منور رہے گا

۱۳۵۶ھ / 1937ء میں آپ واصل بحق ہوئے اور مسجد قدیم کے قبرستان میں مدفون

ہوئے۔ آپ کی ترجمہ شدہ کتاب "بشیر و نذیر" ابو صالح محمد عبدالجلیل الخطیب نے ترتیب دے کر

مکتبہ زہرہ ملت وائمنہاڑی سے ۱۳۸۲ھ / 1962ء شائع کی ہے۔

۱۰۴۔ علامہ اے۔ کے۔ عبدالحمید باقوی

ہ میں پیدا ہوئے۔ گھریلو ماحول مذہبی تھا اس لیے ابتدائی تعلیم خود اپنے بزرگوں سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ویلور گئے اور وہاں باقیات صالحات کے علماء سے عربی فارسی اور ٹمل زبانوں پر قدرت حاصل کی۔ آپ ٹمل زبان کے بہترین مقرر تھے۔

آپ نے شہر مدراس کے مختلف صوبوں میں شراب نوشی کے خلاف اسلامی نکتہ نظر سے بڑی بصیرت انگیز تقریریں کی ہیں۔ آپ کی عالمانہ اور فاضلانہ تقاریر کا اعتراف باقیات کے اکابر علماء نے کیا ہے۔ آپ نے گاندھی جی کی تحریک کا بھرپور ساتھ دے کر گاندھی جی کے ہمراہ ٹمل ناڈو کے مختلف اضلاع کا سفر کیا ہے۔ مولانا آزاد صحافی کا بھی آپ سے گہرا دوستانہ تھا۔

آپ نے ایک معرکتہ الاراء تحقیقی کتاب فطری مذہب (Erakai Madham) لکھی جس پر مقدمہ ٹمل ناڈو کے مشہور و معروف "ڈی کے" کے لیڈر (E.V.Ra Periyar) نے لکھا اور یہ کتاب 1925ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی تھی۔ (135) آگے چل کر اس کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں ملنگ احمد باشا (دائمنہاڑی، شمالی آرکٹ) نے کیا اور ترجمہ 1925ء کے اواخر میں حیدرآباد سے شائع ہوا۔

اس ترجمہ کی اشاعت کے بعد آپ کی زندگی میں ایک نیا انقلاب رونما ہوا وہ یہ کہ آپ نے سیاست کو خیر باد کہا اور ہمیشہ کے لیے اسلامی خدمات کی طرف رجوع ہو گئے۔

آپ کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن شریف کا ترجمہ ٹمل زبان میں بنام "ترجمتہ القرآن" کیا ہے اور اس ترجمہ کی پہلی جلد کی اشاعت 1942ء میں حیدرآباد کے نواب نظیر جنگ بہادر کے مالی تعاون سے ہوئی (136) اس ترجمہ کی اشاعت کے بعد ٹمل ناڈو کے علماء کے درمیان آپ کی شہرتیں آفاق کو چھونے لگیں لیکن آپ نے کبھی غرور و تکبر سے کام نہیں لیا۔ وہی سیدھی سادی زبان وہی خوش اخلاقی، وہی خلوص و مروت کے دائرے میں بقیہ زندگی بھی گزار دی۔

آپ ۱۳۷۴ھ / 1955ء میں بمقام کاریکال انتقال فرمایا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی نرسینہ اولاد میں ایم کے ایم عبدالصمد آج مشہور زمانہ ہیں، فی الحال ٹمل ناڈو مسلم لیگ کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سکرٹری ہیں۔ آپ کے زیر ادارت ایک ٹمل روزنامہ "منی چوڈر" بھی جاری ہے۔ آپ مسلمانوں کے سرگرم کارکن ہیں۔

۱۰۵۔ شمس العلماء نواب عبدالرحمان خان بہادر شاطر

آپ فرزند خان بہادر نواب عبدالغنی خان امیر (137) المتوفی ۱۳۰۶ھ / 1888 بمقام مدراس ۱۲۹۳ھ / 1877ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد فارسی اور عربی کے جمید عالم اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ نے مذہبی گھرانے میں ہوش سنبھالا اور علمائے دین کے درمیان سانس لی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ خدا ترس اور خدا پرست واقع ہوئے تھے۔ آپ نے عربی فارسی اردو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور اپنے وقت کے اکابر علماء سے حاصل کی مولوی سید شاہ حسین قادری محرم (138) کے دست مبارک سے بیعت و خلافت کی پر نور ساعتوں سے مشرف ہوئے۔ شاعری میں شریف مدراسی کی شاگردی میں آفاق گیر شہرتیں پائیں۔

آپ کو شعرائے مدراس میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ آپ نہ صرف اردو کے باکمال شاعر تھے بلکہ مختلف علوم و فنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے (139) آپ نے اردو شاعری میں ایک راہ نکالی جو نہ قدم نہ جدید۔ آپ لکیر کے فقیر بھی نہیں تھے کہ صرف غزل ہی کو اپنے اظہار خیال کا مرکز بنائیں بلکہ اردو شاعری کی مختلف اصناف مثلاً قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ کو بھی اپنے واردات قلبی کا ماخذ و منبع بنایا۔ خوشی اس بات کی ہے کہ آپ نے اپنے کلام کو سطحی عشق، بازاری آہ و فغاں، اور بے روح گلہ و شکوہ کا نمونہ نہیں بنایا۔ آپ جانتے تھے کہ زندگی کی ہر خوشی آنے والے غموں کا پیش خیمہ ہوتی ہے اس لیے آپ بہت زیادہ خوشیاں اپنے دامن میں سمیٹنا اور غموں کو اپنے سینے سے لگا کر داویا مچانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ اپنے خیالات کو موثر اور دلکش انداز میں پیش کرنے کے گر سے واقف تھے۔ آپ کے ہاں محاورات کا استعمال صحیح اور بر محل ہوتا تھا۔ آپ کا کلام ثقیل الفاظ اور مشکل تشبیہات سے مملو ہونے کے باوجود نہایت عمدہ اور پر لطف ہوتا تھا۔

ترقی پسند دور سے بہت پہلے آپ نے "قصیدہ اعجاز عشق" کے ذریعے اردو ادب کو ایک انقلابی تصور دیا اور فکری شاعری کی بنیاد رکھی۔ یہ قصیدہ فلسفہ حیات معاشرے کے رد عمل کا روپ لیے کئی رنگوں میں ظاہر ہوا ہے۔ آپ کا یہ طویل قصیدہ زبان و بیان، لہجہ و اختراع، بلند تخیل، نادر تشبیہات و استعارات، مضمون آفرینی کے اعتبار سے نمل ناڈو ہی نہیں بلکہ سارے

ہندوستان کی علمی و ادبی دنیا میں قابل صدا احترام ہے۔ آپ کے مضامین میں جو نیا پن، موضوعات میں تنوع اور خیالات میں گداحتگی کے وافر عنصر ہیں وہ ہمیں میر وغالب کے قریب تر کر دیتے ہیں۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ آپ کے شاعرانہ کمالات، فکری جمالیات، عرفانی تجلیات اور معرکتہ الاراء تخلیقات کا بھرپور جائزہ آج تک کسی نقاد نے نہیں لیا ہے حالانکہ "قصیدہ اعجاز عشق" کی اشاعت کے بعد آپ کی علمی اور شعری استعداد کا اعتراف مولانا شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد شاد عظیم آبادی، اکبر الہ آبادی، عبدالحلیم شرر اور مولوی ذکاء اللہ کرتے ہوئے اس قصیدے کو اپنے دور کا کارنامہ دانش کہا ہے۔

آپ نے بتاریخ ۱۵ / ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۷ / مارچ ۱۹۴۳ء کے دن داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان عبدالحق ساوی المعروف دستگیر صاحب میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی حسب ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

- ۱۔ اعجاز عشق ۲۔ ضمیمہ اعجاز عشق ۳۔ گلدستہ شاطر
- ۴۔ "احسان عشق" ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء، مطبوعہ الحمیدیہ پریس مدراس
- ۵۔ "ضمیمہ احسان عشق" ۱۳۴۳ھ / ۱۹۳۰ء، مطبوعہ نوجوان احاطہ مسجد والا جاہی مدراس

۱۰۶۔ پیش امام مولوی الحاج عبدالرحیم صاحب

آپ بمقام پرانی گلی و انمباڑی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و انمباڑی کے علمی و ادبی ماحول میں ہوئی۔ آپ کا شمار و انمباڑی کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ آپ بڑے حضرت کے نام سے بے حد مشہور تھے۔ آپ نے زندگی بھر دینی خدمات انجام دیں اور مسجد نسلی کھیت میں امامت کے فرائض انجام دئے اور سنا ہے وفات سے دو سال پہلے۔ مدرسہ مفید عام نسلی کھیت و انمباڑی میں بھی نظامت کے عہدے پر فائز تھے۔

آپ کی ایک تصنیف "نجم الہدیٰ لمن ابتمدی" ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء میں کریمی پریس، مدراس سے منظر عام آچکی ہے۔ یہ کتاب ۱۹ فقہی ابواب پر مشتمل ہے اور آجکل نایاب ہے

۱۰۷۔ افسر الشعراء مولانا محمد انصر الدین بے خود

آپ ۲۵ / شعبان ۱۲۹۸ھ مطابق 1880ء میں بمقام مدراس پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولوی غلام علی بسمل سے اور فارسی نصاب کی کتابیں اپنے نانا مولوی ذاکر علی خان بہادر اکرام سے پڑھیں۔ مولانا جمل حسین ایماں گوپاموی کے مشورے پر شعر و سخن میں حضرت ضامن علی جلال لکھنوی کی شاگردی اختیار کی آپ کا سلسلہ نسب آرکٹ کے مشہور و معروف صوفی شاعر سید عبداللطیف آرکٹ سے ملتا ہے۔ اردو شاعری کے علاوہ آپ کو اردو نثر پر بھی عبور حاصل تھا۔ آپ کی ادارت میں مدراس کا مشہور علمی و ادبی رسالہ "المضمون" شائع ہوتا رہا۔ آپ ایک مدت تک لندن کی رائل ایشیائی سوسائٹی کے رکن بھی رہے۔ آپ مدراس کے متعدد اسکولوں اور کالوں کے طلباء کو اپنے علم و فن سے سیراب کرتے رہے۔ آپ نے اسکول کے طلباء کے لیے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں مفید الطلباء، معین الطلباء جوہر اردو اور لٹوہر بے حد مشہور ہیں۔

آپ کی علمی و ادبی قابلیتوں اور تعلیمی و تدریسی کے خدمات سے متاثر ہو کر مدراس کی مشہور جامعہ عربی "مدرسہ محمدی" نے آپ کو افسر الشعراء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کو نہ صرف مختلف انواع نثر پر ملکہ تھا بلکہ اصناف نظم پر بھی یدِ طولی رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی خدمتِ علم و ادب اور قوم و ملت میں گزار دی۔ آپ کی تصانیف میں محران بے خودی، میخانہ خلد، رباعیات بے خود، توشہ آخرت اور مجموعہ توارخ بے حد مشہور ہیں۔

آپ ۲۷ / رمضان ۱۳۷۸ء مطابق 5 / اپریل 1959ء کو اس دار فانی سے راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۰۸۔ مولانا مولوی ابو بکر نظمی

آپ فرزند مولوی عبدالقادر بمقام مدراس ۱۳۰۱ھ / 1883ء میں پیدا ہوئے۔ علمائے مدرسہ محمدی میں آپ کا مقام اور رتبہ بہت اونچا تھا۔ آپ نے اسی مدرسے کے جمید علماء سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھیں اور تحصیل علم کے بعد اسی مدرسہ میں اپنی عمر کا طویل

تر حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ آپ جیسے دین کے خدام اب خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ آپ نے دین و اسلام کے تحفظ کے لیے مستقل مزاجی کے ساتھ جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ واقعی قابل صد ستائش ہیں۔ آپ کے علم کا محور صرف دین و شریعت تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ شعر و ادب کی دنیا پر بھی محیط تھا بالخصوص آپ کی صحت مند تنقیدوں کے نقوش تا حال اہل علم کے ذہن و دل پر روشن ہیں۔ حضرت مولانا راجی صدیقی کی توسط سے راقم کو بھی مولانا نے موصوف کی خدمت میں حاضری دینے اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا شرف نصیب ہوا تھا۔ آپ کا علمی بھر، ذہانت و فطانت کی خوشبو، طبیعت کی متانت و سنجیدگی، اوصاف کی سربلندی اور روحانی پاکیزگی نے راقم کا دل موہ لیا تھا۔ اسلامیات کے ہر شعبہ میں آپ کی وسعت نظری اور تعمق و گہرائی کا احاطہ اس مختصر سی تحریر میں ناممکن ہے۔ درحقیقت مولانا کی علمی و ادبی مختلف الجہات شخصیت پر بسوٹ کتاب لکھی جاسکتی تھی لیکن آج تک کسی نے بھی ان پر قلم نہیں اٹھایا۔ خود مدرسہ محمدی کے احباب نے خدا جانے کیوں خاموشی اختیار کر رکھی ہے!!!

مولانا کی غزلوں میں تخیل کی پرواز بہت بلند اور عاشقانہ رنگ کی پاکیزہ بہریں بہت نمایاں ہیں۔ عشق کی حرماں نصیبی، بھرکی وارداتیں درد و کسک کی لذتیں، آہ و فغاں کی باتوں سے مولانا کا سارا کلام معمور ہے۔ مختلف اصناف سخن میں انہیں کمال حاصل ہے۔ بہت زود گو اور پر گو شاعر ہونے کے باوجود مولانا کے کلام میں ناہمواری کے نقوش کہیں نہیں پائے جاتے۔ مولانا اپنے دور کے عربی فارسی کے جلیل القدر استاد اور مستند شاعر تھے۔ مولانا نے اپنے کلام میں عربی و فارسی کے الفاظ اور ترکیبوں کو زیادہ ترجیح دی ہے، جس کی ہماری اردو غزل متحمل نہیں ہے۔ کہیں کہیں ان کی غزلوں میں شیخ امام بخش ناسخ کارنگ بھی چھلکتا ہے۔ آپ کے دو شعری مجموعے اور ایک نثری کتاب منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مرقوم نظمی (مطبوعہ) ۲۔ حکایات عجیبہ (مطبوعہ)

اپ کی تین غیر مطبوعہ کتابیں جو راقم نے کتب خانہ مدرسہ محمدی میں دیکھی تھیں وہ

حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ترجمہ عوائل ۲۔ ترجمہ جمیل ۳۔ ترجمہ خلاصہ

آپ نے ۱۸ / جمادی الاول ۱۳۷۹ھ / 1959ء میں وفات پائی۔

۱۰۹۔ مولوی عباس علی عباس

آپ کے باہر اجداد شیراز کے رہنے والے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ آقا مرزا غلام نبی شیرازی مرحوم محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ دہلی فتنہ و فسادات کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ آپ معہ خاندان دکن سے ہوتے ہوئے ریاست میور آئے۔ میور کے ہندو راجہ کی شاہانہ خیر خواہی اور علم پروری نے آپ کی علمی استعداد و قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو دو جاگیریں چک بالا پور اور ڈٹ بالا پور عطا کیں۔ ہندو راجاؤں کے بعد آپ نے نواب حیدر علی اور میپو سلطان پ کا بھی دور دیکھا۔ پتا نہیں کن حالات کے تحت آپ نے کرناٹک چھوڑا لیکن بعض معتبر لوگوں سے اتنا معلوم ہوا کہ نواب والا جاہ کے تیسرے فرزند نواب سیف الملک بہادر نے آپ کی سرپرستی فرمائی اور اپنے پاس مہمان رکھا۔ مدراس کے گورنر سے ملاقات کروائی گورنر نے آپ کو معلم فارسی مقرر کیا۔

مرزا غلام نبی شیرازی کے پر پوتے مولانا مولوی مرزا غلام علی عباس ۴ / ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ / 1885ء کو بمقام مدراس میں پیدا ہوئے۔ آپ نے خان بہادر علی دوست خان اور مولوی رضا حسین مہکری سے عربی، صرف و نحو اور حدیث کا درس لیا۔ مولوی میر عنایت حسین موسوی اور میر مہدی حسین سے فارسی میں مہارت تامہ حاصل کی۔ مولوی قاضی امجد علی خان نبیرہ نواب امجد الدولہ بہادر کی صحبتوں میں عرفان علم کلام اور دیگر علم سے مستفید ہوئے۔ یف۔ اے، کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۵ھ / 1907ء میں مدرسہ اعظم میں مدرس مقرر ہوئے۔

۱۳۵۸ھ / 1939ء میں مدرسہ اعظم سے وظیفہ یاب ہو کر ویمنس کرچن کانڈین اردو کے لکچرار ہوئے۔ اس کالج میں سولہ سال اردو کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۵۷ھ / 1938ء میں آپ نے حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر عراق اور شام کا سفر کیا۔

آپ نے اردو شاعری میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔ شاعری کے ابتدائی دور میں آپ نے حکیم ضامن علی جلال لکھنوی سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ شاعری کا ذوق آپ کو ورثے میں ملا ہے بہت پر گو شاعر تھے آپ کی غزلیں بلند پروازی اور عمدہ خیالات و جذبات کی آئینہ دار ہیں۔ ثقیل الفاظ سے آپ کا کلام پاک ہے۔ خیالات کو گویا موتیوں میں پرونے کے فن سے آپ بخوبی واقف تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ آپ کی شاعری میں تڑپ اور کسک کا فقدان ہے مگر پھر بھی لاجواب ہے۔ آپ روایات کی پاس داری اور قدیم روش سے انحراف کبھی پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کی قادر الکلامی کا ہر طرف شہرہ تھا۔ آپ کی شاعری کا مجموعہ ”فانوس خیال“ منظر عام پر آچکا ہے۔

اردو شاعری کے علاوہ آپ نے حضرت علیؑ کے زرین مقولات کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ شائع بھی ہوا۔ آپ کا ہمت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ امام حسینؑ کی حیات طیبہ پر انگریزی زبان میں ”لائف آف حسینؑ“ جو تاریخی واقعات کے علاوہ رموز شہادت پر مبنی ہے۔ آپ ۱۳۸۸ھ / 1968ء میں جو ار رحمت الہی ہوئے اور تدفین مسجد نقشہ کلاں کے احاطہ میں عمل میں آئی۔

۱۱۰۔ مولانا مفتی حبیب اللہ ندوی باقوی

آپ کے والد علامہ محمد غلام محی الدین (المتوفی ۱۳۲۲ھ / 1904ء) تھے۔ آپ بمقام ویلور ۱۳۰۴ھ / 1886ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے باقیات الصالحات، ویلور اور ندوہ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ بتمحور عالم، شعلہ بیان مقرر ہونے کے علاوہ عربی فارسی اور اردو کے بہترین شاعر اور ادیب بھی تھے۔ آپ کے ہم عصر مولانا مولوی امانی پٹی کنڈوی سے آپ کی علمی و ادبی چشمبکیں آج بھی مشہور ہیں۔ آپ نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کرنول آندھرا، مدرسہ مظہر العلوم آمبور شمالی آرکات، مدرسہ قوۃ الاسلام بنگلور میں مدرس اور صدر مدرس کے فرائض انجام دئے۔

آپ ۱۳۹۱ھ / 1921ء میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کے فرزند مولانا فدوی باقوی نے تاریخ وفات نکالی

”از سرما برفت ظل پدر“

۱۳۹۱ھ

۱۱۱۔ افضل العلماء حکیم قادر احمد

آپ فرزند مولوی محی الدین بادشاہ ادا (141) (المتوفی ۱۳۱۷ھ / 1899ء) بمقام

مدراس ۱۳۰۸ھ / 1890ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا حافظ تقی حسین سے اور فارسی و عربی کی کتابیں اپنے والد بزرگوار اور شریف مدراسی سے پڑھیں۔ آپ تزکیہ نفس اور روحانی تعلیمات کے لیے مشائخ عظام کی طرف رجوع ہوئے ان میں کماحقہ دسترس حاصل کیا۔ چون کہ ابتدائی سے آپ کا زیادہ تر رجحان علم طب کی طرف تھا آپ عربی اور فارسی کی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد حیدرآباد گئے اور وہاں مدرسہ نظامیہ میں یونانی میڈیسن کے امتحانات پاس کئے۔ حیدرآباد میں علم حاصل کرنے کے بعد جب تشنگی اور بڑھ گئی تو آپ نے دہلی اور لکھنؤ کا رخ کیا اور وہاں علم طب سے فیض یاب ہو کر ۱۳۳۷ھ / 1918ء میں مدراس آئے۔ مدراس پہنچ کر آپ نے عربی زبان و ادب کا غائر مطالعہ کیا اور اسی سال مدراس یونیورسٹی سے افضل العلماء کے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔ ۱۳۴۱ھ / 1922ء میں آپ کا تقرر بحیثیت عربی اور فارسی لکچرار محمدن کالج مدراس میں ہوا اور ۱۳۷۹ھ / 1959ء میں مستعفی ہوئے۔

اپنے دور کے اطباء حاذق میں آپ کا رتبہ بہت بلند تھا۔ ۱۳۳۸ھ / 1919ء میں آپ نے طاہر صاحب اسٹریٹ مونٹ روڈ مدراس میں ایک یونانی مطب کھولا اور تا دم آخر خدمت خلق میں مصروف رہے۔

آپ کے شب و روز علماء حکماء کی صحبتوں اور عبادات الہی میں گزرتے تھے آپ کو صدق و اخلاص، صبر و توکل، ایثار و قربانی کی خوبیاں ورثے میں ملی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک میں وہ شفا عطا کی تھی آپ کے پاس آنے والا ہر مریض دوپہار دن میں صحت یاب ہو جاتا۔ آپ کی حکمت کی اعلیٰ ترین خوبی یہ تھی کہ آپ بہترین نباض ہونے کے ساتھ ساتھ مریض کو دوا اور دعا دونوں سے سرفراز فرماتے تھے۔ لیکن آج کے حکماء (جو شہر مدراس کے ماحول میں مہلک جراثیم کی حیثیت رکھتے ہیں) کو دیکھ کر موت سے پہلے موت کا منظر آنکھوں میں گھوم جاتا ہے۔ آپ ایک ولی صفت انسان تھے۔ آپ کے روحانی فیوض و برکات سے ایک عالم مستفیض تھا۔ موت سے کون مستثنیٰ ہے وہ بزرگان دین جن کی اس ناپاک دنیا کو اشد ضرورت ہے وہ بھی موت ن سے اپنے آپ کو بچانہ سکے۔ آخرش ۱۸ رجب ۱۳۷۹ھ / 28 / جنوری 1959ء کو آپ اس سفر پر روانہ ہوئے جہاں سے کوئی بھی واپس نہیں آتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ نے علم طب کی دو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جو گورنمنٹ مینوسکرپٹ لائبریری سے شائع ہوئی ہیں (134) ۱۔ جامع الاشیاء ۲۔ طب فریدی

۱۱۲۔ قاضی محمد حبیب اللہ

آپ اہل نوائط سے تھے۔ خاندان اہل نوائط نویں صدی ہجری کی ابتداء سے آج تک ہندوستان میں اپنے علمی، ادبی، مذہبی اور ملی خدمات کے لئے مشہور و معروف ہے۔ اس خاندان کی دو عظیم ہستیاں جو اپنی دینی و علمی کارناموں کی وجہ سے آفاق گیر شہرتوں کی مالک ہیں وہ مولانا مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر (143) اور مولانا مولوی قاضی بدرالدولہ ہیں۔ (144)

آپ ۱۲۔ شعبان ۱۳۱۰ھ مطابق 1893ء میں محلہ چھپاک، مدراس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد شمس العلماء قاضی عبداللہ بن قاضی بدرالدولہ (145) مدراس کے سر قاضی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی سید جلال الدین سے حاصل کی۔ اپنے والد قاضی عبید اللہ اور اپنے چچا مفتی محی الدین محمود سے عربی اور فارسی زبانوں پر دستگاہ حاصل کی۔ علوم باطنی سید قادر باشاہ خلیفہ سید برہان الدین حسینی تاج پورہ آرکٹ سے فیض یاب ہوئے۔ نوجوانی میں ۱۳۲۷ھ مطابق 1907ء میں حج و زیارت روضۃ نبوی سے مشرف ہوئے۔ (146) آپ نے دوسرا حج ۱۳۶۹ھ مطابق 1949ء میں ادا کیا۔ آپ ۱۳۷۱ھ مطابق 1952ء میں قاضی مقرر ہوئے۔

۱۳۷۰ھ مطابق 1950ء میں آپ نے کراچی کا سفر کیا۔ اس سفر کے مقصد سلسلہ باطنی کے اولیائے کرام کی زیارت سے مشرف ہونا تھا۔ یہاں آپ کے اعزاز میں ایک دعوت دی گئی جس میں علامہ سید سلیمان ندوی بھی آپ سے ملنے آگئے تھے۔

۱۳۷۷ھ مطابق 1950ء میں آپ نے شمالی ہند کا سفر کیا اس سفر کا مقصد بھی اولیاء کرام کی زیارت سے مشرف ہونا تھا۔ واپسی میں آپ لکھنؤ گئے اور وہاں فرنگی محل کی خانقاہ آستانہ نعیمیہ میں قیام کیا۔ قاضی حبیب اللہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی سے ملاقات کے لئے امین آباد جانا چاہتے تھے۔ جب مولانا عبدالماجد دریا آبادی کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو خود عبدالماجد صاحب آپ سے ملاقات کے لئے فرنگی محل آگئے۔ جب مولانا کی آمد کی خبر فرنگی محل میں پھیلی تو فرنگی محل کے میزبان ناصر میاں ششدر ہو گئے کیونکہ مولانا نے تحریک خلافت کے بعد فرنگی محل کو آخری سلام اس لئے کر دیا تھا کہ فرنگی محل آہستہ آہستہ سیاسی مرکز بنتا جا رہا تھا۔

قاسمی صاحب کا ہر لمحہ عبادت الہی اور وظائف میں گذرتا تھا۔ مدرسہ محمدی آپ کی بدولت نور اعلیٰ نور تھا۔ آپ کے دیے ہوئے فتوے سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ درس و تدریس میں وقت کے بڑے پابند تھے۔

آپ کی سخاوتیں بے نظیر تھیں جو بھی پریشان حال آپ کے پاس آتا تھا اس کی حاجت پوری کرتے تھے۔ آپ کی سخاوتوں کے تذکرے احقر نے بچپن میں (اپنے نانا حضور شاہ محمد مرتضیٰ جو مدرسہ میں آرکائیو کے پیر کے نام بے حد مشہور تھے) سے بہت زیادہ سنے ہیں۔

آپ بھوپال کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابو احمد مجددی کے دست مبارک پر رمضان ۱۳۲۵ھ 1907ء میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت موصوف نے آپ کو طریقہ نقش بندیہ، قادریہ اور چشتیہ میں خلافت بھی عطا کی۔ آپ نے سجادہ نشین بغداد شریف حضرت سید شاہ محمود حسام الدین قادری بغدادی اور حضرت مولانا محمد اسلم فرنگی محل سے بھی خلافت حاصل کی تھی۔

آپ کی زندگی دنیاوی نمائش و آرائش سے پاک تھی۔ سادہ دل، پاک طینت اور بڑے منکر المزاج تھے۔ ہر لمحہ خدمت دین میں مصروف، مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں مشغول رہنا آپ کا زندگی کا حاصل تھا۔ رہن سہن اور گفت شنید میں تکلف اور تصنع کا شائبہ دور دور تک نہیں تھا۔ بچپن میں اپنے نانا حضور کے توسط سے آپ کی خدمت میں حاضری دینے کا شرف احقر کو بھی حاصل ہوا تھا۔ آپ کا زہد و تقویٰ، جو دو سخا، صبر و تحمل بے مثل تھا۔ آپ کا پر نور چہرہ آج بھی آنکھوں میں بسا ہوا ہے۔ آپ کی گفتگو کی نرمی اور اخلاق کریمانہ کے نقوش احقر کے دل و دماغ پر آپ بھی منقش ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بزرگ ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۰۔ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق 1978ء رات کے دس بجے قاضی صاحب نے تین مرتبہ سلام کیا اور آپ نے دونوں ہاتھ یوں بلند کئے جیسے کوئی آپ سے مصافحہ اور گلے ملنے آگے آ رہا ہے۔ آپ کی زبان سے کلمہ طیبہ نکلا اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون.....

آپ کا جسد مبارک پرنس آف آرکائیو کی رائے کے مطابق مسجد والا جاہی کے صحن میں سپرد خاک ہوا۔ اس احاطے میں علامہ عبدالعلیٰ بحر العلوم فرنگی محلی، مولوی محمد غوث شرف الملک قاضی بدر الدولہ، قاضی عبید اللہ، مولوی غلام قادر، ڈاکٹر عبدالحق بھی آسودہ خاک ہیں۔

قاضی حبیب اللہ صاحب نے قضاوت، درس و تدریس کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ

تصنیف و تالیف کا مستغلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی کتابوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

- (۱) - ظہور الاوراد - اس کتاب میں شیوخ کی دعائیں یکجا کی گئی ہیں۔
- (۲) - ریاض الحرمین - اس کتاب میں حج سے متعلق معلومات درج ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۵۹ھ مطابق 1940ء اور دوسری بار ۱۴۰۲ھ مطابق 198۵ء شائع ہوئی۔
- (۳) - ہدایۃ القاصد لا زالت المرہم الفاسد - یہ کتاب قادیانی عقائد کے رد میں پیش کی گئی ہے۔
- (۴) - کفایت اللیب - وہابی عقائد کی رد میں اہم ترین فتاویٰ اس کتاب میں موجود ہیں۔

مطبوعہ ۱۳۲۱ھ / 1922

(۵) تحفۃ احباب در بیان ایصال ثواب - یہ کتاب ۱۳۵۷ھ / 1938ء میں شائع ہوئی

(۶) فتاویٰ در بیان جواز استمداد انبیاء و اولیاء

(۷) فتاویٰ حبیبیہ - یہ کتاب پندرہ ہزار فتوؤں پر مشتمل ہے۔

۱۱۳۔ مولانا مولوی ضیا الدین امانی پلی کنڈوی

آپ بمقام پلی کنڈہ (شمالی آرکٹ) ۱۳۱۱ھ / 1893ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد عرب سے ہجرت کرنے کے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں میں بس گئے تھے حالات کی گردش اور زمانے کے کشاکش نے حضرت امانی کے پردادا محمد راج ہاشمی کو جب شکبہ میں لینا چاہا تو موصوف نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور شجارتی سلسلہ میں شہر ویلور کا رخ کیا۔ ویلور پہنچنے کے بعد آپ نے مستقل سکونت "قصبہ پلی کنڈہ" میں اختیار کی حضرت امانی کے دادا عبد الرحیم ہاشمی باقیات الصالحات کے فارغ تھے مگر اپنے فرزند امانی پلی کنڈہ کو ابتدائی عربی اور فارسی کی تعلیم دینے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ اللطیفیہ میں داخل کر دیا۔ حضرت امانی تقریباً نو سال (مولوی عالم سات سال) (مولوی فاضل دو سال) تک اسی مدرسہ کے جمید علماء سے مختلف علوم میں استفادہ کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار کی خواہش کے مد نظر مدرسہ باقیات الصالحات کا رخ کیا اور یہاں نہ صرف اعلیٰ حضرت شاہ عبد الوہاب قادری سے فیض یاب ہوئے بلکہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کی روشن منزل بھی طے کی۔

مولانا راہی لذائی کا بیان ہے کہ مولانا امانی اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد مولانا اشرف

تھانوی کے طالب ہوئے پھر حضرت اشرف علی کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا محمد سعید کر نوری سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

حضرت امانی تقریباً پچیس سال تک مدرسہ باقیات صالحات میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ 1359ھ / 1940ء میں بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے مدرسہ کو خیرباد کہا اور آرکائیو کی مشہور بستی "لعل پیٹ" پہنچ کر وہاں ایک عربی مدرسہ "منبع الانوار" کی بنیاد رکھی۔ 1386ھ / 1966ء میں جان بحق ہوئے اور احاطہ منبع الانوار ہی میں مدفون ہوئے۔ آپ کو السنہ مشرقیہ پر بھرپور کمال حاصل تھا۔ آپ کو عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ تمل زبان اور اس زبان کے قواعد صرف و نحو پر بھی خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے تمل زبان میں بانی باقیات صالحات کے سوانح لکھی جو تمل زبان کے ادبی حلقوں میں بے حد مقبول ہوئی اس کتاب کے علاوہ آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

انتخاب دیوان امانی	مرثیہ عبد الجبار
دیوان امانی	نالہ درد
نوحہ غم	کف الخلیل عن الکشف اللیل
گلزار فاطمہ	فلاح
نقش امانی جواب شبلی نعمانی	مشورہ سخن
بکاء الدم	گلشن سیرت
البحث الشمالی فی بحر الکامل	عمدة الادلة (147)
الکرہ المشیو	الرجز اللہم
شرح دیوان غنی	الفوز العظیم
جواہر الاسناد	الکرب العظیم

گوہر سنی شرح بسیط ملاحظہ غنی شیخ الملت حضرت امانی (148)۔

Kalang Kattum Idai Nilai

حضرت امانی کی تنقیدی بصیرتوں کا سکہ جنوب کی سرحد سے نکل کر شمالی ہند کے ایوان اکابرین ادب تک پہنچ چکا تھا۔ وہاں سے شائع ہونے والے مقتدر رسالوں کے مدیران بھی آپ کی روشن خیالی اور نورانی تحریروں کا نہ صرف تہ دل سے احترام کرتے تھے بلکہ اپنے موقر رسالوں میں

مسلل قسط وار آپ کے مضامین کو جگہ دیتے تھے دکھ اس بات کا ہے کہ حضرت امانی کے ان مضامین کے مجموعے کو شائع کرنے کی کسی کو ہدایت نہیں ہوئی آپ کے جو مضامین جو "جلوہ یار" میرٹھ، "نیرنگ خیال" "ادبی دنیا" پاکستان، مصحف عمر آباد اور معیار ادب، و شمارم میں اشاعت پذیر ہوئے ہیں ان مضامین کا مجموعہ اگر منظر عام پر آجائے تو ٹہمل ناڈو کے اردو ادب میں صحت مند تنقید کا وہ روشن مینار جلوہ افروز ہوگا جس کی روشنی سے شمالی ہند کے موجودہ ناقدین یقیناً مستفیذ اور مستفیض ہو کر اپنی تاریکیوں میں خود بخود ڈوب جائیں گے۔

آپ کی شاعرانہ صلاحیتوں اور فکری عظمتوں کا اعتراف نہ صرف اپنے دور کے جید علماء دین نے کیا ہے بلکہ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندی، حضرت خواجہ حسن نظامی اور شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی نے بھی کیا ہے۔

حضرت دانش فرازی مرحوم سے احقر نے ۱۳۸۲ھ / 1964ء سنا تھا کہ حضرت امانی کے علمی تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مسودہ علامہ حضرت محوی صدیقی لکھنوی (المتوفی ۱۳۹۵ھ / 1975ء کے پاس "معیار ادب" (149) میں اشاعت کے لئے دیا گیا تھا۔ کاش یہ مضامین مدراس واپس آجاتے یا رسالے میں چھپ جاتے تو یقیناً حضرت امانی کی تنقیدی تاج وری کے زرین نقوش اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ جاوید ہو جاتے۔

حال ہی میں حضرت امانی کے فرزند مسعود احمد اسنوی نے "فرمودات حضرت امانی" مطبوعہ ۱۳۳۱ھ / 1992ء ترتیب دے کر زیور طباعت سے مزین کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت امانی کی مختلف النوع شخصیت کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۱۳۔ افضل العلماء مولانا ڈاکٹر عبدالحق

آپ مشہور عالم و خادم دین حضرت مولانا عمر کرنولی مرحوم کے فرزند تھے۔ آپ کے والد ماجد بانی مدرسہ اسلامیہ کرنول تھے۔ کرنول کی سرزمین کے لئے موصوف کی ہستی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ آپ کا آبائی وطن بہاری تھا۔ لیکن آپ کی پیدائش کرنول میں ۱۳۱۲ھ / 1894ء میں ہوئی۔ لسانی تقسیم سے پہلے کرنول اور بہاری صوبہ مدراس میں شامل تھے۔

آپ نے کرنول کے خوشگوار ماحول میں آنکھ کھولی تو آپ کے چاروں طرف مذہب ہی

مذہب کی خوشبو میں پھیلی ہوئی تھیں گویا آپ نے مذہبی خاندان کی آغوش میں پرورش پائی اور شریعت و طریقت کی پر نور فضاء میں ہوش سمجھالا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد کی نگرانی میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے مدراس آئے۔ مدراس پہنچ کر آپ کا علمی ذوق و شوق معراج کمال کو چھونے لگا، یس۔ یس۔ یس۔ یس۔ یس۔ یس۔ اے۔ اور افضل العلماء کے امتحانات میں امتیازی درجہ میں کامیاب ہوئے۔ آپ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بناء پر محمدن کالج میں عربی فارسی اور اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آپ نے 1356ھ / 1938ء میں "ابن سنا الملک" مقالہ لکھ کر (University of Oxford) سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ آپ نے بہت قلیل مدت میں عربی فارسی اور اردو کے مختلف علوم و فنون پر حیرت انگیز ترقی کر لی۔ آپ نے مدراس کے مختلف کالجوں میں پرنسپل کے فرائض بھی انجام دئے۔

آپ 1362ھ / 1952ء میں مدراس پریسیڈنسی کالج سے وظیفہ یاب ہونے سے پہلے ہی آپ کو ہندوستان گیر شہر تیں نصیب ہو گئیں۔ آپ کی قومی و ملی اور دینی و علمی خدمات کا شہرہ علی گڑھ تک پہنچا تو آپ کو پرووائس چانسلر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنایا گیا۔ اس یونیورسٹی میں چند سال خدمات انجام دینے کے بعد مدراس لوٹے تو حکومت مدراس نے آپ کو پبلک سروس کمیشن کا ممبر بنا دیا۔ آپ پہلے اور واحد مسلمان ہیں جن کو یہ ممبر شپ کا امتیازی عہدہ ملا تھا۔

آپ نے ہر لحاظ سے زندگی کے ہر موڑ پر مسلمانوں کی راہ نمائی کی اور ان کے سیاسی، سماجی اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں، ہمہ گیر انقلاب پیدا کر کے ان کے اندر ایک نیا عزم اور نیا دلولہ پیدا کیا۔

دینی مسائل پر آپ کی تقریریں بڑی موثر ہوتی تھیں۔ موصوف نے اپنی تقریروں کے ذریعہ مسلمانوں میں خدا پرستی، خوف خدا اور پاک بازی کے جذبے پیدا کئے۔ غلط رسومات جو معاشرے میں ناسور کی طرح پل رہے تھے انہیں سختی سے ترک کرنے کی تلقین کی، عیاشی اور برائیوں سے ہمیشہ دور رہنے کی ہدایت کی۔ اس طرح آپ نے زندگی کی آخری سانسوں تک مسلمانوں کی دینوی اور دنیاوی عزت و وقار کا خیال رکھا اور ان کی دنیاوی ترقیات کے لیے جو بھی سہولتیں درکار تھیں وہ بہ آسانی مہیا کیں۔

آپ کا سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل توصیف وصف یہ تھا کہ آپ نے ہر فرقہ کے

طالب علم کی پر زور حوصلہ افزائی کی اور انہیں درکار تمام وسائل سے سرفراز کیا تعلیماتی وسائل سے سرفراز کیا اور ہر ایک کو ان کی اپنی قابلیت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین عہدے دیے۔

آج ٹمل ناڈو کی سر زمین میں جو بھی احباب صاحب اقتدار ہیں اور یہاں کے مقتدر اداروں پر اپنا تسلط جمائے بیٹھے ہیں وہ مولانا موصوف کے نوازشات کی دی ہوئی بھیک کے مرہون منت ہیں۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ مولانا سے دنیاوی سرفرازی حاصل کرنے والوں میں موصوف کی یادوں پر پھولوں کی چادریں اڑانے والا بھی کوئی دور دور تک نظر نہیں آتا۔ مولانا کی متبرک شخصیت اور ان کی علمی ادبی اور قومی خدمات کو ٹمل ناڈو کے احسان فراموش اور بددیانت احباب نظر انداز کر دیں تو کر دیں لیکن سر زمین مدراس کی مٹی اور آب و ہوا ان کی عطا کردہ محبتوں اور خوشبوؤں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

مولانا نے فرانس، جرمنی اور اٹلی کا سفر کیا اور سفر نامہ کی روداد کو کتابی شکل "اطالیہ" میں پیش کیا۔ اس کتاب کی زبان و بیان پر محمود خان بنگلوری کی تنقیدیں بھی بڑی معنی خیز ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ مولانا نے کئی ایک اہم ترین مضامین لکھے جو مدراس کے جلیل القدر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور بعض مضامین "انشائے حق" میں شامل اشاعت ہیں۔ مولانا کے یہ مضامین بڑی افادیت و اہمیت کے حامل ہیں۔

مولانا کی عہد آفرین شخصیت کا یہ کارنامہ یقیناً سنہری حروف میں لکھا جائے گا کہ مولانا نے جنوب میں بیٹھ کر شمالی ہند کے اکابرین پر اپنا حکم چلایا ہے۔ اور قوی دینی اور علمی رشتے، ہموار کئے ہیں۔ گویا آپ کی ہستی جنوب میں "بابائے اردو" کی حیثیت رکھتی تھی۔

مولانا فدائی کی توسط سے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ کڈپہ شریف میں بہادر خان مسجد کے روبرو ڈاکٹر عبدالحق کے نام منسوب "ڈاکٹر حق لاہری" تقریباً تیس سال سے برابر جاری ہے۔

۱۱۵۔ لیس۔ لیس۔ محمد عبدالقادر باقوی

آپ بمقام اٹما پالیم (Uttama Palayam) ضلع مدراس میں ۱۳۱۶ھ / 1898ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ غوثیہ میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے باقیات صالحات ویلور گئے۔ یہاں آپ نے علماء کے درمیان رہ کر عربی فارسی

اور تمل زبانوں پر مہارت پیدا کر لی۔ برسوں ہفت روزہ "سیف الاسلام" کے نائب مدیر رہے پھر جب قادیانی تحریک نے زور پکڑا تو آپ نے اس تحریک کا نام و نشان مدراس کی سرزمین سے مٹا دینے کی بھرپور کوششیں کیں۔ ایم آر ایم عبدالرحیم کا بیان ہے کہ آپ نے مدراس کے ماحول میں ایک عظیم الشان انجمن "حزب اللہ" کی بنیاد رکھی جس کی کمیٹی میں سترہ سے زیادہ علماء شامل تھے

بچہ نہیں کن حالات کے پیش نظر آخری عمر میں تنجاور گئے اور وہاں Kootha Nellur کے مقامی عربی مدرسہ "منبع اولیٰ" میں درس تدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔ آپ وہ خوش نصیب بزرگ ہیں جنہیں چودہ مرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع نصیب ہوا تھا۔

آپ کا یہ کارنامہ یقیناً سنہری حروفوں میں لکھا جائے گا کہ آپ نے سات جلدوں میں قرآن شریف کی تفسیر تمل زبان میں پیش کی اور جس کی اشاعت 1940ء میں حاجی شاہ الحدید آئینڈ سنس، مدراس کے زیر اہتمام عمل میں آئی۔

اس تمل تفسیر کے بعد آپ نے تمل زبان میں اور بھی کتابیں تالیف کیں جن کے

حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ بخاری شریف کا تمل ترجمہ (تین جلدوں میں)۔
 - ۲۔ سیرت محمد رسول اللہ صلعم تمل ترجمہ دو جلدوں میں۔
 - ۳۔ گنج الحقائق (تمل زبان میں)۔
 - ۴۔ تعلیم الاسلام (تمل زبان میں فقہ کے مسائل سے متعلق)
 - ۵۔ شہدائے کربلا (تمل زبان میں)
 - ۶۔ مولانا محمد علی جوہر (تمل زبان میں مولانا کی شخصیت سے متعلق)
- آپ نے 1985/ ۱۴۰۶ھ میں رحلت فرمائی۔

۱۱۶۔ افضل العلماء مولانا مولوی سید عبدالوہاب بخاری

آپ بمقام حیدرآباد ۱۳۲۰ھ / 1902ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مذہبی گھرانے اور دینی آب و ہوا میں آنکھ کھولی تھی۔ عربی اور فارسی کی تعلیم جامع نظامیہ میں حاصل کرنے کے بعد نظام کالج سے میٹرک اور بی۔ اے۔ پاس کیا۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے مدراس آئے اور مدراس یونیورسٹی ۱۳۲۶ھ / 1927ء میں ایم۔ اے۔ اور ۱۳۲۷ھ / 1928ء میں افضل العلماء اور ۱۳۲۸ھ / 1929ء میں بی۔ اے۔ امتحانات میں بدرجہ اول کامیابی حاصل کی۔ مدراس کے مختلف کالوں میں بحیثیت لکچرار کام کرنے کے بعد 1942ء میں اسلامیہ کالج دامنہاڑی کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ پھر اسلامک ہسٹری کے پروفیسر کے عہدے پر چودہ سال فائز رہے۔ ۱۳۷۸ھ / 1948ء میں نیو کالج مدراس کے پرنسپل اور مدراس یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۳۸۷ھ / 1967ء نیو ۱۱۱ سے مستفی ہونے کے بعد جمالیہ عربک کالج مدراس میں پانچ سال دینی خدمات پر مامور رہے۔ یو۔ جی۔ سی۔ پروفیسر کی حیثیت سے مولانا نے ۱۳۹۱ھ / 1971ء میں تحقیقی مقالہ (Contribution of India to Muslim Law and Juris prudence یو۔ جی۔ سی۔ دہلی میں داخل کیا۔

آپ نہایت متین، سنجیدہ، شگفتہ مزاج بزرگ، سادات سے تھے، تعصب سے سنیہ پاک تھا۔ ہر مذہب کے لوگ نہ صرف آپ سے مرعوب تھے بلکہ دل سے قدر کرتے تھے آپ نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت، تہذیب و اخلاق، فلاح و بہبود، اصلاح اور ترقی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور مسلمانوں کے مذہبی خیالات میں وسعت اور کشادگی پیدا کرنے کی خاطر دینی و علمی جلسوں میں موثر تقریریں کیں اور ان کی ترقی کے لیے راستے، ہموار کئے۔ بالخصوص میلاد النبیؐ کے جلسوں میں سیرت نبیؐ پر آپ کے لکچرس بڑے پر اثر، پر نور اور بصیرت افروز ہوتے تھے۔ آپ بیک وقت عربی فارسی اردو اور انگریزی زبانوں پر خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ کو اپنی اردو نوازیوں کی وجہ سے بھی خوب شہرتیں حاصل ہوئیں۔ آپ کا مطالعہ اسلامی

تاریخ میں بہت عمیق تھا قرآن کریم کی تفسیر انگریزی اور اردو زبانوں میں پیش کرنے کا انداز بڑا دلکش و دلچسپ ہوتا تھا۔ آپ کی علمیت اور قابلیت کے جوہر جہاں بھی کھلتے تھے وہاں کے اہل علم اپنی گردنیں خم کر دیتے تھے تھیں۔ گویا آپ کے مقناطیسی تہذیبی اثر نے صرف مدرسے اندھرا تک محدود رہا بلکہ ہندوستان کے باہر عرب ممالک پر بھی چھایا ہوا تھا۔

آپ کے دینی علمی مضامین مثل ناڈو کے مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی عبارت زور دار صاف، سادہ اور سلیس ہوتی تھی۔ دین کے دقیق سے دقیق مسائل کا حل بھی نہایت سادگی اور سے لکھ دیتے تھے۔ دینی علمی اور ادبی کارناموں کی وجہ سے آپ کا مقام اور مرتبہ بہت اعلیٰ اور ارفع تھا۔

مولانا نے ہمیشہ مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں میں اپنے لو سہروف رکھا آپ کی ہمدردیاں، محنتیں اور محبتیں اس سلسلے میں ناقابل فراموش ہیں۔ سرسید احمد خان کا اتباع کرتے ہوئے شہر مدرسے میں آپ نے مسلمانوں کی دینی اور علمی حالتیں سدھارنے اور ان کے دلوں میں نیا جوش نیا ولولہ نئی روشنی اور نئی توانائی پیدا کرنے میں جو خدمات انجام دئے ہیں۔ ان سے اغماض برتنا یقیناً کفران نعمت کے مترادف ہے۔

آخرش یہ بات لکھتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے کہ مولانا بخاری مرحوم سے زندگی کے ہر شعبہ میں جو لوگ مستفید ہوئے ان میں آج کوئی ایک بھی موصوف کے حق میں دعائے خیر کرنے والا یا یاد کر کے ایصال ثواب پہنچانے والا دور دور تک ناپید ہے۔

وہ قوم کبھی ترقی نہیں کرتی جو اپنے بزرگوں کے کارناموں کو یاد نہیں کرتی اور ان کے نیک صالح خدمات کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتی۔

ملک کے باہر اور ملک کے ہر گوشے میں آپ کی قدر دانی اور نیک شہر نہیں پھیلیں تو مدرسے کے دو مسلمان فرقوں نے آپ کی ذات و صفات پر اپنی سیاہ نیتوں کے داغ لگانے کی وہ پر جوش سیاسی سازشیں کیں۔ کہ جس سے مولانا نے دل برداشتہ ہو کر اپنی اشرافت کا لبادہ چاک ہونے سے پہلے ہی اپنے وطن مالوف کا رخ کیا اور وہاں ہسپتال کے معارف میں اعزازی ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

تاریخ اسلام پر آپ کی ایک کتاب ۱۳۶۶ھ / 1942ء میں منظر عام پر آچکی ہے (150) آپ "بہارستان سخن" کے مولف بھی ہیں اور یہ کتاب گورنمنٹ مینوسکرپٹ لائبریری مدراس نے شائع کی ہے۔

۱۱۷۔ ڈاکٹر سید محمد فضل اللہ

آپ بمقام مدراس ۱۳۲۳ھ / 1905ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اردو اور فارسی کے کتابیں پروفیسر نعیم الرحمن اور ڈاکٹر عبدالحق سے پڑھیں اور مدراس یونیورسٹی سے مٹھی فاضل اور ایم۔ اے۔ یل۔ ٹی۔ کی سندیں حاصل کیں آپ فرینچ اور جرمن زبان پر بھی کماحقہ درک رکھتے تھے آپ نے گورنمنٹ آرٹس کالج، اوٹی میں برسوں پر نسیل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آپ زندگی بھر کچھ نہ کچھ کام کرتے رہے۔ چار تالیفات یادگار چھوڑی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نسخہ شاہ جہانی ۲۔ تاریخ حفیظ اللہ خان ۳۔ مذکر احباب

۴۔ تالیف قرنی مطبوعہ ۱۳۸۲ھ / 1964ء کے اواخر میں ہوئی۔ آپ کی صحبتوں سے حضرت راز امتیاز، حضرت کاوش بدری اور جناب صلاح الدین برق سرفراز ہوتے رہے۔ اسی اثنا میں حضرت راز امتیاز نے موصوف کی نگرانی میں پندرہ روزہ "ساون" کا اجراء کیا اور اس پرچے کو نئی زندگی عطا کرنے کی غرض سے ابھرتے ہوئے نوجوانوں کی ایک کھیپ کو اردو نثر لکھنے کی طرف مائل کیا۔ موصوف کی صحبتوں سے استفادہ کرنے کا یہ دور آج بھی ہمارے ذہن و دل میں روشن ہے۔ یکم / اپریل ۱۳۹۲ھ / 1972ء میں موصوف نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی لیکن آج بھی جب کبھی دہلی سے ڈاکٹر امیر حسن عابدی صاحب (151) مدراس تشریف فرما ہوتے تو آپ کا بار بار ذکر کرتے۔ بالخصوص آپ کی تالیف "مذکر احباب" کی تلاش و جستجو میں وہ احقر کو ساتھ لئے مولانا کوکن مرحوم کی در دولت پر حاضر ہو جاتے اور وہاں سے موصوف کی خدمات کے منور نقوش ذہنوں میں لیے واپس ہو جاتے۔

۱۱۸۔ مولانا مولوی محمد ابراہیم باقوی

آپ باقیات صالحات کے فارغ تھے۔ حالاں کہ آپ کی مادری زبان تمل تھی لیکن

موصوف نے "گلدستہ تجوید" سب سے پہلے تمل میں لکھی اور اسکی مقبولیت کے بعد عام فیض رسانی کے لیے اسی بلکی پھلکی اردو میں مولانا مولوی محمد زکریا عمری کی خاص توجہ اور نظر ثانی کے بعد پیش کیا۔ مصنف نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں مولانا قاضی حبیب اللہ، حضرت مولانا وجدی الحسینی بھوپالی اور مولانا محمد یوسف کو کن عمری نے نہ صرف مفید مشورے دیے بلکہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا حوصلہ بھی بخشا لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہ کتاب ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند محمد عبد الہادی نے شائع کی۔

اس کتاب میں سوال و جواب کے پیرائے میں تجوید کے اہم مسائل اور اس کی اصطلاحات کو عمدہ شستہ اور سہل زبان میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۲۹۵ھ / 1975ء اور دوسری بار ۱۴۰۷ھ / 1987ء میں الفلاح پریس، حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔

آپ نے زندگی بھر مسجد اعظم شولہ، پلیمان توپ، مدراس میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دئے۔

محمد قاسم انصاری چھاؤنی بھوپالی کی تقریباً ۱۳۹۲ھ / مطابق ۱۲ / اکتوبر 1974ء سے پتہ چلتا ہے کہ "گلدستہ تجوید" چھپنے سے پہلے ہی وہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔

۱۱۹۔ مولانا مولوی عبدالسلام کمالی و یلوری

آپ کی ولادت ۱۳۲۴ھ / 1906ء میں بمقام ارکونم (شمالی آرکٹ) ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا صوفی خطیب عبدالرزاق کے زیر نگرانی ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے باقیات صالحات آئے اور عربی اور فارسی کے ساتھ ساتھ مدراس یونیورسٹی سے منشی فاضل کی سند حاصل کی ۱۳۵۶ھ / 1937ء میں دوبارہ ارکونم گئے اور وہیں مشن ہائی اسکول میں اردو مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مشن ہائی اسکول سے وظیفہ یاب ہونے کے بعد مدرسہ باقیات میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ برسوں و یلور میں اردو خدمات انجام دیے۔ ۱۳۹۰ھ / 1970ء باقیات سے سبکدوش ہونے کے بعد دارالعلوم سہیل الارشاد بنگلور میں چند سال تک صدر شعبہ فارسی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

مولانا راہی فدائی نے اپنے مقالے ”مدراس، ویلور کی ادبی خدمات“ میں لکھا ہے کہ مولانا کمالی ویلوری نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا ضیا الدین امانی پلی کنڈوی سے فن شاعری کے رموز و حقائق سیکھے۔

سنہ ۱۹۳۷ء میں چند سال بیشتر موصوف کے کلام کی اشاعت کے لیے کرناٹک اردو اکیڈمی نے مالی تعاون دیا تھا اور بعض اجباب نے اسکی اشاعت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔ لیکن تعجب اس بات کا ہے کہ آج تک ان غیر ذمہ دار، افراد نے موصوف جیسے ولی صفت، ظریف الطبع، منکسر المزاج شاعر کا کلام شائع نہیں۔ ان اجباب کے اس رویہ سے مولانا کو ذہنی رنجش تو ہوئی مگر موصوف نے کبھی اف تک نہیں کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا نے اس صدمہ سے متاثر ہو کر ایک شعریوں لکھا ہے۔

کس سے وفا کی ظالم نے میں نے طوطا کیوں پالا
آپ کی خدمات کے اعتراف میں مولانا راہی فدائی اور مولانا اشرف سعودی نے بڑے اچھے مضامین اردو ادب کو دیے ہیں۔ ان مضامین کے مطالعے سے ہمیں مولانا کمالی ویلوری کے فن اور شخصیت کے مختلف النوع جہات تک رسائی حاصل کرنے میں کافی مدد ملتی ہے۔
مولانا کو تمل زبان و ادب پر بھی بھرپور دسترس حاصل تھی احقر نے مولانا سے تمل زبان کے شہرہ آفاق شعراء کے بہترین اشعار تشریح کے ساتھ سنے ہیں۔ مولانا کو گنڈی مستان اور ترود لور کے ہزاروں اشعار از بر تھے۔

مولانا کا انتقال ۱۴۱۶ھ مطابق 24 / مئی 1995ء کو ہوا اور تدفین دوسرے دن بمقام بنگلور عمل میں آئی۔

۱۲۰۔ مولوی نثار علی شہارنگری

آپ بمقام نگری (آندھرا پردیش) ۱۳۲۶ھ / 1908ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مقامی اسکول میں حاصل کرنے کے بعد مدراس یونیورسٹی سے ادیب فاضل کی سند لی۔
برسوں اردو منشی کی حیثیت سے مقامی اسکول میں کام کرتے رہے۔ ۱۳۷۴ھ / 1954ء میں کلکتہ گئے اور وہاں کے اردو جرائد میں صحافتی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۷۵ھ / 1955ء میں

بمبئی کا رخ کیا ۱۳۷۹ھ / 1959ء تک فلمی دنیا سے وابستہ رہے۔ ظاہر ہے فلمی دنیا شریف لوگوں کے لیے سمٹ کر رہ جاتی ہے۔ موصوف کے لکھے ہوئے کئی گیت دوسرے گیت کار کے نام سے ریکارڈ ہوئے، رفتہ رفتہ جب فلمی دنیا کے جھمیلوں سے ذہنی آسودگی جاتی رہی تو اپنے وطن کی طرف لوٹے۔ ۱۳۷۹ھ / 1959ء کے اواخر میں اہل و عیال کے ساتھ مستقل طور پر مدراس آئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

آپ عربی اور فارسی جانتے تھے۔ مدراس کے وسیع تر حلقوں میں آپ ایک روشن خیال قابل عالم اور مسلم الثبوت اردو شاعری کے استاد کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ خوشنویسی کے فن میں یکتائے زمانہ تھے۔ اردو نثر اور نظم دونوں اصناف میں آپ نے اپنی قابلیت اور علمیت کے روشن نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ نے اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں بڑی سادگی، دلکشی اور بے تکلفانہ۔ طرز اختیار کیا ہے۔ اردو شاعری کے نئے رجحانات کے قدر داں تھے اور نئے لکھنے والوں کی تہ دل سے حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

آپ نہایت ظریف الطبع اور مہذب عالم تھے۔ دل و دماغ صوبہ جاتی عصبیت سے پاک تھے۔ صوم و صلوات کے پابند تھے، ماہ محرم میں آپ کی تقریریں بڑی بصیرت افروز ہوتی تھیں۔ ہر لمحہ دنیاوی خواہشوں سے دور، دینی اور علمی خدمات میں اپنے آپ کو مصروف رکھا۔ یہی وجہ ہے آپ اپنے حلقہٴ احباب میں بہت محبوب اور ہر دل عزیز تھے۔

ماہنامہ "امام" اور ماہنامہ "آب و تاب" کے مدیر تھے۔ برسوں "آب و تاب" کی زندگی، ترقی اور بقا کے لیے کوشاں رہے۔ ان دونوں جرائد کے ذریعہ آپ نے اردو زبان و ادب کی شاندار خدمت انجام دی جس سے انماض برتنا کفران نعمت کے مترادف ہے۔

آپ ۱۳۹۸ھ / 1977ء میں راہی ملک عدم ہوئے اور احاطے آستانہ عباس کے جوار میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی شاعری کا مجموعہ "آئینہ فرات" چھپ چکا ہے۔ اس مجموعہ میں موصوف کے سلام اور نوحے جگہ پائے ہیں۔ کلام میں فکری عمق کی تلاش بے سود ہے مگر عام فہم مضامین کو دلکش اور موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

۱۲۱۔ مولانا مولوی رحیم احمد فاروقی

آپ فرزند مولانا قدرت حلیم فاروقی ناصر گوپاموی (المتوفی ۱۳۱۴ھ / 1896ء) ۲۴ / ستمبر ۱۳۲۶ھ / 1908ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کی سرپرستی میں ہوئی۔ اس کے بعد مولانا مفتی محمد اور شمس العلماء قاضی عبید اللہ سے عربی اور فارسی کا درس لیا۔ مولانا عبدالرحمن سے حدیث اور تفسیر میں ملکہ حاصل کیا۔ ۱۳۴۶ھ / 1927ء میں لیس۔ لیس۔ یل۔ سی۔ کے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کے بعد محمدن کالج بی۔ اے۔ میں داخلہ لیا ۱۳۵۰ھ / 1931ء میں بی۔ اے۔ ۱۳۵۲ھ / 1933ء میں ایم۔ اے۔ اور افضل العلماء ۱۳۵۴ھ / 1935ء کی سندیں حاصل کیں۔

آپ کی علمی و ذہنی پرورش و پرداخت مدراس کے ماحول میں ہوئی تھی لیکن آپ کے بول چال کے بوجہ اور کسی اہم ترین موضوع پر اظہار خیال کرنے کا سنجیدہ انداز لیل زبان کا ساتھ تھا۔ علم و ادب کے پیچیدہ مسائل کا حل اور اس کی تفہیم اس طرح بے تکلفی سے پیش کرتے کہ کہیں بھی تصنع کا گمان تک نہیں ہوتا تھا۔ آپ کبھی بھی کسی بات پر مشتعل، چراغ پا، جذباتی نہیں ہوتے تھے۔ مخالفین کی باتیں بھی بڑے صبر و تحمل سے سنتے اور بڑی سنجیدگی اور ممانت سے جواب دیتے اور اپنے پاس آنے والے تشنگان علم و ادب کو اپنے فیوض سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کے ان اعلیٰ ترین صفات کا عکس آج بھی ان خاص شاگرد رشید پروفیسر محبوب پاشاہ میں نمایاں ہے جنہوں نے زندگی بھر آپ سے زندگی کے ہر شعبہ میں استفادہ کیا ہے اور آپ کے زیر ترتیب اپنی زندگی کو روشن کیا ہے۔

آپ کے نجر علمی کا یہ عالم کہ آپ کو عربی فارسی زبان و ادب کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی علوم پر بھی قدرت حاصل تھی۔ لسانیات سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ علوم السنہ پر آپ کی نظر بہت گہری تھی عربی زبان سے متعلق آپ کا نظریہ یہ تھا کہ جس طرح تمام بنی نوع انسان ایک باپ کی اولاد ہیں اسی طرح دنیا کی تمام تر زبانیں ایک ہی زبان عربی سے مشتق ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں ہی ایک کتاب "ام اللسان" اپنے بہترین مقدمہ کے ساتھ ترتیب دی تھی (152) اور اس کتاب کا مسودہ احقر نے جناب سید سلطان، مالک عذرا پریس کے پاس برسوں پہلے دیکھا تھا۔

آپ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک کچھ نہ کچھ تحقیقی کام کرتے رہے۔ بالخصوص اسلامی تاریخ پر بہت زیادہ کام کیا تھا، پتا نہیں آج آپ کے وہ تحقیقی مسودات کس کے پاس ہیں۔!! افسوس ہے کہ خود آپ کی اولاد نے بھی اس کے تحفظ اور اشاعت کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لی۔ آپ نے ٹمل ناڈو کے شعراء کی غزلوں کے مجموعے ”رنگ، برنگ“ پر (نقش اول) کے نام سے ایک مقدمہ تحریر فرمایا تھا جس کے مطالعے سے اتنی بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ تنقید میں آپ کا مزاج بڑا متوازن اور معتدل تھا۔

آپ کے ذوق و نظر کی پختگی، فنی، علمی، ادبی اور تنقیدی شعور کی دستیں گچ گراں مایا کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی غیر معمولی شعری صلاحیتوں کا آئینہ مرزا غالب کی مختلف بحروں پر لکھی ہوئی تصنیفیں ہیں۔ ان نعمتوں میں آپ نے نہ صرف غالب کے فکری مزاج و آہنگ، بلند و بالا احساس اظہار کی آفاقی بہروں کا خیال رکھا بلکہ غالب کے نظریات، رجحانات اور عقائد کا بھی پاس رکھا ہے۔ یہی وجہ آپ کی ہر تصمین میں غالب کا فکری اعماق کا نقش گیر ہے۔ غالب کی شاعری کے نشیب و فراز سے واقف ہو کر اس کے فن کی گہرائی تک پہنچنا بہت مشکل امر ہے لیکن آپ نے بڑی دماغ سوزی اور دیدہ ریزی سے کام لے کر غالب کی تصمین کے توسط سے اپنی علمی استعداد اور شعور و فکر کی روشن شناخت قائم کی جس کو اردو ادب کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

مفسیر قرآن مولانا مولوی ابوالجلال ندوی (المتوفی ۱۴۰۵ھ / 1984ء بمقام پاکستان) نے (مدراس میں اپنے قیام کے دوران) موصوف کے تعلق سے سچ کہا ہے کہ مولانا ٹمل ناڈو کی سرزمین پر ”آفتاب علم و ادب“ کی حیثیت رکھتے تھے۔

آخرش ٹمل ناڈو کا یہ آفتاب ۷ / اکتوبر ۱۳۸۶ھ / 1966ء میں اپنی آب و تاب دنیائے علم و ادب میں بکھر کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

آپ کی وفات سے اردو ادب کا بہت بڑا نقصان ہوا اور اس صدی کی ایک اہم ترین تاریخی کڑی بھی ختم ہو گئی۔

آپ بھی غالب کی طرح استاد فن، تصوف کے ماہر اور فلسفی شاعر تھے کاش آپ کو بھی کوئی فضل الحق خیر آبادی جیسا راہ بر اور مشیر نصیب ہوتا....!!

آپ نے نواب غلام غوث خان اعظم کی کتاب ”سفینۃ النجات“ ترتیب دی جسے گورنمنٹ اور نیشنل مینوا سکریپٹ لائبریری، مدراس نے شائع کیا ہے (153)

۱۲۲۔ مولانا حبیب خان سروش داؤدی

آپ بمقام پتوگرام مضافات کرسنگری شمالی (آرکٹ) ۱۳۳۱ھ / 1912ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۳۴۲ھ / 1925ء میں دارالسلام عمرآباد آئے اور وہیں عربی اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم سے ۱۳۵۲ھ / 1933ء میں فارغ ہوئے۔ اسلامیہ کالج دامنباڑی سے انٹرنیٹ بی۔ اے۔ کے امتحانات، میں درجہ اول میں کامیاب ہوئے۔ مدراس پریسیڈنسی کالج اور گورنمنٹ آرٹس کالج، مدراس میں لکچرار کے فرائض انجام دیے۔ زندگی بھر آپ نے اپنے آپ کو دینی، علمی، ادبی اور تعلیمی مشاغل میں مصروف رکھا۔ کبھی کسی سرمے دار کی خوشامد نہیں کی۔ نہایت ظریف متواضع خلیق اور وسیع القلب تھے۔ طبیعت میں قلندر آنہ شان تھی، خودداری یقیناً آپ کو ورثے میں ملی تھی۔ آپ کو اپنی دینی علمی اور ادبی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے شہر مدراس میں بہت زیادہ شہرتیں ملی تھیں۔ آپ نے اردو زبان و ادب کی جو خدمات انجام دیں وہ واقعی تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ اردو کے نام پر آپ نے کبھی تجارت نہیں کی۔ ہمیشہ ادبی محفلوں اور بحثوں میں حصہ لیتے تھے اور جب کبھی کسی موضوع پر رائے دینے اور پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرنے کا موقع ملتا وہ بہت منصفانہ مزاج، غیر جانب دارانہ رویہ اور جرات مندانہ قدم اٹھاتے تھے۔

آپ کی طرز تحریر سب سے مختلف اور علاحدہ تھی بیک وقت نظم و نثر دونوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر ہونے کے باوجود اپنی تحریروں میں عربی اور فارسی کے غیر مانوس اور مخلوق الفاظ برتنے کے شائق نہیں تھے۔ آپ کی تحریروں میں مذہبیات کا بہت زیادہ دخل تھا اکثر مضامین نہ صرف پسند و نصح سے دلچسپ اور بااثر ہوتے تھے بلکہ زندگی کے لطیف جذبات اور انسانی فطرت کے خطرات کے ترجمان ہوتے تھے (154)۔ آپ نے صنف افسانہ میں بھی طبع آزمائی کی تھی لیکن اس صنف میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

آپ کے غیر جانب دارانہ اور فاضلانہ تنقیدی شعور کے نقوش آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے طنز و مزاح اور انشا پردازی میں بھی ایک نئی راہ متعین کرنے کی سعی کی لیکن زندگی نے ساتھ نہیں دیا۔ حالانکہ آپ کی تحریروں میں جدت نہیں تھی لیکن مولانا عبدالحلیم شرر اور مولانا راشد الخیری کی طرح آپ بڑی بے تکلفی اور روانی کے ساتھ مشکل

سے مشکل بات کو بڑی چابکدستی سے پیش کر دیتے تھے۔

اسلامی تاریخ پر آپ کی عالمانہ تقریریں بڑی معلومات آفریں اور مستند ہوتی تھیں۔ ۱۷۔
 جولائی ۱۳۸۴ھ مطابق 1964ء میں کی رات نبی اکرام کی سیرت پر بڑی پر مغز تقریر کے درمیان
 اچانک قلب کا دورہ پڑا اور اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی راستہ ہی میں اس دنیائے فانی کو خیر باد کہدیا۔
 انالذ۔۔ راجعون۔ آپ نے اپنی زندگی میں دو کتابیں ”سوانح حیات“ اور ”تیر تفتنگ“ ترتیب
 دیں۔ پہلی کتاب ”سوانح ممتاز“ گورنمنٹ اور پینٹل مین اسکریٹ لبریری نے شائع کی اور دوسری
 کتاب ”تیر تفتنگ“ (جو طنز و مزاح کے مضامین پر مشتمل تھی) کا مکمل مسودہ جس پر پروفیسر احتشام
 حسین، نے تفصیلی مقدمہ بھی لکھا تھا، اشاعت کے لئے تیار تھا۔ سچہ نہیں آپ کی وفات کے بعد
 اس مسودے کا ناقد رد انوں ہاتھوں کب اور کہاں قتل ہوا۔۔۔؟

۱۲۳۔ افضل العلماء مولانا محمد یوسف کوکن عمری

آپ بمقام یمنبور 4 / نومبر 1916ء م 1335ھ میں پیدا ہوئے عربی اور فارسی کی
 تعلیم جامعہ دارالسلام عمر آباد سے حاصل کی۔ افضل العلماء اور منشی فاضل یم۔ اے ڈی لٹ کی
 سندیں مدراس یونیورسٹی سے حاصل کیں اور مدراس یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو اور فارسی
 و عربی کے مدرس کی حیثیت سے 1977ء م 1398ھ تک خدمات انجام دیتے رہے۔ عمر کی
 آخری سانسوں تک عربی، اردو اور فارسی ادب کے جسم میں روح بھرتے رہے۔ گویا آپ تامل ناڈو
 کے اردو ادب میں گر انقدر متاع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تحقیق آپ کا خاص موضوع تھا۔ اللہ تعالیٰ
 نے اس موضوع پر مولانا کو بے مثال قدرت عطا فرمائی تھی۔ مطالعہ نہایت وسیع اور حافظہ بہت
 قوی تھا۔ مدراس کے اکابرین علم و ادب سے متعلق نہ صرف معلومات کا خزانہ سینے میں روشن تھا
 بلکہ یہاں کے علماء ادبا و شعراء کے سنین ولادت و وفات کی گویا لغات تھے۔ لیکن افسوس اس
 بات کا ہے کہ مدراس کے عوام اور علماء نے ان کی زندگی میں ہی ان کی قدر نہیں کی حالاں کہ
 موصوف سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا مگر مستفید ہونے والوں کے ذہنوں میں
 احسان فراموشی کے جراثیم بھرے ہوئے تھے۔ احقر کا خیال ہے کہ مولانا بڑے غلط ماحول میں پیدا
 ہوئے تھے۔ کاش وہ شمالی ہند میں پیدا ہوتے تو مولانا کو مولانا حالی کا مقام یقیناً مل جاتا۔

مولانا کی زیر نگرانی ڈگریاں حاصل کرنے والوں کی فہرست بڑی لمبی سی لیکن دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ کسی شاگرد نے ان کے نام اور کلام کو روشن کرنے کی کوشش نہیں کی تو خود انکی کی بیگم حافظہ صاحبہ نے انکے فن اور شخصیت پر ایک بسوط کتاب ترتیب دیکر 1994ء میں شائع کی ہے۔ مولانا کی وفات پورے تامل ناڈو کے علمی و ادبی حلقوں کے لئے ایک المناک خلاء ہے جو کبھی پر نہیں ہو سکتا۔ مولانا وفات سے پہلے مہنیوں تک شدید بیمار رہے۔ بیماری کی حالت میں بھی احقر جب پروفیسر امیر حسن عابدی کے ہمراہ انکے دولت کدے پر حاضر ہوا تو مولانا نے اپنے دیرینہ وصف کا ثبوت دیتے ہوئے بڑے خلوص و محبت کے ساتھ ہم سے بات چیت کی اور ہم جن معلومات کے حصول کے لئے گئے تھے وہ معلومات موصوف نے بڑی فراخ دلی سے فراہم فرمائے۔ موصوف کے نکھے ہوئے چہرے کے خدو خال کا جائزہ لیتے ہوئے احقر نے اندازہ لگایا کہ اردو داں طبقے میں ان کا پرسان حال دور دور تک کوئی نہیں تھا جس کا مولانا کو بے جد ملام بھی تھا کہ مزاج پرسی کے لئے بھی کسی کا ظرف ان کی طرف مائل نہیں ہوا ہے۔ آخرش مولانا کی روح ۷ اکتوبر 1990ء 1411ھ قفس عنصری سے نکل کر عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ رام راؤ باغ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

- ۱ امام ابن تیمیہ - یہ انکی پہلی تصنیف ہے مطبوعہ 1959ء 1379/ء
- ۲ خانوادہ قاضی بدرالدولہ (جلد اول) مطبوعہ 1963ء 1383/ء
- ۳ "مختصر تاریخ ہند" (اردو ترجمہ) مطبوعہ 1952ء 1372/ء
- ۴ "نامعلوم انسان" (اردو ترجمہ) مطبوعہ 1954ء 1374/ء
- ۵ "اصل الاصول فیما یطابق بالکشف من المعقول والمنقول" مطبوعہ 1959ء 1379/ء
- ۶ "شعراکل الجورنی شرح ہیاکل النور" مطبوعہ 1953ء 1373/ء
- ۷ "شرح تحفہ العرقین" مطبوعہ 1954ء 1374/ء
- ۸ "شہنوی نو بہار عشق" مطبوعہ 1956ء 1376/ء
- ۹ "مولانا باقر آگاہ" مطبوعہ 1957ء 1377/ء
- ۱۰ "العرب و آدابہم" (الجزء اول) مطبوعہ 1965ء (الجزء الثانی) مطبوعہ 1966ء

- ۱۱ "القراءة العربية" مطبوعہ 1966ء، 1386/ھ
- ۱۲ "القراءة المفيدة" (الجزء اول) مطبوعہ 1966ء
- ۱۳ "دی عربک اینڈ پشیمین ان کرناٹک" مطبوعہ 1974ء، 1394/ھ
- ۱۴ "الابیات المقدسة" مطبوعہ 1980ء، 1401/ھ
- ۱۵ "اعلام النثر والشعر فی العصر العربی الحدیث (الجزء اول) مطبوعہ 1980ء، 1401/ھ (الجزء
الثانی) مطبوعہ 1982ء، 1403/ھ (الجزء الثالث) مطبوعہ 1984ء، 1405/ھ
- ۱۶ "قرنی" مطبوعہ 1959ء، 1379/ھ
- ۱۷ "بحر العلوم" مطبوعہ
- ۱۸ "شہوی ہفت جوہر" مطبوعہ 1963ء، 1383/ھ

۱۲۴۔ مولانا مولوی کمال الدین

آپ کے والد ماجد، باقیات صالحات کے عالم اور فاضل تھے۔ آپ بمقام (chitian) kottai پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم مولانا ابو بکر، اتم پالیم، مفتی اعظم شیخ آدم اور حضرت شیخ حسن ملیباری سے حاصل کی۔ حصول علم کے بعد آپ اپنے مادر علمی ہی میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں حضرت مولانا سید شاہ عبد الجبار صاحب قبلہ کے دور نظامت میں حضرت نے آپ کو اپنا نائب ناظم بنا لیا۔ حضرت کے وظیفہ یاب ہو جانے کے بعد آپ مدرسہ باقیات صالحات کے ناظر ہوئے۔ آپ کو فلکیات، ہندسہ اور سمت قبلہ کے تعین میں ملکہ حاصل ہے۔ آپ کی تازہ ترین تصنیف "اوقات الصلوة" منظر عام پر آچکی ہے اس کتاب میں تمام عالم کے لئے قبلہ "معلوم کرنے کے طریقے بڑے سہل طریقے پر بیان کئے گئے ہیں۔ آپ اسی مدرسہ سے 1993ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔

۱۲۵۔ افضل العلماء سید عظمت اللہ سردی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۸ھ 1919ء میں بمقام ترپاتور ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ختم کرنے کے بعد عربی اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ دارالسلام، عمر آباد (شمالی

آر کاٹ) آئے۔ علامہ محمد غضنفر حسین شاکر ناطقی کی سرپرستی میں السنہ مشرقیہ پر عبور حاصل کیا مدراس یونیورسٹی سے بی۔ اے، اور ایم۔ اے، کے امتحانات پاس کئے۔ 1949ء م 1369ھ میں اسلامی تاریخ کے لکچرر مقرر ہوئے۔

اردو، فارسی اور عربی زبان و ادب پر نہ صرف آپ کو ملکہ حاصل تھا بلکہ ان تینوں زبانوں میں بالخصوص اردو زبان میں پر اثر تقریریں اور تنقیدی صلاحیتوں کا اعتراف تامل ناڈو کے اکابرین نے کیا تھا۔ قدیم و جدید ادب پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ ان کے مضامین میں جہاں علمی معلومات اور منصفانہ مزاج کی چھوٹ ہوتی تھی وہیں ان کی تقریریں بڑی پر مغز اور عالمانہ ہوتی تھیں۔

ان کی علمی اور ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے چہیتے شاگرد حضرت کمال مدراسی نے پنجاب اسوسی ایشن مدراس کی جانب سے 1983ء م 1404ھ میں ان کا جشن بھی منایا تھا۔ اردو صحافت میں بھی آپ کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ ہفت روزہ ”شاکر“ مدراس ”سرکار“ اور ماہنامہ ”پاکیزہ“ کے صفحات پر ان کے مضامین فرضی ناموں سے جگہ پا چکے ہیں۔

ان کی نثری عبارتوں میں سادگی، سلاست اور روانی ہوتی ہے قلم برداشتہ وہ جو بھی لکھتے ہیں اس میں خشکی اور بد مزگی کا کہیں بھی شائبہ تک نہیں ہوتا۔ یہ ان کی تحریروں کی نمایاں شان ہے۔

اردو کی روایتی شاعری میں ان کا مرتبہ بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ فن شاعری میں بھی استاد تھے۔ آپ کی شاعری کی زبان نہایت شستہ و شیرین ہے۔ اکثر اشعار اخلاقی اور ناصحانہ تیور لئے ہوئے ہیں آپ بڑے متواضع، خلیق، ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ان کے خاص شاگردوں میں حضرت کمال مدراسی اور محی الدین عارف مدراسی نے اردو شعر و ادب میں بہت نام پیدا کیا۔ آپ نے اردو ادب میں جو خدمات انجام دیے ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔

تامل زبان و ادب سے بھی ان کو خاصا لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ”ترو کرل“ کا منظوم ترجمہ نہایت پاکیزہ اور آسان زبان اردو میں کیا تقریباً دو سو مختصر ترین ”ترو کرل“ کا ترجمہ کیا ہے جسے ڈاکٹر صفی اللہ نے ان کی غزلیات کے ساتھ ترتیب دیکر ”متاع رفتگان“ کے نام

سے مدراس یونیورسٹی سے شائع کیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 1959ء م ۱۳۷۹ھ میں ان سے پہلے مولانا مولوی اسماعیل رفیعی نے "ترو کرل" کے چند نظموں کے تراجم حضرت دانش فرازی مرحوم کی محفلوں میں سنائے تھے۔ پروفیسر حسرت بہروردی نے بھی "ترو کرل" کا نثری ترجمہ کیا ہے جو "ساتیہ اکاڈمی، دہلی" سے شائع ہوا ہے۔

آپ 1978ء م ۱۳۹۹ھ میں وظیفہ یاب ہونے کے بعد بنگلور گئے اور وہیں ۵ / جون 1978ء م ۱۳۹۹ھ کی صبح آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرما کر انہیں ابدی سکون نصیب فرمائے۔ آمین۔

۱۲۶۔ پروفیسر حکیم عبدالوہاب ظہوری عمری

آپ بمقام بنگلور 1920ء م ۱۳۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سہ ماہیہ نہیں کہاں حاصل کی۔ لیکن مولوی فاضل کی اعلیٰ تعلیم مدرسہ دارالسلام عمرآباد سے اور منشی فاضل، افضل العلماء کی سندیں مدراس یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ نظامیہ طبی کالج سے "طیب ماہر" کا امتحان 1940ء م ۱۳۵۹ھ میں پاس کیا اور مختلف طبی کالجوں میں بحیثیت پروفیسر، پرنسپل اور ڈین رہے ہیں۔ موصوف کے قول کے مطابق آپ کی اردو شاعری کے ذوق کی ابتدا علامہ شاکر ناطلی کی صحبتوں سے ہوئی لیکن آپ کے شعری مجموعہ "شیرازہ افکار" کے مطالعے کے بعد دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ موصوف کی شاعری کی اڑانیں علامہ شاکر ناطلی کی آفاق گیر فکر، عہد آفریں اظہار اور نورانی شعری کائنات کے وسیع تر وسعتوں میں کہیں بھی نقش نہیں چھوڑتی جس کے شاگرد ہونے یا پھر استفادہ کرنے کا ثبوت فراہم ہو۔ ماہنامہ "مصحف" میں بھی موصوف کی بہت ساری تخلیقات نظر سے گذریں۔ ان تخلیقات کے غائر مطالعے سے سہ چلتا ہے کہ علامہ شاکر ناطلی نے محض حوصلہ افزائی کی خاطر موصوف کی تخلیقات کو "مصحف" میں چھاپ دی تھیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ حکیم موصوف کی شاعری بھی بڑی شان و شوکت سے مکتبہ شعر و حکمت سے شائع ہوئی ہے اور میرے فاضل دوست مضطر مجاز نے بڑا عالمانہ مقدمہ بھی لکھا ہے۔

۷۔ سیم صبانویدی کی عصیت کا بھرپور جائزہ مطب

۱۲۷۔ مولانا جعفر حسین صدیقی

آپ بمقام مدراس ۴ فروری 1925ء م ۱۳۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مدراس کارپوریشن اسکول میں ہوئی اچانک 1930ء م ۱۳۴۹ھ میں آپ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد ویلور گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی مدرسہ باقیات صالحات کے خوشگوار ماحول میں جمید علماء کے درمیان اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور یہیں 1989ء م ۱۴۱۰ھ تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ 1991ء م ۱۴۱۲ھ میں حضرت قبلہ مولانا مولوی سید عبدالجبار باقوی کی خصوصی دعوت پر "جامعہ العلوم الثنائیہ" کڈپہ شریف تشریف لے گئے اور فروری 1995ء م ۱۴۱۱ھ تک اسی جامعہ میں منصب تدریسی پر مامور رہے ناسازگاری صحت کے تحت دوبارہ کڈپہ شریف نہ جاسکے اور اپنے کرم فرما دوست و مہربان سے معذرت چاہ لی۔

درس و تدریس کے دور میں آپ نے مفتی اعظم حضرت شیخ آدم المستوفی 1980ء م ۱۴۰۱ھ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ کے علمی اور ادبی کارناموں کو شہ ملی۔ چونکہ آپ کو السنہ مشرقیہ پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے بقول راہی فدائی صرف شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی کی معرکتہ آراء تصنیف "رشمہ الممعات فی شرح المشکوٰۃ کا اردو ترجمہ "فیص الممعات" کے نام سے پیش کیا۔ انگریزی مضامین کا بہترین ترجمہ اردو میں کیا ہے اور ان ترجمہ کو مجموعہ "عبرت و نصیحت" کی صورت میں حصہ اول مطبوعہ 1976ء م ۱۳۹۷ھ میں اور حصہ دوم مطبوعہ 1977ء م ۱۳۹۸ھ میں اردو دنیا سے روشناس کرایا۔ موصوف کے ان ترجمہ پر نقل سے زیادہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت فیضی صدیقی کی علمی ادبی اور فکری اڑانوں کا صحیح اندازہ آپ کی ناول نگاری، ڈرامہ نویسی، انشائیہ نگاری سے زیادہ آپ کے ترجمہ سے ہوتا ہے گویا آپ کو اس فن پر ید طولی حاصل ہے۔ آپ کا ایک جاسوسی ناول "پراسرار نظر بند" "ادارہ جاسوسی پنخہ" الہ آباد کے زیر اہتمام 1957ء م ۱۳۷۷ھ میں منظر عام پر آچکا ہے اردو نثر کے علاوہ آپ نے اردو شاعری میں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں بالخصوص آپ نے موضوعاتی نظموں بہت زیادہ لکھی ہیں جو سالنامہ نفیر ویلور کے شماروں میں جگہ پا چکے ہیں۔

۱۲۸۔ مولانا حامد الباقوی

مولانا عبدالحمید حامد باقوی بمقام گڈیا تم 1926ء م ۱۳۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم خود اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد 1936ء م ۱۳۵۵ھ میں باقیات کی مبارک زمین پر قدم رکھا اور یہیں سے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ مدراس یونیورسٹی سے "منشی فاضل کی سند حاصل کی 1946ء م ۱۳۶۶ھ میں اچانک چند نامساعد حالات کے پیش نظر باقیات سے رشتہ توڑ کر گریا تم کی ہائر سکینڈری اسکول میں اردو منشی کے عہدے پر فائز ہوئے اور یہیں سے وظیفہ یاب ہوئے۔

آپ نے مدرسہ باقیات کے علمی اور ادبی ماحول میں اپنے شعری ذوق کو پروان چڑھایا۔ آپ کی بیشمار نعتیں اور دینی مضامین ساناہ صفیر و یلور اور سالنامہ "نفیر" و یلور میں جگہ پا چکی ہیں 1991ء م ۱۴۱۲ھ میں آپ نے اپنے سفر حج کے تاثرات کو کتابی صورت میں "حج مبرور" کے نام سے پیش کیا۔ فی الحال مولانا اپنے غزلیات کے مجموعے کی ترتیب میں مصروف ہیں۔

۱۲۹۔ مولانا راجی صدیقی

مولانا راجی صدیقی فرزند شاہ محمد عمر صدیقی قادری اچشتی مرحوم بمقام مدراس 1927ء م ۱۳۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ محمدی کی طرف رجوع ہوئے اور یہاں حضرت مولانا مفتی قاضی حبیب اللہ اور مولانا ابو بکر نظمی سے عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ دینی علوم پر مولانا کی نگاہ کافی وسیع تھی شعر و ادب کا ذوق بھی آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ اپنے والد ماجد کی صحبتوں میں علم نجوم پر بھی آپ نے کمال حاصل کیا زندگی کی آخری سانسوں تک اس سے رشتہ بنھایا۔

اردو شعر و ادب میں آپ کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا کفرانِ نعمت کے مترادف ہے۔ آپ نے زندگی بھر نوجوان نسل کی رہنمائی اور ہمت افزائی کی ہے علمی معلومات اور شعری رموز کی تحصیل میں راقم آپ کا مہون منت ہے 1960ء م ۱۳۸۰ھ میں جب جدیدیت کی لہروں سے حضرت عزیز تمنائی اور حضرت دانش فرازی نے تامل ناڈو کی فضا کو آشنا کیا تو راقم مولانا سے اجازت لیکر حضرت دانش فرازی کے تلامذہ میں شامل ہوا۔ مولانا کی وسیع النظری اور فراخ دلی کا یہ بین ثبوت ہے کہ مولانا نے بخوشی راقم کو حضرت دانش فرازی سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع عنایت فرمایا۔ نئے زاویے، نیا احساس، نئی فکر اور نئی ہوش مندی کے جو خدو خال راقم کی

مخبروں میں نمایاں ہیں وہ حضرت دانش فرازی اور ان کے حلقہٴ ارباب علم و فن کی دین ہے۔
 مولانا راجی صدیقی کا شعری مزاج اور آہنگ سب سے بے نیاز اور جداگانہ ہے۔ میر و
 غالب کے وسیع مطالعہ سے انہوں نے اپنی ایک انفرادیت قائم کر لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے
 اشعار کے غالب سے میر کے جذبوں کی سنجیدگی اور غالب کی فکری تمازت کی زریں بہریں صاف
 محسوس ہوتی ہیں۔

آپ کا انتقال ۵ / نومبر 1989ء م ۱۴۱۰ کی دوپہر ہوا اور دوسرے دن احاطہ مقبرہ
 عبدالحق ساوی دستگیر میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کا ایک شعری مجموعی "زخمِ تر" مطبوعہ 1987ء 1408ھ میں منظر عام پر آچکا

ہے۔

۱۳۰۔ علامہ الحاج سید شاہ عبد الجبار قادری باقوی

بسیویں صدی کے اہل علم و اصحاب کمال علماء و فضلاء میں سے حضرت قدوة العلماء شیخ
 التفسیر ابو سعید علامہ الحاج سید شاہ عبد الجبار صاحب قادری المتخلص بہ ناصر باقوی کی ذات گرامی
 ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ آپ خاندان سادات نیشاپور کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے
 جد اعلیٰ حضرت مولانا عارف باللہ سید شاہ محمود قادری تبلیغ دین کی خاطر اپنے وطن مالوف نیشاپور
 ایران سے ہجرت فرما کر ہندوستان تشریف لائے اور یدرور راج پالیم (قصبہ پروٹور، ضلع کڈپہ)
 میں بالہام خداوندی قیام پذیر ہو گئے شاہ محمود قادری نیشاپوری کے بعد آپ کا خانوادہ شہر پروٹور
 منتقل ہو گیا۔ بعد ازاں اس خاندان سادات میں بتاريخ نکیم جولائی 1927ء م ۱۳۴۶ھ کو حضرت
 سید شاہ بابا فخر الدین قادری نیشاپوری ولد سید شاہ کمال الدین قادری نے نیشاپوری کے گھر
 حضرت شاہ عبد الجبار ناصر باقوی کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے زیر
 نفل عاطفت ہوتی رہی، والد ماجد نے 1941ء م ۱۳۶۰ھ میں آپ کو ام المدراس مدرسہ باقیات
 صالحات ویلور (تامل ناڈو) روانہ فرمایا، آپ نے اس مدرسہ میں تقریباً دس سال تعلیم حاصل کی
 مختلف علوم و فنون، میں مہارت تامہ حاصل کیا اور 1951ء م ۱۳۷۱ھ میں سند فراغتِ فضیلت
 سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے کمال علمی و بلند کرداری سے متاثر ہو کر مدرسہ باقیات کے ارباب

حل و عقد نے آپ کو منصب تدریس پر فائز کر دیا 1975ء م ۱۳۹۵ھ میں آپ کی تدریسی خدمات سے متاثر ہو کر مدرسہ کی مجلس شوریٰ نے آپ کو مدرسہ کا ناظر و مہتمم (Principal) مقرر کیا۔ جہاں سے آپ 1989ء م ۱۴۰۹ھ میں حسن خدمت سے سبکدوش ہوئے۔ آپ کی ذات گرامی دارالعلوم باقیات صالحات کے لیے ایک بابرکت، اعمول اور روشن یادگار ہے موصوف کے دم سے باقیات صالحات میں بزرگوں کی پاکیزہ روایات زندہ تھیں۔ آپ کے بعد ان روایات کو زندہ رکھنے والا نہ پیدا ہوا نہ ہو گا ان دنوں پرانا باقیات تو شہید ہو چکا ہے نئے اجباب کی سرپرستی میں اسکی ادنیٰ عالیشان عمارت پر پہلی سی رونق اور بہار افزاء کیفیت کا فقدان ضرور نظر آتا ہے۔

مولانا کی علمی استعداد اور خاص طور پر فقہ پر موصوف کی نظر اور دلی لگاؤ قابل ذکر ہے۔ آپ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فتویٰ کے بھی شناور ہیں آپ کا رہن سہن زندگی بسر کرنے کا اندازہ بالکل سیدھا سادھا اور درویشانہ ہے۔ آپ سے ملنے والا پہلی ملاقات میں ہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آپ کی گفتگو کا اندازہ اتنا جامع، مختصر، شگفتہ اور متانت و سنجیدگی سے بھرپور ہوتا ہے کہ بات کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ منہ سے جیسے الفاظ کے پھول برس رہے ہیں چہرے پر بلا کی معصومیت اور آنکھیں نورانی کیفیت کی غماز۔ ویلور کے ماحول میں جمعہ کی نمازوں کے بعد آپ کے خطبات نہایت مقبول اور مفید خاص و عام ہوتے۔ آپ نے دینی مسائل پر کئی مضامین لکھے جو سالنامہ "صفیر" ویلور اور "نفیر" ویلور میں بالالزام چھپ چکے ہیں۔

سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ آپ نے شمالی ہند کے دنیا دار علماء کی طرح دین کو تجارت نہیں بنایا یا حق کرنے اپنی زندگی میں ایسے وضع دار، حق اور ناحق کی صحیح شناخت رکھنے والے شیخ طریقت شاذ و نادر ہی دیکھے ہیں آپ نے 1990ء م ۱۴۱۱ھ میں شہر کڈپہ میں جامعہ العلوم الشاسیہ کی داغ بیل ڈالی اور تقریباً چھ سال سے بحیثیت ناظر و مہتمم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ عالم با عمل صوفی با صفا ہونے کے علاوہ صاحب قرطاس و قلم بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تقریر و تحریر دونوں کی صلاحیتیں آپ میں بدرجہ اتم ودیعت کر دی ہیں۔ آپ کے رشحات قلم سے سیکڑوں علمی و ادبی مضامین نکل چکے ہیں آپ کے نوک قلم سے وجود پذیر ہونے والی کتابوں کی تعداد تاحال دس ہے جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ جہان پدر مطبوعہ (1976ء م ۱۳۹۶ھ) حضرت امام غزالی کی نصح کا مجموعہ اپنے فرزند

ارجمند کے لیے تحریر کیا تھا۔

۲۔ مضامین تفسیر: یہ حضرت والا کے تفسیری مضامین کا مجموعہ ہے جو 88 صفحات پر محیط

ہے اس کو ادارہ صفیر ویلور نے 1982ء م ۱۴۰۳ھ میں شائع کیا تھا۔

۳۔ اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ (مطبوعہ 1980ء م ۱۴۰۳ھ) مسلک اعتدال یعنی

سلف صالحین کے مسلک پر مدلل رسالہ ہے۔

۴۔ تفسیر ام الكتاب (مطبوعہ 1983ء م ۱۴۰۹ھ) ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے یہ رسالہ سورہ

فاتحہ کی لاجواب تفسیر۔

۵۔ فقہی اختلاف (مطبوعہ 1992ء م ۱۴۱۳ھ) یہ کتاب ۶۸ صفحات پر محیط ہے آپ کی

تمام کتابوں میں شاہکار ہے یہ کتاب التراق بین المسلمین کو دفع کرنے اور گروہ بندیوں کا قلع قمع

کرنے میں تیر بہ بدف ہے۔ افراط و تفریط کے شکار اذہان کے لیے راہ ثواب و شمع ہدایت ہے۔

عوام و خواص دونوں طبقوں کے لیے ایکساں فائیدہ مند ہے

۶۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلا ایڈیشن (مطبوعہ 1994ء م ۱۴۱۵ھ) میں اور دوسرا

ایڈیشن 1995ء م ۱۴۱۶ھ یہ ۳۲ صفحات کا ایک مقدس رسالہ منکرین میلاد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم کے لیے دندان شکن جواب کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷۔ پاکیزہ حکایات (مطبوعہ ۱۴۱۶ھ م 1995ء)

۸۔ نکاح اور مبادیات نکاح (زیر طبع)

۹۔ مضامین سیرت (زیر طبع)

۱۰۔ داستان کرب و بلا (زیر طبع)

نوٹ:۔ راقم کے زیر اہتمام "فقہی اختلاف"، "میلاد النبی" اور "پاکیزہ حکایات" تمل ناڈو اردو

پبلیکیشنز میں اس سے شائع ہوئی۔

۱۳۱۔ ڈاکٹر تیکا شعیب عالم

ڈاکٹر تیکا شعیب عالم فرزند حضرت علامہ احمد عبدالقدیر شیخ ناننگیم بمقام (Kilakarai) کیلا کرائی ۲۹ / جولائی 1930ء م ۱۳۴۲ھ کو پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگوار سری لنکا اور ملیشیا کے مختلف عربی مدراس کے سرپرست و صدر تھے۔ ان کی دینی قومی اور مذہبی خدمات بڑی تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کو بیک وقت عربی اور تامل زبانوں پر ملکہ حاصل تھا۔ حضرت کاوش بدری صاحب کا بیان ہے کہ جنگ آزادی میں بھی انہوں نے بہت اہم رول ادا کیا تھا۔ جنگ آزادی کے دوران موصوف کے تعلقات مولانا محمد علی مولانا شوکت علی مولانا عبدالکلام آزاد اور گاندھی جی سے بہت اچھے تھے۔ ڈاکٹر شعیب عالم جامع الکمالات اور جامع الصفات شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی تبحر علمی سے متاثر ہو کر مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر برہان دہلی نے لکھا ہے کہ ”تیکا شعیب عالم عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں روانی سے گفتگو اور تقریر کرتے ہیں اور تامل زبان تو ان کی مادری زبان ہے۔ جس کے وہ پر جوش مقرر ہیں۔ عربی ادب کے بعض موضوعات پر گفتگو کرنے کا موقع نصیب ہوا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میں نے کسی شاعر کا نام لیا یا کوئی ایک شاعر کا شعر پڑھا تو انہوں نے پورا قصیدہ فر فر سنا ڈالا۔“ مولانا سعید اکبر آبادی کے اس بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے تامل ناڈو کے نہ صرف ایک اچھے اور نیک آدمی سے ملاقات کی بلکہ عربی ادب کے سمندر میں غوطہ لگا کر اس کے اندر کی موتیاں تلاش کرنے کی کوشش میں بھرپور کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ مولانا سعید اکبر آبادی کی فراخ دلی اور وسیع النظری کی روشن دلیل ہے۔ ڈاکٹر شعیب عالم کی ایک ضخیم کتاب ”عربک، اردی، پرشین ان سرندیپ اینڈ تامل ناڈو“ بزبان انگریزی 1993ء م ۱۴۱۴ھ میں منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب کا پندرہواں باب جو حضرت کاوش بدری کی فراہم کردہ معلومات کا نتیجہ ہے، مشتبہ ہونے کے باوجود، من حیث المجموع مذکورہ کتاب تحقیق کی دنیا میں ایک گر انقدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہے۔

۱۳۲۔ مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی

آپ بمقام میور 1934ء م ۱۳۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میور میں ہوئی۔ آپ نے مدرسہ باقیات صالحات میں 1949ء م ۱۳۶۹ھ سے 1959ء م ۱۳۷۹ھ تک عربی اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ (اردو) کیا اور پھر اردو میں رپانچی یونیورسٹی سے ڈی۔ لیٹ۔ کی سند حاصل کی۔ باقیات سے رشتہ جوڑنے کے بعد آپ کا طبعی رجحان زیادہ تر عربی زبان و ادب کی طرف تھا اور اس زبان سے اتنی محبت اور قدرت حاصل تھی کہ آخرش اس زبان میں بھی ایم۔ اے۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے اسناد بڑی آسانی سے حاصل کر لیں اور آپ کا یہ کارنامہ شامد عربی زبان و ادب کی تاریخ فراموش نہیں کر سکے گی کے آپ کی عربی تصنیف "العلامہ السید عبدالحی الحسینی مورخ الہند الاکبر عصرہ، حیاة، مولفانہ"۔ مولانا مولوی سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریظ کے ساتھ 1983ء م ۱۴۰۴ھ میں منصبہ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔ آپ 1993ء م ۱۴۱۴ھ میں کیرالا کے مختلف کالوں میں پرنسپل رہ چکے ہیں قیام کیرالا کے درمیان آپ نے بہت سی عربی کتابیں لکھی جو راقم الحروف کے زیر اہتمام منظر عام پر آچکی ہیں۔

آپ کا اردو زبان میں اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ موصوف نے کرناٹک کی عہد آفرین، شخصیت مولانا مولوی عبدالحی واعظ بنگلوری کی دینی و عملی، علمی و ادبی خدمات کا بھرپور جائزہ پیش کر کے ان کی صحیح شناخت سے اردو دنیا کو واقف کرایا ہے۔

۱۳۳۔ مولانا مولوی سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری

حضرت سید حسن بخاری عرف سید پیر پاشاہ بمقام حیدرآباد 1938ء م ۱۳۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور اعلیٰ تعلیم سید شاہ محمد یعقوت صاحب بغدادی باقوی کی زیر نگرانی ہوئی۔ مزید تعلیم کے شوق میں دارالعلوم لطیفیہ کی طرف رجوع ہوئے۔ لطیفیہ کے جید علماء و فضلاء سے فیض یاب ہونے کے بعد مدرسہ لطیفیہ میں ہی درس و تدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔ علامہ شاکر ناطقی کی صحبتوں سے مستفید ہو کر مشق سخن بھی کیا تھا اور اپنے استاد محترم کے حکم کی تعمیل میں کشفی تخلص قبول فرمایا تھا۔ انہیں دنوں مولانا طیب الدین اشرفی

صاحب سے ملاقات کی تو نثر نگاری پر بھی دسترس حاصل کی۔ آپ کے بہت سارے دینی معلوماتی مضامین "اللطیف" میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کا عملی اور ادبی کارنامہ یہ ہے کہ آپ بڑے خلوص اور لگن کے ساتھ "جوہر السلوک" (بحوالہ ریاست میسور میں اردو کی نشوونما مطبوعہ 1962ء م ۱۳۸۲ھ) کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے جو ہنوز محتاج اشاعت ہے۔ (راقم کی نظر سے کڑپہ شریف میں اس ترجمہ کا نسخہ گذر چکا ہے۔) 1979ء میں دارالعلوم لطیفیہ سے مستعفی ہو کر کڑپہ شریف گئے اور آج کل بھی دینی علمی اور عملی کاموں میں بے حد مصروف ہیں۔

("جوہر السلوک" کے دس فائدے (ابواب) کا ترجمہ (بروایت مولانا مولوی محمد یعقوب اسلم صاحب) علامہ شاکر ناطقی کے ہاتھوں ہو چکا تھا جسے مولانا سید محمد مصطفیٰ حسین بخاری نے از سر نو ترتیب دیکر اپنے ترجمے میں شامل کر لیا ہے)

۱۳۴۔ مولانا مولوی خطیب عبدالمجید باقوی

آپ بمقام رحمت پالا ویلور پیدا ہوئے۔ فی الحال مدرسہ باقیات صالحات میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے علمی اور دینی موضوعات پر کئی مضامین لکھے جو سالنامہ "صفیر ویلور" میں شائع ہوئے رہے ہیں۔ آپ کی ایک تالیف "تذکرہ حضرت مولانا عبد الوہاب ویلوری مطبوعہ 1982ء م ۱۴۰۳ھ منظر عام پر آئی ہے۔ اس تالیف میں آپ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ام المدارس مدرسہ باقیات صالحات کو دارالعلوم دیوبند کی شاخ اور بانی مدرسہ باقیات حضرت شاہ عبد الوہاب قادری کو اکابر دیوبند کے خوشہ چیں بتانے کی سعی لاکھائی ہے جس کا بدلہ جواب مولانا راہی فدائی نے اپنی کتاب "تجزیہ" مطبوعہ ۱۴۰۳ھ 1982ء میں دیا ہے اور مولانا عبدالمجید صاحب نے اپنی بعض کتابوں میں مسلک وہابیہ اور نجدیہ کو مسلک باقیات ثابت کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس کا بھی مدلل جواب مولانا راہی فدائی نے کتاب "مسلک باقیات" میں دیتے ہوئے بانی باقیات صالحات کے مسلک و عظمت کا صحیح جائزہ لیا ہے اور موصوف کی غلط بیانیوں کا استدلال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بانی باقیات صالحات کے ڈانڈے کسی حیثیت سے بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی سے نہیں ملتے۔

مولانا عبدالمجید باقوی کی تصانیف میں "ماں باپ کے آداب و حقوق" مطبوعہ 1986ء

م ۱۳۰۷ "تحریک دعوت و تبلیغ" مطبوعہ "علم حدیث کے اصول و مبادی نظام میراث"،
"مصائب نامہ" اور "کربلا کا المیہ" علمی دنیا میں مشہور ہیں۔

مولانا نے "جادوہ اعتدال" میں اپنے استاد محترم کی شان میں بڑی گستاخیاں کی ہیں...

معاذ اللہ

۱۳۵۔ مولانا اشرف سعودی باقوی

مولانا مفتی اشرف علی سعودی فرزند حضرت مولانا ابو سعود احمد صاحب باقوی بمقام
ویلوور شمالی آرکٹ ۱۳۵۹م 1990ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور اعلیٰ تعلیم
مدرسہ باقیات صالحات سے حاصل کی بقول مولانا راہی فدائی ۱۳۸۱م 1961ء میں آپ
دارالعلوم دیوبند گئے اور وہیں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ آج کل اپنے والد ماجد کی قائم کردہ
مدرسہ "دارالعلوم و سہیل الرشاد" بنگلور میں بحیثیت مفتی و شیخ الحدیث کے خدمات پر مامور ہیں
آپ کو اردو نظم و نثر پر بھی ید طولی حاصل ہے۔ آپ کے دینی معرکتہ الاراء مضامین "صفیر" ویلوور
"نفیر" ویلوور اور سہیل بنگلور میں جگہ پاچکے ہیں۔ آپ نے اپنے نانا علامہ ضیا الدین امانی باقوی کا
شعری مجموعہ "گلشن سیرت" از سر نو ترتیب دے کر دوبارہ شائع کیا ہے۔ علامہ کی شعری
صلاحیتوں اور علمی بصیرتوں کا اعتراف اپنے وقت کے ان اکابرین شعر و ادب نے بھی کیا ہے جن
میں مولانا الطاف حسین حالی اور ڈپٹی نذیر احمد بھی شریک تھے۔

مولانا اشرف سعودی سے احقر کی التماس ہے کہ وہ اپنے نانا مولانا امانی پلی کنڈوی کی وہ
تنقیدی تحریریں جو اس دور کے مقتدر رسائل مثلاً "معیار ادب" اور "مصحف" میں جگہ پاچکی
ہیں ترتیب دیکر چھاپ دیں۔ اگر یہ تحریریں شہود پر آجائیں تو یقیناً تامل ناڈوک کی تنقیدی ادب میں
نہ صرف اضافہ ہوگا بلکہ علامہ کا مقام بھی شمالی ہند کے تنقیدی ادب کے معماروں میں اونچا ہوگا۔

۱۳۶۔ مولوی محمد یعقوب اسلم عمری

آپ بمقام آنکائٹ شمالی آرکٹ 18 جولائی 1945ء میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی
ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم جامعہ دارالاسلام عمرآباد (شمالی آرکٹ) سے حاصل کی اس جامعہ سے فارغ

التحصیل ہونے کے بعد مدراس یونیورسٹی سے 1966 میں منشی فاضل اور 1975ء میں بی۔ اے۔ کے امتحانات کامیاب کیے۔ 1979ء میں مسلم علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے (اردو) امتیازی درجہ میں پاس کیا۔ گزشتہ پچیس برس سے آپ دامنہاڑی اسلامیہ بائرسیکنڈری اسکول میں بحیثیت اردو استاد خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تقریباً تیس سال سے آپ کا ذہن و فکر جس محور کے اطراف گھوم رہا ہے وہ ہے اردو زبان اور اس کی ترقی و بقا۔

ریاست تامل ناڈو میں مختلف افراد اپنے اپنے انداز میں اردو کی خدمت انجام دے رہے ہیں لیکن یعقوب اسلم کا دائرہ عمل نقطہ آغاز سے شروع ہوتا ہے۔ موصوف کا خیال صد فی صد درست ہے کہ اگر ابتدائی سطح پر اردو کی تعلیم و تدریس کا کام خاص لگن اور انہماک سے انجام نہیں دیا جائے تو آگے چل کر ہماری نسلیں اردو زبان و ادب سے بالکل نابلد ہو جائیں گی۔

مولوی یعقوب اسلم تامل ناڈو کے ایک معتبر باشعور شاعر، ادیب اور نقاد ہیں۔ آپ کے ادبی تنقیدی اور مذہبی مضامین ہندوستان کے مقتدر رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں احقر کی شخصیت سے متعلق آپ کی ایک جامع اور بسوت کتاب "عکس در عکس" 1995ء میں منصفہ ظہور میں آچکی ہے۔ آپ کے افسانوں کا مجموعہ "چہروں کی دیوار" فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کے مالی اشتراک سے 1986ء میں منظر عام پر آکر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

مندرجہ بالا دو معرکتہ الاراء تصانیف کے علاوہ یعقوب اسلم کی جو کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

- (۱) اردو گراہر، مطبوعہ 1975ء
- (۲) اردو خطوط و مضامین، مطبوعہ 1978ء
- (۳) ضرب الامثال، مطبوعہ 1980ء
- (۴) رسول عربی (نعتوں کا مجموعہ) مطبوعہ 1980ء
- (۵) معیاری کہانیاں (بچوں کے لئے) مطبوعہ 1982ء
- (۶) ایک مفکر مدرس اور رہنما (سوانح) مطبوعہ 1994ء
- (۷) عکس در عکس۔ علیم صبانویدی کی شخصیت کا بھرپور جائزہ مطبوعہ 1995ء

۱۳۷- مولانا مولوی حافظ عبدالرزاق حافظ باقوی

آپ بمقام رانچوٹی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور ۱۳۶۹م 1944ء میں مدرسہ باقیات صالحات میں داخل ہوئے اور یہیں سے 1955ء م ۱۳۷۵م فارغ التحصیل ہوئے آپ نے طالب علمی کے دوران شعر و شاعری سے رشتہ جوڑا اور مولانا مولوی فدوی باقوی سے اپنے کلام کی نوک پلک درست کی اس کا اعتراف موصوف نے اپنی بنی محفلوں میں بارہا کیا ہے مولانا اراہی فدائی کا بیان ہے کہ مولانا فدوی کے قائم کردہ "حلقہ ارباب ذوق" کے ماہانہ مشاعروں میں بلاناغہ شریک ہوتے رہے۔ باقیات سے فارغ ہونے کے بعد وشارم گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ مدارس یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ اور ہندی کے بہت سارے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کے بعد سی۔ عبدالحکیم کالج میں لکچرر مقرر ہوئے (retirement) ہونے کے قریب مدراس آرٹس کالج میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہیں سے ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

زندگی بھوآپ نے بچوں کے لیے نظمیں لکھیں حال ہی میں آپ نے ایک طویل نظم "قمر نامہ الاسلام" شائع کی ہے جو منظوم سیرت طیبہ ہے اس طویل نظم میں بھی بچوں کی نفسیات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ بچوں کے ادب کی ضمن میں آپ کی خدمات مامل ناڈو کے اردو ادب میں یقیناً ناقابل فراموش ہیں اب یہ فیصلہ کرنا ہمارے لئے دشوار نہیں ہے کہ آپ کو اپنی یہی کتابیں زندہ رکھیں گی۔ موصوف کی مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ضرور ہوتا ہے لیکن اردو ادب جن نقوش اور اقدار کا متلاشی ہے اس کی منور کرنیں کہیں بھی نہیں ملتیں۔

- (۱) نئی کلیاں، بچوں کی نظمیں، مطبوعہ ۱۳۹۲م 1972ء۔ کتاب گھر میل وشارم۔
- (۲) پھول، بچوں کی نظمیں، مطبوعہ 1973ء۔ م ۱۳۹۳سی۔ عبدالحکیم کالج کمیٹی میل وشارم
- (۳) مخیر اعظم، نواب سی۔ عبدالحکیم کا تذکرہ۔ مطبوعہ 1975ء۔ م ۱۳۹۵سی۔ عبدالحکیم کالج کمیٹی میل وشارم۔

(۴) چاند تارے، بچوں کے لیے، مطبوعہ ۱۴۰۰م 1979ء۔ آندھرا پردیش اردو اکاڈمی

حیدرآباد۔

- (۵) ذکر جیب، نعتیہ کلام مطبوعہ 1980ء، م ۱۴۰۱ ادارہ اشاعت و یلور۔
 - (۶) پھلواڑی، بچوں کی نظمیں مطبوعہ ۱۴۰۲م 1982ء، کتاب گھر میل و شمارم۔
 - (۷) بہار سخن، غزلوں اور نظموں کا مجموعہ، 1987ء، م ۱۴۰۸ اشاکر پریس مدراس۔
 - (۸) و شمارم میں اردو، ناشرسی۔ عبداللحکیم کالج کٹھنی میل و شمارم۔
 - (۹) قمرنامہ اسلام، منظوم سیرت، 1990ء، م ۱۴۱۱ حافظ پبلی کیشنز میل و شمارم۔
 - (۱۰) نور علی نور، شعری مجموعہ۔
- مندرجہ بالا کتابوں میں قمرنامہ اسلام منظوم سیرت طیبہ ہے۔ اس منظوم سیرت۔
انتسابی حروف ان کی مرحومہ بیگم میمونہ خاتون کے نام ہے۔

۱۳۸۔ شیخ جمعی پلاور

آپ کو مار (ضلع ناگر کوسل) میں پیدا ہوئے اور یہیں آپ نے ۱۳۶۹ھ میں وفات پائی
عربی اور مائل زبان و ادب کی تعلیم ناگر کوسل کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔ آپ نے ہمیشہ
اسلامی موضوعات کو اپنی تخلیقی عمل کا مرکز و منبع بنایا۔ تامل نثر میں نظم (سیرا پرانم) کی تشریح لکھ کر
تامل زبان و ادب میں ایک کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے تامل زبان میں نعتوں کا مجموعہ "ناینگاں
مان گو منجری" شائع فرمایا۔ آپ کی یہ نعتیں حضور اکرم صلعم سے ان کی بے پایاں اور بے کراں
عقیدتوں کی غماز ہیں۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے باعث صد
احترام تھی۔

۱۳۹۔ مولانا مولوی ظہیر احمد راہی فدائی باقوی

مولانا مولوی حافظ ظہیر احمد باقوی متخلص بہ راہی فدائی کی ولادت دیندار و زمین دار
گھرانے میں بتاریخ ۹ / نومبر 1949ء م ۱۳۶۹ھ بمقام کڈپہ ہوئی، اس وقت تک شہر کڈپہ
راس پرسی ڈنسی میں شامل تھا۔ راہی کے والد الحاج ٹی۔ یوسف نامک صاحب (المستوفی
1992ء م 1413ھ) منصب تحصیلداری پر فائز تھے۔ راہی کی ابتدائی تعلیم کڈپہ میں عربی اور

انگریزی مدارس میں ہوئی۔ بعد ازاں 1968ء م ۱۳۸۸ میں مدرسہ باقیات صالحات و یلور (تامل ناڈو) میں آپ کا داخلہ ہوا جہاں سے 1974ء م ۱۳۹۲ھ میں آپ کی فراغت ہوئی اور اپنے مادر علمی ہی میں خدمات تدریس پر مامور کئے گئے آپ نے مدراس یونیورسٹی سے ادیب فاضل اور افضل العلماء کے امتحانات اور میور یونیورسٹی سے ایم۔ اے درجہ اول میں کامیاب کیا، اردو کے مشہور نقاد و ادیب ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید پروفیسر، اسپن۔ وی۔ یونیورسٹی، تروپتی (اندھرا) کے تحت "مدرسہ باقیات و صالحات و یلور کے علمی و ادبی کارنامے" کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے لئے مقالہ سپرد قلم کیا۔ راہی تقریباً پچیس سال سے سالنامہ صفیر اور نفیر و یلور کے مدیر ہیں۔ آپ کا یہ علمی و ادبی مجلہ ہند اور بیرون ہند کے اہل علم میں کافی مقبول ہے۔ راہی 1984ء م ۱۳۰۵ تا 1987ء م ۱۳۰۸ تک مدراس یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ (syndicate) کے منتخب رکن رہے ہیں۔ آپ نے نہ صرف اپنے دور میں شعبہ اردو، فارسی و عربی کی بطور خاص خدمت کی تھی بلکہ اس شعبہ کی توسیع اور ترقی کے لیے بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جس کا اعتراف ڈاکٹر نجم الہدی، صدر شعبہ اردو، عربی اور فارسی نے مولانا کے شعری مجموعے "انامل" کے مقدمہ میں برملا کیا ہے۔

راہی جدید شاعر ہونے کے علاوہ محقق و نقاد کی حیثیت سے بھی مقبول و معروف ہیں۔ ملک و بیرون ملک کے معتبر و مستند نقاد آپ کی شاعری کے جدید لب و لہجہ کے قائل و معترف ہیں بلکہ آپ کی نثری کاوشوں اور تحقیقی صلاحیتوں کے بھی مداح ہیں۔ بالخصوص تنقید میں آپ کا مزاج بڑا متوازن اور معتدل ہے۔ آپ کے تحقیقی مضامین ادب میں ایک کارنامہ کی حیثیت رکھتے ہیں بالخصوص آپ کی تالیف "کڈپہ میں اردو" مطبوعہ 1992ء م ۱۳۱۳ جو موضوع و مواد کے لحاظ سے بڑی تاریخی اور عالمگیر افادیت کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خداداد صلاحیتوں اور نیک صفات سے نوازا ہے ان کا احاطہ کرنا اس مختصر سی تحریر میں ناممکن ہے۔ آپ نہ صرف شرافت اور متانت، سنجیدگی اور تحمل کا وہ خزانہ ہیں بلکہ خوش خلقی، ایثار و سادگی کا بے مثال پیکر بھی ہیں۔ آپ کی تاحال بارہ تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱ لہجہ (1974ء / ۱۳۹۲)

۲ انتسللہ (1976ء / ۱۳۹۸)

۳ باقیات ایک جہاں (نثری مجموعہ مطبوعہ 1980ء م ۱۳۰۰)

- ۴ تصنیف (1981ء م ۱۱۴۰۲ شری مجموعہ)
- ۵ انامل (شرعی مجموعہ 1987ء م ۱۱۴۰۸)
- ۶ تجزیہ (تحقیقی مجموعہ 1988ء م ۱۱۴۰۹)
- ۷ ترقیم (شرعی مجموعہ 1990ء م ۱۱۴۱۱)
- ۸ مسلک باقیات
- ۹ اکتساب نظر (مطبوعہ 1991ء م ۱۱۴۱۲ یہ دونوں نثری تحقیقی مضامین کے مجموعے ہیں)
- ۱۰ کڈپہ میں اردو (مطبوعہ 1992ء م ۱۱۴۱۳)
- ۱۱ مصداق (نعتوں اور نظموں کا مجموعہ، 1993ء م ۱۱۴۱۴)
- ۱۲ اوراق جاویداں (مطبوعہ 1994ء م ۱۱۴۱۵ اکابر علم و ادب کے مکاتیب کا مجموعہ)

۱۴۰۔ مولانا مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی

مولانا بشیر الحق قریشی فرزند حضرت مولانا محمد زور قریشی اشرفی ادھونی بمقام ادھونی 1953ء م ۱۱۳۷۳ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم ادھونی میں ہوئی۔ مولانا ریاست علی خان سے قرآن مجید پڑھا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ویلور آئے اور مدرسہ لطیفیہ میں داخلہ لیا۔ فارسی اور عربی کی درسی کتابیں پڑھیں۔ صحیح شاگرد وہ ہوتا ہے جو اپنے استاد سے بھی دو قدم آگے نکل جاتا ہے خوشی اس بات کی ہے کہ مولانا بشیر الحق قریشی نے فطری صلاحیتوں کے بل بوتے پر اپنے اساتذہ مثلاً مولانا سید حمید اشرف، مولانا مولوی سید مصطفیٰ حسن بخاری سے بھی بہت اونچا اٹھنے کی کوشش میں بھرپور کامیاب رہے ہیں۔

آپ نے خاص لگن محنت اور رہنمائی سے نہ صرف دینی تعلیم کے روشن چراغ جلائے بلکہ اقطاب ویلور کے بعض فارسی کارناموں کو اردو زبان میں منتقل کر کے تاریخ ادب اردو میں ایک اہم ترین اضافہ بھی کیا ہے۔ آپ کے قلم سے بہت سی کتابیں اور مضامین منصفہ شہود پر آچکی ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ توسل نبوی کی شرعی حیثیت
- ۲۔ آثار الرسول
- ۳۔ رحمۃ للعالمین
- ۴۔ اصحابی کا لجنوم
- ۵۔ جمعہ
- ۶۔ اسلامی قانون سازی کا تاریخی جائزہ
- ۷۔ شراب اور اس کا اسلامی

وقف ۸۔ رضوان صحابہ ۹۔ کیا مرنے کے بعد استفادہ و افادہ ممکن ہے ۱۰۔ خانوادہ
حضرت قطب ویلور کی تاریخ ساز شخصیت ۱۱۔ بیعت کی شرعی حیثیت ۱۲۔ مجدد جنوبی ہند
حضرت قطب ویلور ۱۳۔ میلاد النبی اظہار سرور کا مسئلہ
ان کتابوں اور مضامین کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بشیر الحق نے مدرسہ
یہ کے نام اور اس مدرسہ کے بزرگان دین کے کارناموں کو منظر عام پر لانے کیلئے اپنے آپ کو
کر دیا ہے۔ کاش یہی عقیدتیں اور محنتیں دوسرے احباب کو بھی نصیب ہوں۔ اور مدرسہ
یہ کانورہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے۔

۱۴۱۔ سید شاہ عثمان پاشاہ قادری

آپ جناب سید احمد حسین قادری کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ بمقام حیدرآباد ۸ / اکتوبر
۱۳۸۶ م کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم و تربیت والد بزرگوار کی زیر نگرانی میں ہوئی۔
مقامی مدرسوں میں تعلیم حاصل کی اور عثمانیہ یونیورسٹی سے "بی۔ کام۔" کیا۔
پکے والد بزرگوار اپنے دور کے صالح صوفی اور وضع دار بزرگ تھے۔ آپکی ذات گرامی
خصوصیات کی حامل ہے آپ کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری، استغناء اور سادگی رچی
ہے۔ رحمدلی اور صلہ رحمی "بخشش و عطا آپ کی طبیعت کا خاصہ ہیں۔

آپ حضرت سید شاہ محمد طاہر کے نسبتی بھانجے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی
برادرزادی کے لئے آپ کو پسند فرمایا اور دامادی میں لے لیا اعلیٰ حضرت سید شاہ ابوالنصر قطب
الدین محمد باقر قادری سے بیعت ہوئے پھر خلافت و اجازت بھی عطا ہوئی اور خود اپنی نگرانی میں
راہ سلوک تربیت فرمائی۔ مولانا محمد حسین ایم۔ اے سے جو اس وقت دارالعلوم لطیفیہ میں
تدریسی خدمات پر مامور تھے عربی فارسی صرف و نحو کی تعلیم پائی۔

اپنے خسر مرحوم کی زندگی میں دارالعلوم لطیفیہ کی دفتری کاروائیوں کا انتظام مطبخ اور طلبہ
کی تنظیم و نگرانی میں ہاتھ بٹاتے رہے۔ خسر کے انتقال کے بعد اعلیٰ حضرت مرحوم نے آپکو ناظم
دارالعلوم بنایا اور اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد آپ اور آپ کے ہمزلف مولانا سید بلال پاشاہ
شطاری قادری ایک رائے ہو کر دارالعلوم لطیفیہ سے متعلقہ تمام امور کا انتظام و انصرام بڑی ہی

سنجیدگی اور باقاعدگی سے کر رہے ہیں۔

اتنی مصروفیات کے باوجود بھی آپ نے مدراس یونیورسٹی سے ادیب لاصل اور منشی لاصل کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی پھر ایم۔ اے۔ مدراس یونیورسٹی سے کیا اور اب مدراس یونیورسٹی ہی سے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے مقالہ کی تیاری میں مصروف ہیں۔

دارالعلوم لطیفیہ اور خانقاہ اقطاب ویلور کی روایات کو قائم اور روشن کرتے ہوئے طالبین کو بیعت سے مشرف بھی کرتے ہیں۔

گذشتہ سال ۱۴۱۵ھ مطابق 1994ء میں آپ کا ایک کتبچہ "اقطاب ویلور کی علمی، دینی و ادبی خدمات" کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ اس کتبچہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہندوستان میں دو خانقاہیں قائم ہوئیں۔ ایک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تھی اور دوسری خانقاہ جس کی بنیاد حضرت قطب ویلور عبداللطیف بیجاپوری نے ویلور (شمالی آرکٹ) میں رکھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خانقاہ کا آج دور دور تک پتہ نہیں لیکن اقطاب ویلور کی خانقاہ آج بھی علم دین کی وہی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جس کا سلسلہ آج سے برسوں پہلے شروع ہوا تھا۔

۱۴۲۔ مولوی سید محمد ابراہیم باقوی

آپ فرزند سید حسین چکمنگلوری ہیں۔ آپ کرناٹک میں 27 / مارچ 1957ء مطابق ۱۳۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خود اپنے وطن کے مدارس سے حاصل کی اور فارسی، عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے باقیات صالحات عربک کالج ویلور کی طرف رجوع ہوئے اور سند یافتہ ہوئے۔ اسے مولانا کی خوش قسمتی سمجھنیے کہ باقیات ہی میں تدریسی خدمات پر معمور ہوئے اور ۱۴۱۱ھ مطابق 1990ء میں اسی مدرسے سے سبکدوش ہو کر اپنے وطن گئے اور وہیں بحیثیت امام و خطیب کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی سید عبدالجبار صاحب کی صحبتوں میں آپ کی نثری صلاحیتیں اوج پر پہنچی، آپ کبھی کبھار منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے شعر و شاعری بھی کر لیتے ہیں۔ نثر میں آپ کے خطبات کا مجموعہ "خطبات باقیہ" ۱۴۱۱ھ مطابق 1990ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ موصوف کے یہ

تمام تر خطبات حضرت مولانا سید عبد الجبار کی عطا کردہ محبتوں کی مرہونِ منت ہیں۔

۱۴۳۔ مولانا ابوالحسن محمد رمضان القادری

آپ بمقام کلیان پور (مشرقی چمپارن) بہار ۱۳۸۸ھ مطابق 1968ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا عبد الرضا، عبد الہادی خان کی سرپرستی میں جامعہ فاروقیہ بنارس (یوپی) سے عربی فارسی کی کتابیں پڑھیں اور فاضل ہوئے۔ آپ اپنے پیرومرشد الحاج مفتی علامہ اختر رضا خاں کی خاص نظر التفات کی بدولت ویلور کی مشہور و معروف درس گاہ دارالعلوم لطیفہ میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ آپ کی دو کتابیں، اردو زبان میں دینی مسائل سے متعلق منظر عام پر آچکی ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱)۔ برہان مبین، مطبوعہ ۱۴۰۹ھ / 1988ء

(۲)۔ تحفہ عید، مطبوعہ ۱۴۱۳ھ / 1992ء

”پس نوشت“

۱۴۴۔ مولانا شاہ محمد

آپ کی ولادت باسعادت آرکٹ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد عبد القادر میراں شاہ ولی اللہ جو مزوی الجبلین کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ زندگی بھر آرکٹ کے مضافات میں واقع ”آدم پہاڑ“ میں چھلہ کش رہ کر وہیں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک تاحال مرجع خواص و عوام ہے۔

حضرت شاہ محمد کی دو مثنویاں ”خزانہ معرفت“ اور ”خزانہ عبادت“ بہت مشہور ہے۔ ان دونوں مثنویوں کے مخطوطات اور پینٹل مینو اسکرپٹ لاہور میں مدرس اور میور میں محفوظ ہیں

آپ کا مزار ”آدم پہاڑ“ کے قریب ایک اور چھوٹی سی پہاڑی پر واقع مسجد کے صحن میں موجود ہے۔ مولانا راہی فدائی اور احقر کو آپ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا ہے

۱۳۵۔ مولانا نادر و یلوری

آپ کا سنہ ولادت اور سنہ وفات کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے مولانا نادر و یلوری کی دو کتابوں "مثنوی رشک قمر و مہ جبین" اور "مثنوی نادر" یا "سفر نامہ اعظم جاہ" کا تذکرہ اپنی تالیف "مدراس میں اردو" میں کیا ہے۔ موصوف نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ مذکورہ دونوں کتابوں کے نسخے کم یاب ہیں لیکن آخر الذکر کتاب مثنوی نادر کا ایک قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد کے خزانہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ جس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور لکھتے ہیں۔

"شاعر کے باپ اور دادا دونوں نواب صاحب (اعظم جاہ) کے ملازم اور مقرب تھے اور خود شاعر بچپن ہی سے نواب اعظم جاہ کا مقرب رہا ہے۔ اس کے والد نواب موصوف کے استاد تھے"

مولانا نادر نے سخن گوئی میں مشہور درباری شاعر مرزا اظفری سے اصلاح سخن لی تھی۔ "مثنوی نادر" میں شاعر نے نواب اعظم جاہ کی مدح میں متعدد اشعار کہے ہیں۔ ان کی بیگم والدہ اور بھائی محمد علی خان اعظم جاہ کے اوصاف بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اعظم نگر یعنی مدراس کی بھی بہت دلچسپ تعریف کی ہے۔ مثنوی نادر اردو کے قدیم ترین منظوم سفر ناموں میں شمار کئے جانے کی مستحق ہے۔ اس میں نادر نے اعظم جاہ کے سفر کا اصل مقصد درگاہوں کی زیارت اور نذر و نیاز بتایا ہے۔ اس سلسلے میں ناگور شریف میں حضرت قادر ولی گنج سوائی کے مزار کی زیارت اور اس کے اہتمام کو خاص عقیدت اور احترام سے قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے شہر مدراس، نظہر نگر اور جنوبی ہند کی معاشرت اور سیاست پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

۱۴۶۔ پچھنی ابراہیم پلاور

آپ نے اپنے دور کے مشہور ہندو عالم تتری آچاری سے تعلیم حاصل کی۔ ترچنا پلی مشن کالج میں تمل زبان و ادب کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ آپ کو تمل نثر و نظم پر ید طولی حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف میں ”نظہرولی آندور“، ”حی الدین آندور مالئی“ اور ”ترومد سینیہ“ بے حد مقبول ہوئے۔ آپ کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے عربی زبان و ادب کی مختلف کتابیں اپنے دور کے علماء سے پڑھی ہیں۔ آپ نے تمل نثر میں اولیائے کرام پر تحقیقی کام بھی کیا ہے۔ آپ کی طبیعت تمل ادب کی جدید قدروں کی طرف مائل تھی۔

آپ نے ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی۔

۱۴۷۔ شیخ عبدالقادر لہے مینار

آپ کے والد ماجد حبیب محمد، کامل پٹنم کے رہنے والے تھے۔ آپ کی سن ولادت کا پتہ نہیں چلتا۔ آپ کو رسول اکرمؐ اور اولیائے کرام سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ آپ کی شعری تصنیف ”فتوح الشام“ 2787 ابیات پر مشتمل ہے۔ آپ کی یہ کتاب سیرت نبیؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ پروفیسر حسرت سہروردی کا بیان ہے کہ موصوف نے حضرت قادر ولی گنج سوائی ناگور، مدراس کی سوانح کو بھی نظم کا جامہ پہناتے ہوئے 2585 اشعار والی ایک طویل نظم لکھی۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے بھی ایک طویل نظم ”ترومنی مالئی“ (Tirumani Malai) اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے متعلق ایک عقیدت نامہ بنام ”قطب نائیکر“ (Qutub Nayegar) لکھا جو تامل اسلامی ادب میں بے حد مشہور ہوا۔

آپ کا انتقال ۱۲۶۳ھ میں ہوا۔ ۱۴۸۔ رتن لال مست

آپ کے دادا تیج رائے پنجاب کے رہنے والے تھے۔ تلاش معاش کے سلسلہ میں حیدرآباد آئے اور یہیں رتن لال ۱۲۲۰ھ مطابق 1805ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی کا بیان ہے

کہ ان کا خاندان حیدرآباد کو خیرمار کہہ کر آرکٹا کر مقیم ہوا۔ آپ آرکٹا کے جمید علماء سے فیض یاب ہوئے۔ شاعری میں شمس الدین فیض کے شاگرد ہوئے۔

آپ کو ترجمہ کے فن میں مہارت تامہ حاصل تھی بیک وقت آپ اردو، فارسی، انگریزی زبانوں کے ماہر تھے اور کئی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔ ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں عمدۃ التواریخ (155) رسالہ منتخب البصر ۱۲۵۷ھ رسالہ علم و اعمال ۱۲۵۵ھ میں تالیف ہوئی۔

آپ نے ۱۲۷۹ھ مطابق 1802ء میں انتقال فرمایا۔

۱۳۹۔ علامہ غصنفر حسین شاکر ماٹھی

آپ کی ولادت بمقام یمینبور ۱۳۱۷ھ مطابق 1899ء میں ہوئی۔ آپ لائل نوائط سے تھے۔ ابتدائی تعلیم یمینبور کے مقامی مدارس میں ہوئی۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ مدرسہ لطیفیہ دیلور رجوع ہوئے۔ اور یہاں مولانا مولوی قاسم صاحب کی نگرانی میں فارسی، عربی اور اردو زبان پر ملکہ حاصل کیا۔ مدرسہ لطیفیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولوی قاسم صاحب کی ایما پر اور یس کالج دیلور میں درس و تدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔ ۱۳۴۳ھ مطابق 1924ء میں بانی مدرسہ دارالسلام عمرآباد کی خاص الخاص درخواست پر مدرسہ دارالسلام کے پرنسپل مقرر ہوئے اور زندگی کی آخری سانسوں تک اسی مدرسہ سے اپنا ناٹھ جوڑے رکھا۔

علامہ شاکر اردو، عربی اور فارسی زبانوں کے جمید عالم تھے۔ ان تینوں زبانوں پر آپ کی نظر بہت گہری تھی۔ بالخصوص عربی زبان کے سلسلہ میں آپ کے اجتہاد نے آپ کے مقام کو اتنا اونچا کر دیا کہ ایک ایک لفظ کی تحقیق میں ہزاروں کتابوں کی چھان بین کرنے کے بعد آپ نے عربی لغت ترتیب دینی شروع کی اور قرآن کے ایک ایک لفظ پر غور و فکر کرتے کرتے حرف "ذال" تک پہنچے تھے کہ آپ کے خیالات نے پلٹا کھایا اور آپ کو اس بات کا شدید احساس ہوا کہ بہت کم الفاظ عربی زبان میں "جامد" ہیں اور سب کے سب "مشتمقات" ہیں تو علامہ نے لغت کا جتنا حصہ ترتیب دیا تھا وہ علامہ کی نظر میں نظر ثانی کا محتاج ٹھہرا۔ اسی سوچ بچار میں علامہ کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ اور جسمانی کمزوری کی وجہ سے یہ علمی کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اگرچہ یہ لغت نامکمل ہی لیکن آج بھی کوئی اللہ کا بندہ اسے شائع کر دے تو واقعی عربی ادب میں ایک

اضافہ ثابت ہوئی۔

علامہ کو فارسی علم و ادب پر بھی قدرت حاصل تھی۔ فارسی گرامر پر مشتمل کتاب "قند پارسی" آپ کی بہترین صلاحیتوں کی غماز ہے۔ سعدی اور نظامی جیسے بزرگ شعراء کے اشعار کے وضاحتی حوالے پیش کئے ہیں۔ راقم سمجھتا ہے کہ آج تک فارسی فن عروض میں اس منہج کی کوئی بھی کتاب مستطرح عام پر نہیں آئی ہے۔

علامہ شاکر ناٹھی نے تمل ناڈو کے شعر و ادب کو نئی فکری سمتوں سے آشنا کرتے ہوئے وہ نیا موڑ دیا جو غالب کے فکر و آہنگ سے مجزوع ہے۔ آپ کی بیشتر غزلوں میں غالب کی فکری آفاقیت اور تخلیقی ہمزندی کے نور آور گہر نمایاں ہیں۔

علامہ کا یہ عظیم کارنامہ یقیناً سنہری حروف میں لکھا جائے گا کہ موصوف مدرس دارالسلام عمر آباد کو دنیائے اسلام کی ایک عظیم درس گاہ بنانے کی جدوجہد میں پوری طرح کامیاب رہے۔ علامہ نے مولانا ابوالکلام آزاد کے "الکلام" اور "البلاغ" کے معیاری افق کو چھوتا ہوا ایک جریدہ "مصحف" کا (1935ء) میں اجراء کیا۔ اس ماہنامے کے اداریئے۔ "گلہانگ پریشان" علامہ کے انتقادی پہلوؤں کی نشاندہی کے لئے کافی ہیں۔ علامہ نے اس ماہ نامے میں ہندوستان بھر کے ادباء، شعراء اور علماء مثلاً ماہر القادری، الطاف مشہدی، نوح ناروی، عرش ملیانی، جوش ملیانی، ناطق گھلاوٹھی اور ملار موزی کی تخلیقات متواتر شائع کی تھیں۔ "مصحف" کے ذریعہ علامہ نے داغ اسکول کو استوار کرنے میں بہت اہم رول ادا کیا تھا۔ "گلزار اعظم" کے مشاعروں پر علامہ نے روشنی ڈالتے ہوئے نہ صرف تعریف کی بلکہ تاریخ اردو ادب میں اس نوع کے مشاعروں کو اولیت کا درجہ عطا کیا ہے "مصحف" کے بعض شماروں میں عبدالغنی مدرسی کی نکتہ چینیوں موصوف کے انتقادی پہلوؤں کے تسکھے نقوش اجاگر کرتی ہیں۔ "مکتوبات ماہر القادری" اس کے بعض شماروں کی جان تھے۔ یہ جریدہ (1955ء) تک جاری رہا۔

"مصحف" کا ایک اور اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ اس جریدے کے ذریعہ مولانا عظمت اللہ سردی، مولانا سروش داؤدی، مولانا عبدالوہاب ظہوری، مولانا عبدالحمید قدوسی، مولانا وجدی، مولانا طاہر آمبوری اور مولانا سمعیل رفیعی جیسے ابھرتے ہوئے شعراء اور ادباء کی ذہنی پرورش و پرداخت ہوئی گویا علامہ شاکر ناٹھی اور "مصحف" وہ دو لازم و ملزوم حقیقتیں تھیں جس نے شمال کو بھی اپنے ہمہ رنگ شعار سے آشنا کیا۔ "مصحف" کا ہر شمارہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت

رکھتا تھا۔ سر محمد اقبال کے انتقال پر علامہ نے جو "اقبال نمبر" ترتیب دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ "مصحف" کی اعلیٰ ترین خوبی یہ تھی کہ اسکی کتابت اور طباعت پر علامہ نے خاص توجہ دیتے ہوئے اسے اتنا خوبصورت بنایا کہ شمال، کے اکابرین ادب بھی اس کی صوری اور معنوی خوبیوں کے معترف تھے۔

علامہ شاکر ناظمی کے درس و تدریس کا خوبصورت انداز آج بھی موصوف کے قدیم طلباء کے ذہنوں میں نقش گیر ہے۔ بالخصوص مولانا روم، حافظ اور اقبال کے تصانیف کا درس دینے میں علامہ کو خاصہ کمال حاصل تھا۔ اسرار خودی اور رموز بے خودی پڑھاتے وقت آپ کی شعری بصیرتوں کا صحیح اندازہ طلباء کو ہوتا تھا۔

زندگی کے آخری دور میں علامہ نے "اصحاب رسول" کی شاعری پر ایک بسوط کتاب "الانابہ ال شعار الصحابہ" تالیف کی۔ علامہ کی یہ عربی تالیف مدرسہ دار السلام کی جانب سے شائع ہوئی۔ یہ معرکہ آراء کتاب مدراس یونیورسٹی، کیرالا یونیورسٹی کے علاوہ مدینہ یونیورسٹی کے نصاب میں بھی شامل رہی۔

بحیثیت مجموعی علامہ کی علمی شخصیت تمل ناڈو کی سرزمین پر وہ بینار نور کی حیثیت رکھتی ہے جس کی کرنوں سے آج کی نئی نسل کے دل و دماغ منور و معطر ہیں۔

آپ ۱۳۸۷ھ مطابق 1967ء میں واصل بحق ہوئے اور عمر آباد کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

۱۵۰۔ مولوی محمد صادق

آپ اہل نوائط سے تھے۔ آپ ۱۳۲۶ھ مطابق 1908ء میں بمقام میلا پور، مدراس پیدا ہوئے آپ شمس العلماء قاضی عبید اللہ کے پوتے تھے۔ "سفر عراق" کے مرتب عبید اللہ ایم اے نے لکھا ہے کہ آپ قاضی حبیب اللہ صاحب کے حقیقی ماموں تھے۔ آپ کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم مدرسہ محمدی میں اپنے نانا قاضی عبید اللہ صاحب کی سرپرستی میں ہوئی۔ مدرسہ محمدی کے جید علماء مفتی محمود، مولوی محمد عبدالرحمان، مولوی حبیب اللہ سے عربی اور فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں اور تفسیر، حدیث، فقہ پر ملکہ حاصل کیا۔

آپ حضرت مولانا اسلم فرنگی محلی کے خاص الخاص مرید تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے یتیم خانے میں بچوں کو قرآن حکیم اور دینیات کا درس دیتے تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں جب یتیم خانہ گتھی (کڑیہ شریف سے 90 کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے) میں منتقل ہوا۔ تو آپ بھی یتیم خانہ کے ساتھ گتھی گئے اور وہاں کی شدید گرمی سے پریشان ہو کر حیدرآباد تشریف لے گئے۔ چار سال بعد دوبارہ جب یتیم خانہ مدراس منتقل ہوا تو آپ اسی مدرسہ میں پھر سے درس و تدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی غیر مطبوعہ تصانیف کے حسب ذیل نام عبید اللہ صاحب نے اپنی مرتب کتاب "سفر عاق" (مطبوعہ ۱۴۱۳ھ مطابق 1993ء) میں گناوائی ہیں۔

۱۔ السراج اہلسنت والجماعت (عربی) غیر مطبوعہ

۲۔ فتاویٰ صادقہ (اردو) غیر مطبوعہ

۳۔ مسائل صیام و قیام (اردو) غیر مطبوعہ

۴۔ مفید المؤمنین (اردو) مطبوعہ

بتہ نہیں یہ کتابیں کہاں اور کس کے پاس ہیں؟

آپ ۲۸ / رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق 18 / فروری 1958ء واصل بحق ہوئے اور

حضرت مخدوم ساوی عرف دستگیر کے روضہ اقدس کے احاطہ میں آسودہ خاک ہیں۔

۱۵۱۔ مولوی سید حمزہ حسین

آپ فرزند سید سلیمان بمقام مدراس ۱۳۲۳ھ مطابق 1924ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ دارالسلام عمرآباد گئے اور وہاں سے آٹھ سالہ مولوی فاضل کورس میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔ 1943ء میں منشی فاضل کی اور 1960ء میں ادیب فاضل کی سندیں مدراس یونیورسٹی سے کرنے کے بعد 1971ء میں بی اے اور 1972ء ایم اے علیگری یونیورسٹی سے پاس کیا۔

1947 سے 1972ء تک پرشین منشی کے عہدہ پر مدراس اور نیشنل مینو اسکرپٹ

لاہری میں فائز تھے۔ 1974 سے 1984 تک گورنمنٹ آرٹس کالج مدراس میں اردو کے پروفیسر رہے اور اسی کالج سے وظیفہ یاب ہوئے۔

موصوف نے اپنی تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ تالیفی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ آپ کی مرتب کردہ کتابوں کی فہرست (بقول آپ کے فرزند ڈاکٹر سید سجاد حسین ریڈر مدراس یونیورسٹی مدراس) حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ تزک والاجاہی۔ فارسی (صفحات 408) 1957ء میں مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔
- ۲۔ رقعات والاجاہی۔ فارسی (صفحات 498)
- ۳۔ واقعات اظفری۔ فارسی (صفحات 237)
- ۴۔ ظفر نامہ قادر نگر۔ فارسی (صفحات 112)
- ۵۔ سلطنت التواریخ۔ فارسی (صفحات 112)
- ۶۔ خلاصہ الانساب۔ فارسی (صفحات 30)
- ۷۔ تذکرۃ الانساب۔ فارسی (صفحات 115)
- ۸۔ رسالہ فراہین و عقائد۔ فارسی (صفحات 84)
- ۹۔ مسودات جسونت رائے۔ فارسی (صفحات 147)

۱۵۲۔ مولانا مولوی علی فطرت

خطیب ملت مولانا مولوی علی فطرت ۱۳۴۳ھ مطابق 1924ء بمقام حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کی۔ نیز آپ نے مولانا مولوی سید اسرار حسین نجفی، مولانا مولوی سید نثار حسین اور مولانا مولوی سید محسن نواب رضوی لکھنوی جیسے جمید علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔

کثیر، غائر اور تقابلی مطالعہ کی عکاسی آپ کی تصانیف میں نظر آتی ہے جن میں سے چند کی فہرست حسب ذیل ہے۔

- ۱۔ صحیفہ نور (مطبوعہ 1959ء) اقبال پرنٹنگ پریس حیدرآباد
- ۲۔ شمع الیقین (مطبوعہ 1962ء) اقبال پرنٹنگ پریس حیدرآباد

- ۳۔ صوت ناقوش (مطبوعہ 1965ء) نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، حیدرآباد
 ۴۔ دعائیں (مطبوعہ 1957ء) نیشنل فائن پرنٹنگ پریس حیدرآباد
 ۵۔ اسلامی طرز زندگی (مطبوعہ 1980ء) عثمانی پریس، مدراس
 ۶۔ اسلامی تہذیب (مطبوعہ 1980ء) عثمانی پریس، مدراس
 ۷۔ تجوید القرآن (مطبوعہ 1986ء) گراٹک پرنٹرس، مدراس
 ۸۔ عرفان حسین (مطبوعہ 1989ء) گوہر پریس، مدراس
 ۹۔ عقلیۃ الاسلام (مطبوعہ 1989ء) عثمانی پریس، مدراس
 ۱۰۔ روح خدا (مطبوعہ.....) نوشین پریس، مدراس

شاعری میں علامہ نجم آفندی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ شعری ذوق موصوف کو درشہ میں ملا ہے۔ آپ کے والد ماجد جناب میر سرور علی اور جد امجد میر علی حسین بھی شعر کہتے تھے۔ آپ 1963ء میں پہلی بلا مدراس آئے اور پھر 1972ء میں پھر دوبارہ مدراس تشریف لائے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

مدراس آنے کا مقصد دینی خدمت ہے۔ آپ نے حسینی ٹرسٹ مدراس اور انجمن حسینی مدراس کے دینی مدارس میں دینیات پڑھائی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ درس قرآن اور تفسیر قرآن کے ذریعہ آپ نے تعلیم بالغان کا سلسلہ جاری رکھا۔

خود مولوی علی فطرت رقم طراز ہیں کہ میں اپنی زندگی کے چھ دہے گزار چکا ہوں۔ اس مدت میں نے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور زندگی کے پیچدار راستے بھی، مذہبی ماحول میں رہا ہوں اس لئے یہی ماحول میری زندگی پر چھایا رہا۔ آپ نے تحریری اور تقریری دونوں طریقہ سے مذہب کی خدمت کی۔ میری اب تک (۲۲) چھوٹی بڑی کتابیں چھپ چکی ہیں۔

مولوی علی فطرت 1984 سے 1993ء تک تمل ناڈو وقف بورڈ کے ممبر رہے ہیں۔

۱۵۳۔ مولانا غلام محمد مہدی خان

آپ نے اپنے والد مولانا غلام امجد علی خاں سے علوم دینیہ حاصل کیا۔ مولانا غلام عباس علی سے علوم متداولہ اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ عراق اور ایران کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ آپ جب ایران تشریف لے گئے تو آقائے آیت اللہ العظمیٰ الحاج سید حسین نے آپ کی بڑی عزت فرمائی اور جنوبی ہند کے لئے آپ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اس کے علاوہ لبنان کے مشہور عالم

آیت اللہ آقائی شرف الدین عامل نے بھی آپ کو جنوبی ہند کے لئے اپنا وکیل خاص مقرر کیا۔ آپ برٹش حکومت میں تقریباً بیس سال مجسٹریٹ رہے اور 1920ء میں گورنمنٹ چیف شیعہ قاضی کی حیثیت سے اپنے والد محترم کا عہدہ سنبھالا۔ تقریباً پچاس برس تک موصوف نے اس عہدے کے فرائض کو بحسن و خوبی نبھایا۔ آپ نے وحدانیت کے موضوع پر شعری تصنیف "شہنوی حقیقت" تخلیق کی۔ کچھ عرصہ پہلے "الہدی" نامی ایک رسالہ بھی نکالا۔

۱۵۴۔ مولانا الحاج آمر کلہمی شاہ

سید محمد عمر نام تخلص آمر پیر و مرشد سید نوری شاہ چشتی و قادری قدس سرہ نے خلافت سے سرفراز فرمانے کے بعد کلہمی شاہ کے خطاب سے نوازا۔ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق اپریل 1927ء مدراس میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حکیم سید رضا علی صاحب سے حاصل کی اور چھپاک کارپوریشن اسکول میں ساتویں جماعت تک تعلیم پائی۔ بعد ازاں مسلم ہائی اسکول مدرسہ اعظم، مدراس سے ایس۔ ایس۔ ایل۔ سی کی سند حاصل کی۔ اس دوران آپ نے مولوی عبدالقدوس نعمانی، لکھنؤ سے تفسیر، فقہ، حدیث اور دیگر علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مولانا نے حضرت الحاج سید نوری شاہ چشتی و قادری سے بیعت کیا۔

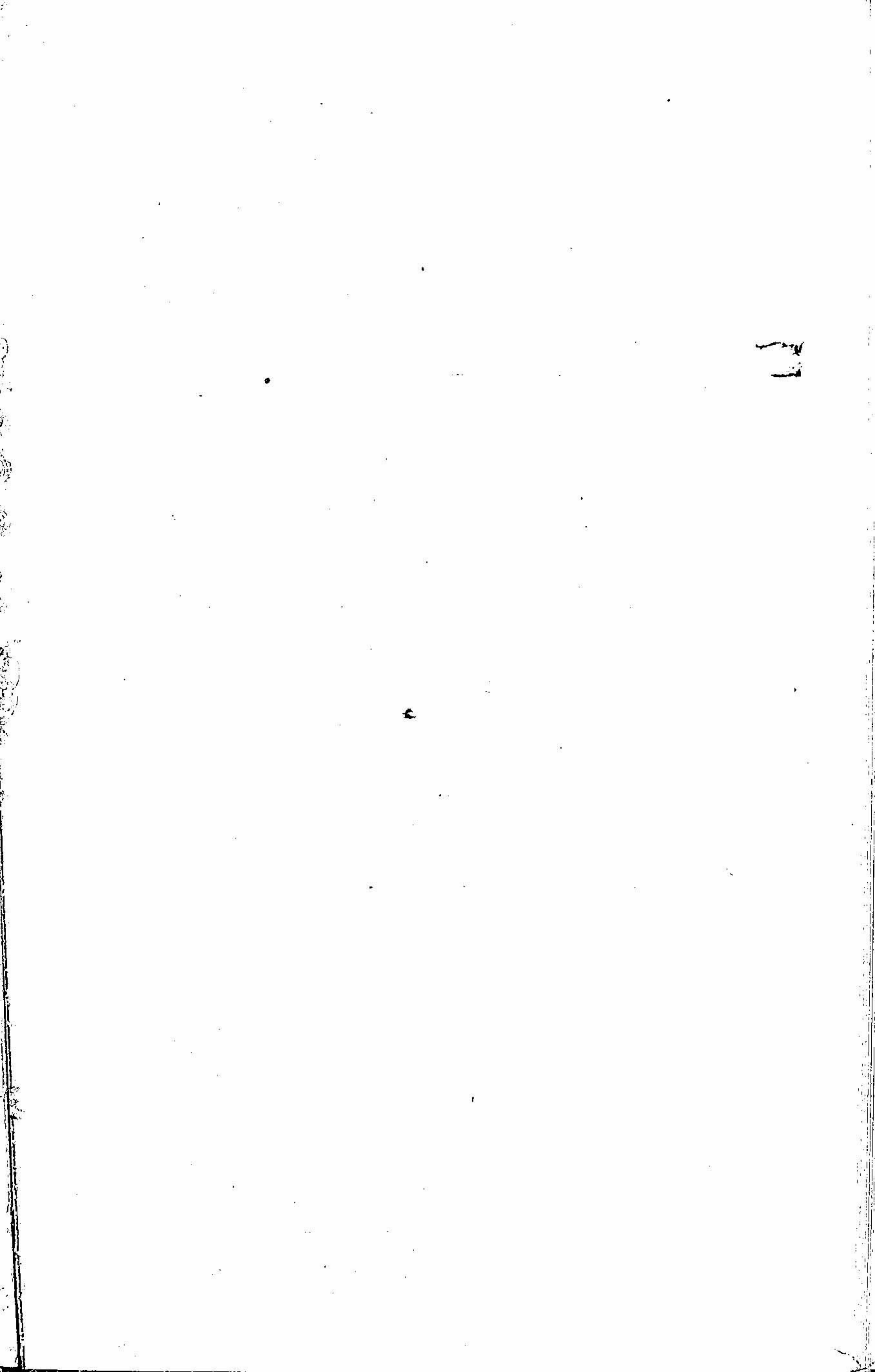
آپ کی تفسیر قرآن عوام و خواص میں یکساں مقبولیت رکھتی ہے۔ آپ رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں قرآن کی تفسیر کا سلسلہ پینتیس (۳۵) سال تک جاری رکھا۔ آپ ایک شعلہ بیان و اعظ اور مقرر ہیں۔

ہند و بیرون ہند آپ کے مریدین کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تک پہنچتی ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے خلفاء تبلیغ و اشاعت دین میں لگے ہوئے ہیں۔

شاعری کو آپ حقائق کا بہترین وسیلہ سمجھتے ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ "موجود" منظر عام پر آچکا ہے۔ اس شعری مجموعہ میں ایک طویل نظم بعنوان "نغمہ سردی" موجود ہے۔ جو اردو کے شعری ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ راقم سمجھتا ہے کہ اس طرح کے شعری تجربے اردو ادب میں شہاذ و نادر ہی کئے گئے ہیں۔ تمل ناڈو کے شعراء نے اس طرف خاص توجہ مبذول کی اور تمل ناڈو کی اردو شاعری کے خزانے کو مالا مال کیا۔

شعری مجموعہ کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف بھی کتابت و طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہیں جو انشاء اللہ بہت جلد منظر عام پر جلوہ گر ہوں گی۔

مولانا نے "الجامعہ اللامریۃ الکلمیہ" کے نام سے ایک مدرسہ دینیہ قائم فرمایا ہے جو مدراس میں تیس (۳۰) برسوں سے دینی، علمی اور ملی خدمات انجام دے رہا ہے۔



* حوالے و حواشی

○ حضرت شاہ سلطان ثانی

- 1 - جلیل القدر عالم اور صوفی آپ سے متعدد کرامات مشہور ہیں۔
- 2 - تمام شیعہ آپ کو اپنا امام مانتے ہیں۔ مشہور عالم اور متقی۔
- 3 - آپ مصنف "وصل نام" ہیں۔ اس مثنوی کے قلمی نسخے کتب خانہ ادبیات اردو، کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد اور کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہیں۔
- 4 - محمد علی اثر دکنی عززل کی نشوونما (ص۔ ۳۳۶ مطبوعہ 1986ء۔ حیدرآباد۔)

○ حضرت شاہ عالم شغلی ترچنا پلوی

- 5 - ڈاکٹر محمد علی اثر دکنی شاعری تحقیق و تنقید
- 6 - سالنامہ "نفیر" ویلور مطبوعہ 1994ء (ص۔ ۳۲)

○ حضرت مولانا شیخ صدقت اللہ پاپا

- 7 - یہ مدرسہ کیلا کرائی کی پرانی جمعہ مسجد کے احاطے میں قائم ہوا۔ یہ جمعہ مسجد، عرب تجارتی، ۱۰۵۰ھ 1640ء میں تعمیر کی تھی۔

○ حضرت عمر پلا اور

- 8 - ڈاکٹر شعیب عالم کا بیان ہے کہ اس طویل نظم سے پہلے علی پلاوری نامی شاعر نے "معراج مالائی" (Meeraj Malai) لکھی تھی جو تامل زبان کی تاریخ ادب میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ (ص۔ ۱۰۵) عربی اروی اور فارسی ان سرورن ویپ اور تامل، مطبوعہ ۱۱۴۱ھ 1994ء، مدراس۔
- 9 - مولف یم۔ آر۔ یم۔ عبدالرحیم (Islamia Kalaik Kalanjyam) یونیورسٹی ہیلی ٹرز، مدراس مطبوعہ ۱۱۴۰ھ 1979ء، جلد سوم۔

○ حضرت حافظ سید محمد فراقی ویلوری

- 10 - "تحقیقی نقوش" مصنف ڈاکٹر محمد علی اثر، مطبوعہ ۱۱۴۱ھ 1993ء (ص۔ ۳۹)۔
- 11 - ایضاً (ص۔ ۳۷)۔

○ شیخ محمد مخدوم عبدالحق ساوی دستگیر

- 12 - قلب مدراس، مطبوعہ ۱۱۴۰ھ 1983ء، عذرا پریس، مدراس۔
- 13 - مدراس میں اردو کی نشوونما۔
- 14 - تذکرہ اولیائے دکن، مولف عبدالجبار ملکاپوری حصہ دوم (ص۔ ۹۸۷-۹۸۸)۔

○ لالہ جسونت رائے منشی

- 15 - نصیر الدین ہاشمی "دکن میں اردو" ترقی اردو بیورو (ص۔ ۲۵) مطبوعہ 1984ء۔
- 16 - اس کتاب کا ایک مخطوطہ (Oriental Manuscript Library) میں موجود ہے۔

○ حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قرچی قادری ویلوری

- 17 - اس کتاب میں مسلمانوں کے صحیح اور غلط عقائد کے درمیانی فرق اور دین کے مسائل مہمات اور مبادیات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اور اسلام میں پیدا ہونے والے مختلف فرقوں کے کمرہ کن فاسد عقائد کو دلائل کے ذریعہ پیش کیا گیا ہے۔
- 18 - یہ کتاب بھی عقائد کے موضوع پر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔
- 19 - یہ کتاب عرفان الہی کے بے پایاں نعمت سے متعلق قرچی کے ایمان افروز کلمات پر مبنی ہے حضرت کی یہ تصنیف اسم باسکی ہے۔

20 - اس کتاب میں حضرت قرنی کی وہ نصیحتیں درج ہیں جو پوری ملت کے افراد کے لیے بہت اہم اور ضروری ہیں۔

21 - سالنامہ "اللطیف" قطب ویلوری (ص-۳۵) مطبوعہ ۱۳۰۵ھ م 1984ء۔

○ مولوی حسن علی نقش بندی آہ

22 - پرنام بٹ کا قدیم نام "پیاری بیگم پٹی" ہے۔

○ حضرت مولوی امین الدین احمد خان بہادر

23 - مدراس میں اردو کی نشوونما (ص-۱۳۸)۔

○ حضرت مولوی میر اسماعیل خان اجدی

24 - کرناٹک میں فارسی اور عربی (ص-۱۸۳) مطبوعہ 1974ء۔

25 - تذکرہ مخطوطات جلد پنجم (ص-۱۹۸)۔

" " " 26

○ حضرت شاہ تراب علی تراب گنج الاسرار ترناملی

27 - ڈاکٹر سلطانہ بخش دیوان تراب - انجمن ترقی اردو، کراچی مطبوعہ 1982ء (ص-۱۰ اور ۱۱)۔

○ حضرت علیم اللہ شاہ قادری

28 - کتب خانہ جامعہ مسجد، بمبئی کے اردو مخطوطات مرتبہ ڈاکٹر حامد اللہ ندوی (ص-۲۰۸) مطبوعہ 1990ء۔

○ حضرت العلام ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی

29 - مطبوعہ "احسان عشق" مصنف شمس العلماء لسان الحکمت محمد عبدالرحمن شاطر مدراسی، مطبوعہ 1924ء م

۱۳۲۳ھ شاہ احمد پریس، مدراس۔

30 - اولیائے اکرام جلد دوم (ص-۱۷۹) سیارہ ڈائجسٹ مطبوعہ 1986ء م ۱۳۰۷ھ۔

○ حضرت مولوی سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلانپوری

31 - کرناٹک میں عربی اور فارسی، مولانا یوسف کوکن عمری مطبوعہ 1974ء م ۱۳۹۳ھ۔

○ حضرت مولانا سید امیر الدین علی

32 - شیخ مخدوم عبدالحق سادی عرف دستگیر کی درگاہ شریف کے قریب آپ کی خانقاہ آج بھی مشہور ہے۔ آپ کے فرزند میر

مبارک اللہ خان راعب (المتوفی 1852ء م ۱۲۹۹ھ) بھی مدراس کے مشہور و معروف شاعروں میں سے تھے۔

33 - محی الدین کے چند اشعار "رقعات امیری" کے آخری صفحات میں جگہ پائے ہیں۔

34 - خانوادہ قاضی بدرالدولہ مولف مولانا محمد یوسف کوکن عمری مطبوعہ 1963ء م ۱۳۸۲ھ۔

○ حضرت علامہ محمد باقر آگاہ ناطلی شافعی قادری ویلوری

35 - مولانا آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ م 1785ء۔

- 36

- 37

38 - "سب رس" (ص-۲۸) حیدرآباد مطبوعہ آگسٹ 1994ء۔

○ حضرت سید محمد غوث غوثی آرکائی

39 - ڈاکٹر محمد علی اثر "غوثی آرکائی کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ" مشمولہ سالنامہ "نفر" ویلور 1995ء۔

40 - سید محمد غوث غوثی - "دکن کا ایک قادر الکلام شاعر" (ص-۳) غیر مطبوعہ

41 - ایضاً

42 - نصیر الدین ہاشمی - دکن کے چند تحقیقی مضامین، قصص الانبیاء (ص-۶۷)

43 - ایضاً (ص-۶۲)

44 - حضرت انترجانی کا مزار آرکٹ میں موجود ہے۔

○ حضرت غوثی چنگل پٹی مدراسی

45 - سید محمد غوث قدیم اردو کا ایک قادر الکلام شاعر، غیر مطبوعہ (ص-۴)

46 - محمد علی اثر، غوثی آرکٹ کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ، سالنامہ "نفیر" ویلور، (ص-۳۵) مطبوعہ 1990ء۔

47 - محمد علی اثر، سید محمد غوثی (غیر مطبوعہ)

○ حضرت عمر ولی القادری

48 - عربی اردو پرشین ان سرندیپ آئینڈ تامل ناڈو مطبوعہ (ص-۵۶۲) 1993ء۔

○ حضرت مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر

49 - سن تصنیف 1816ء م ۱۲۳۲ھ

50 - سن تصنیف 1790ء م ۱۲۰۵ھ

51 - اس کا ایک نسخہ کتب خانہ محمدی، مدراس میں اور دوسری نسخہ، انڈیا آفس لائبریری، لندن میں موجود ہے۔

○ حضرت غلام علی موسیٰ رضا خان لائق

52 - اس کتاب کا ایک مخطوطہ راقم نے کتب خانہ اہل اسلام میں دیکھا تھا لیکن آج یہ نسخہ کتب خانہ سے غائب ہے۔

53 - اس کا ایک نسخہ بھی کتب خانہ مذکورہ میں موجود ہے۔

54 - یہ کتاب (Govt Manuscript Library) سے 1950ء م ۱۳۷۰ھ میں شائع ہوئی۔

55 - اس کتاب کے پہلے حصہ میں کرناٹک کی سیاسی تاریخ پر مشتمل ہے۔ "سراج التواریخ" سے منسوب ہے۔ دوسرے

حصہ میں کرناٹک سے بھول پھل پتوں، درخت، میوے اور ترکاریوں کا ذکر ہے جس کو "جامع الاشیا" کا نام دیا گیا ہے۔

○ حضرت نواب غلام اعز الدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی

56 - مدراس میں اردو مولوی نصیر الدین ہاشمی نے نامی کا مقام پیدائش آرکٹ لکھا ہے۔

57 - نامی نے "نوبہار عشق" میں شیریں فریاد کا قصہ 1796ء م ۱۲۱۱ھ میں نظم کیا تھا۔

58 - مثنوی "بہارستان عشق" میں نامی نے لیلیٰ مجنون کا قصہ 1798ء م ۱۲۱۳ھ میں نظم کیا تھا یہ دونوں مثنویاں

نامی نے عادل شاہی دور میں لکھی تھی۔ مثنویاں (بالخصوص نظامی بیدری) کی طرز پر لکھی گئی ہیں۔ یہ دونوں مثنویوں کے نسخے

ادارہ ادبیات دکن میں محفوظ ہیں۔

○ حضرت مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسن قادری محوی ویلوری

59 - اللطیف 1983ء م ۱۳۰۴ھ اقطاب ویلوری۔

60 - انوار اقطاب ویلوری (ص-۶۳)۔

61 - اس کا پہلا نسخہ کتب خانہ دارالعلوم لطیفیہ ویلور اور دوسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

62 - یہ رسالہ مراتب عروج و تزلزل کی وضاحت اور دعا کی فضیلت و اہمیت میں ہے۔

63 - اس کتاب میں موضوعے اکرام کی مشہور بحث "کل شئی فی کل شئی" کی جامع وضاحت پیش کی گئی ہے۔ سن

تصنیف 1826ء م ۱۲۳۲ھ

64 - اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشریح بڑے شگفتہ انداز میں کی گئی ہے۔ سن تصنیف 1827ء م ۱۲۴۲ھ

-ہ

○ حضرت سید برہان خان پانڈی

65 - یہ کتاب 1957ء م ۱۳۷۶ھ میں گورنمنٹ مینوا سکرپٹ لائبریری مدراس سے شائع ہوئی۔

66 - "عربی اور پرشین کرناٹک میں" (ص-۳۲۶) مطبوعہ 1974ء م ۱۳۹۳ھ مولف مولانا یوسف کوکن عمری۔

85 - ایضاً (ص-۲۴۹)۔

○ حضرت مولوی منشی شمس الدین احمد

86 - اس کالج میں اپنے دور کے علماء وادباء اور شعراء مثلاً منشی ابراہیم بجاپوری، منشی مظفر، مولوی محمد مہدی واصف مولوی مرزا عبدالباقی وفاقا، تراب علی نامی، حسن علی ماسی، مولوی سید تاج الدین تاج، مولوی غلام دستگیر درس و تدریس کی خدمات پر مامور تھے۔ ان تمام باکمال اساتذہ کی وجہ سے اس کالج کا نام ہندوستان بھر میں مشہور ہو گیا تھا۔

87 - مرزا رجب علی بیگ سرور (المتوفی ۱۲۸۳ھ م 1867ء) نے بھی "شبستان سرور" کے نام سے "الف لیلیٰ" کے چند قصوں کا ترجمہ اردو میں کیا تھا اور اس ترجمہ کو بہت مقبولیت نصیب ہوئی تھی۔ ۱۲۶۰ھ م 1844ء میں دوسرا ترجمہ منشی عبدالکریم نے فارسی کی انگریزی زبان سے کیا پھر منشی طوطا رام نے ۱۲۸۵ھ م 1868ء میں، ۱۳۰۸ھ م 1890ء میں حامد علی اور ۱۳۱۱ھ م 1892ء میں مرزا حیرت دہلوی نے ترجمہ کر کے شائع کیا۔

○ حضرت امام العلماء قاضی بدرود اولہ

88 - مولانا یوسف کوکن نے "خانوادہ قاضی بدرالدولہ" کے (ص-۲۲۲) میں قاضی صاحب کی سن ولادت ۱۲۰۷ھ م 1792ء لکھی ہے جو غلط ہے۔

○ حضرت مفتی محمد تاج الدین خان بھجت

89 - "مدراس میں اردو کی نشوونما" (ص-۲۷۲) اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ، میں بھی موجود ہے۔

○ حضرت مولوی محمد مہدی واصف

90 - تذکرہ گزار اعظم (ص-۲۹۷)۔

91 - "مدراس میں اردو کی نشوونما" (ص-۲۸۵) ڈاکٹر افضل الدین اقبال۔

92 - حدیقہ المرام کا اردو ترجمہ مشہور محقق سخاوت مرزا نے بڑی عمدگی سے کیا جس کو انجمن ترقی اردو، پاکستان نے شائع کیا ہے۔

93 - آپ کی ایک لغت ہندوستان آئنڈر پشین ۱۲۶۸ھ، 1851ء میں مدراس سے شائع ہوئی اور یہ لغت نواب غوث خان اعظم اور Sir Henry Pettinger کے نام سے معنون ہے۔

94 - احقر نے اس کے کرم خوردہ نسخے "کتب خانہ اہل اسلام" والا جاہ روڈ، مدراس میں دیکھے تھے۔ لیکن آج نہ جانے لائبریری کے ساتھ یہ نسخے کہاں قائب ہیں۔

○ افضل الشعراء شیخ عبد القادر نینالی المعروف شیخنا پلاوری

95 - "شہادت بندر" گوتم شریف کا بہت قدیم نام ہے۔

○ حضرت مولانا رضا حسین نائٹی افسر

96 - "تاریخ النوائط" (ص-۲۰۴) مولف نواب عزیز جنگ بہادر مطبوعہ ۱۳۲۲ھ م 1904ء۔

○ حضرت مولوی غلام قادر

97 - یہ کتاب عربی مدراس کے نصاب میں شامل تھی۔

98 - کڈپہ میں اردو مولفہ راہی ندائی (ص-۹۲) مطبوعہ ۱۳۱۳ھ م 1992ء، تامل ناڈو اردو پبلی کیشنز، مدراس۔

○ حضرت مولوی محمد حسین شیرین سخن افضل الشعراء اقم

99 - مطبوعہ ۱۲۶۰ھ م 1844ء، دوبارہ ۱۲۸۰ھ م 1863ء۔

100 - مطبوعہ ۱۲۶۰ھ م 1844ء۔

101 - مطبوعہ ۱۲۷۷ھ م 1860ء۔

102 - مطبوعہ ۱۲۶۰ھ م 1844ء۔

○ حضرت منشی قادر حسین جوہر

103 - آپ حضرت غوث گویاریؒ کے مرید تھے اور آپ نے اپنے مرشد کے ایما پر ناگورکار رخ کیا تھا۔

104 - نمبر D/28 اور D/06 -

105 - اس مثنوی کا ایک نسخہ احقر نے کتب خانہ لطیفیہ میں کرم خوردہ حالت میں دیکھا تھا۔ صفحات غالب تھے لیکن ڈاکٹر افضل الدین اقبال کی کتاب "نواب اعظم نام" پڑھنے کے بعد یقین ہوا ہے کہ یہ مثنوی مدرسی شاعر قادر حسین کی ہے۔ واقعی یہ کتاب اردو ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

○ حضرت شاہ عبدالقادر علی قادر صوفی

106 - "میور میں اردو کی نشوونما" (ص ۲۲۵) ڈاکٹر حبیب النساء بیگم ولی اللہ، مطبوعہ ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء -

○ سراج العلماء حضرت مولانا مولوی سید شہاب الدین شہاب ویلوری

107 - "ریاست میور میں اردو کی نشوونما" ڈاکٹر حبیب النساء بیگم ولی اللہ -

108 - "دیوان لطیف آرکائی" مطبوعہ اردو گمر، میل وشارم (شمالی آرکائی) -

○ حضرت مولانا سید احمد مشتاق

109 - "اردو مخطوطات" (ص ۵۵) مرتبہ ڈاکٹر حامد اللہ ندوی مطبوعہ ۱۳۱۱ھ ۱۹۹۰ء، کتب خانہ جامع

مسجد بمبئی -

110 - ایضاً (ص ۵۱) -

111 - ایضاً (ص ۵۶) -

○ حضرت مولانا حبیب اللہ ذکا

112 - "دکن میں اردو" نصیر الدین ہاشمی (ص ۱۳۱) مطبوعہ ۱۲۴۴ھ ۱۹۲۵ء، مکتبہ ابراہیمیہ، حیدرآباد -

113 - تذکرہ مخطوطات جلد دوم، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور (ص ۱۳۵) -

○ حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبدالغفار حسینی مسکین

114 - مولوی بشیر الحق قریشی قادری نے اپنی تالیف "قطب ویلوری" (ص ۱۳۸) مطبوعہ ۱۳۱۰ھ ۱۹۸۹ء میں

اپ کی سن ولادت ۱۲۲۶ھ ۱۸۱۱ء لکھی، جو غلط ہے۔

115 - کتاب "عمیون الظاہر" مطبوعہ ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء - مطبع Higgins bothom press

116 - کتاب "کنہ مرغوب" مطبوعہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء - مطبع Higgins bothom press

(مندرجہ بالا دونوں کتابوں میں مسکین اپنے پیرو مرشد کی تعریف اور ان کی روحانی فیوض و برکات کا اعتراف کیا ہے۔)

117 - قاضی محمود عربی کی منظوم تصنیف ہے جس کو مسکین نے ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء میں لکھی جو ۱۳۵۲ھ

۱۹۳۴ء میں محمدی پریس، مدراس سے شائع ہوئی تھی۔

118 - سن تصنیف ۱۳۴۳ھ ۱۹۳۴ء میں نامی پریس، مدراس سے شائع ہوئی۔

119 - تذکرہ "محمد سخاوت مرزا" شائع کردہ انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا وڈل ایسٹ کلچر اسٹڈیز، حیدرآباد ۱۳۸۲ھ -

۱۹۶۲ء

○ حضرت مولوی عبدالصمد خان ماہر

120 - نجف علی خان کی دو مثنویاں "مثنوی بہاریہ" اور "مثنوی خزانہ" چھپ چکی ہیں۔

121 - ائمہ آرکائی (المتوفی ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۸ء) کی چار مثنویاں "گلشن شاہدان" "گلشن مدرخان" "جہان فریب

اور "نسب نامہ" بے حد مشہور ہیں۔

○ حضرت شمس العلماء قاضی عبید اللہ

122 - رسالہ "یادگار نمبر" بتقریب جین صدسالہ مدرسہ محمدی (ص ۹۸) مطبوعہ ۱۳۰۹ھ ۱۹۸۸ء

123 - مطبوعہ ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۳ء -

124 - مطبوعہ ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۸ء -

125 - مطبوعہ ۱۲۱۱ھ م 1796ء -

126 - مطبوعہ ۱۳۲۰ھ م 1902ء -

127 - مطبوعہ ۱۲۹۰ھ م 1873ء -

○ حضرت مولانا مولوی عزیز جنگ بہادر

128 - سخن دران عہد محبوبیہ، مولف ڈاکٹر عطا اللہ خان مطبوعہ ۱۳۱۶ھ م 1995ء -

129 - دکن میں اردو (ص ۵۷۹) مطبوعہ ترقی اردو بیورو، دہلی ۱۳۰۶ھ م 1985ء -

130 - " تاریخ نوائے " (ص ۲۳) مطبوعہ ۱۳۲۲ھ م 1904ء -

○ حضرت مولانا مولوی گنڈو محمد عبدالقادر شاکر و انمبازئی -

131 - حضرت مدہوش، مرزا غالب کے شاگرد حبیب اللہ سوزاں سہارنپوری تھے -

○ حضرت نواب محمد منور خان گوہر

132 - سخن دران بلند فکر جلد اول اور جلد دوم مطبوعہ 1932ء -

○ حضرت مولانا مولوی عبدالصمد علمی

133 - حضرت عبدالقدوس شاداں و شاری (شمالی آرکٹ) عبدالحمید شرر آندوری کے خاص الخاص شاگردوں میں سے تھے

احقر نے حضرت شاداں کے پاس مولوی عبدالصمد علمی اور گاندھی جی کے خطوط دیکھے تھے - مولانا شرر آندوری کے نام آنے

ہوے ساست دانوں اور مکتوبات صحافیوں اور ان کے صحافتی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت دانش فرازی صاحب نے

ایک تالیف " نقش دوام " بہ حسب فرمائش شاداں و شاری ۱۳۷۸ھ م 1958ء میں ترتیب دی تھی - حضرت موصوف

کی وفات کے بعد سنا ہے - کہ اس تالیف کا مسودہ ان کے داماد کی قید سے آج تک آزاد نہیں ہوا ہے -

○ حضرت مولانا محمد عبدالحمید ہنگنوری

134 - مدرسہ مفید عام، و انمبازئی کا ایک مشہور اور قدیم دینی ادارہ ہے جہاں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے اس

مدرسہ سے بہت پہلے ایک اور دینی مدرسہ " معدن العلوم " قائم کیا گیا تھا - اس مدرسہ میں کیرالا، سیلون، کرناٹک اور

تامل ناڈو کے طلباء قیام و طعام کے ساتھ درس نظامیہ سے مستفید و مستفید ہوتے تھے - اس درس گاہ میں اپنے دور کے

فاضل علماء مدرسہ کی خدمات انجام دے رہے تھے - اس شہر میں ایک اور " مدرسہ نسوان " مغربی علم و تہذیب کے خلاف

قائم ہوا جس کا مقصد لڑکیوں کے دلوں میں دینی جذبے کو ابھارنا اور انکی صحیح علمی رہبری کرنا تھا - آج بھی اس مدرسہ کی شان

ساری دنیا میں کہیں نہیں ملتی، یہ مدرسہ ۱۳۲۸ھ م 1910ء میں قائم ہوا - جس سے بے شمار لڑکیاں فیض یاب ہوئی ہیں

○ حضرت علامہ اے کے عبدالحمید باقوی

135 - اس کتاب میں قائد اعظم محمد علی جناح کا تفصیلی مقدمہ موجود ہے -

136 - یہ مالی تعاون کی رقم اورنگ زیب مالگیر کے وقف شدہ درگاہ پھلکی سے حاصل ہوئی اور اس ٹرسٹ کے صدر نواب

نظیر جنگ بہادر تھے -

○ شمس العلماء لسان حکمت نواب عبدالرحمن خان بہادر شاطر

137 - آپ مدراس یونیورسٹی کے بورڈ آف انکوائری کے صدر ۱۳۲۲ھ م 1924ء اور مدراس کے ڈپٹی کلکٹر

(Deputy Collector) بھی تھے - " احسان عشق " (ص ۳۶) - مطبوعہ ۱۳۲۳ھ م 1925ء -

138 - ایضاً (ص ۳۹) میں موصوف نے اپنے شیخ سے متعلق یوں لکھا ہے " مرشدی مولائی حضرت مولانا سید شاہ حسین

قادری مرحوم " جنگی غلامی نے شاطر کو شاطر بنایا -

139 - آپ کے تبحر علمی کے اعتراف میں ۱۳۲۹ھ م 1920ء میں گورنمنٹ سے موصوف کو شمس العلماء کا خطاب ملا -

پیش امام مولوی الحاج عبدالرحیم صاحب

140 - کتاب ہذا مولانا مولوی صبیح احمد صاحب ایم۔ اے۔ نائب قاضی مدراس کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

افضل العلماء حکیم قادر احمد

141 - آپ مدرسہ لطیفیہ میں مدراس اور مدرسہ سعیدہ کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔

142 - عربی آئینڈ پرشین ان کرناٹک، مولف مولانا یوسف کوکن عمری (ص۔ ۵۶۲) مطبوعہ ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۴ء۔

حضرت مولانا مولوی قاضی محمد حبیب اللہ

143 - التوقی ۱۲۳۸ھ ۱۸۲۲ء۔

144 - التوقی ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۲ء۔

145 - ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۷ء لارڈ کرزن (وائسرائے ہند) نے آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو ۱۳۱۵ھ

۱۸۹۷ء میں شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔

146 - "مفتی قاضی حبیب اللہ" مولف عبید اللہ (ص۔ ۱۷۰) مطبوعہ مدرسہ محمدی مدراس ۱۳۱۲ھ ۱۹۹۱ء۔

○ حضرت مولانا مولوی ضیاء الدین امانی پٹی کندوی

147 - ڈاکٹر شعیب عالم عربی اروی آئینڈ پرشین ان سندھ سند آئینڈ تامل ناڈو (ص۔ ۵۶۰) مطبوعہ ۱۳۱۲ھ ۱۹۹۳ء۔

1993

148 - ایضاً (ص۔ ۲۰۴)۔

149 - "معیار ادب" کے پانچ چہ شمارے، میل و شارم شمالی آرکائیو سے نکل چکے پھر علامہ محوی نے بھوپال میں

مستقل سکونت اختیار کی تو اس کے ایک آدھ شمارے سے بھوپال سے بھی شائع ہوئے۔

○ افضل العلماء حضرت مولانا مولوی سید عبدالعزیز بخاری

150 - "کرناٹک میں عربی اور فارسی" مصنف مولانا یوسف کوکن عمری (ص۔ ۵۶۲) مطبوعہ ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۳ء۔

1963

○ ڈاکٹر سید محمد فضل اللہ

151 - صدر شعبہ فارسی، دہلی یونیورسٹی، دہلی۔

○ حضرت مولانا رحیم احمد فاروقی

152 - عربی آئینڈ پرشین ان کرناٹک مولانا یوسف کوکن عمری صفحہ ۵۶۸ مطبوعہ ۱۳۹۹ھ

153 - ایضاً

○ مولانا حبیب خان سروش داؤدی

154 - آپ کے مضامین "معرف" عمر آباد، ماہ نامہ "پاکیزہ" مدراس ہفت روزہ "شاگرد" مدراس اور ماہ نامہ

"مزیل" میں مدراس سے شائع ہو چکے ہیں۔

○ رتن لال مست

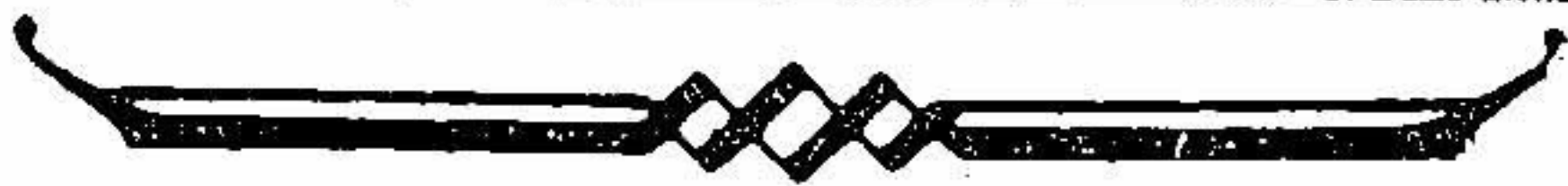
155 - اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

فہرست کتب

• 1963	دارالتصنیف مدراس	یوسف کوکن عمری	خانوادہ قاضی بدرالدولہ
• 1974	امراء کمپنی مدراس	یوسف کوکن عمری	عربک آنڈ پرشین ان کرناٹک
• 1994	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	ذاکرہ غوث	مولانا باقر آگاہ فن اور شخصیت
• 1993	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	علیم صبانویدی	مولانا باقر آگاہ کے ادبی نوادر
• 1994	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	علیم صبانویدی	مولانا عبدالعلی بحر العلوم
• 1989	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	بشیر الحق قریشی	قطب ویلور
• 1994	پبلیکیشنز Hyd	روف خیر	حیدرآباد کی خانقاہیں
• 1987	باقیات صالحات ویلور	محمد یعقوب قاسمی	فتاویٰ باقیات صالحات
• 1988	عذرا پرنٹرز مدراس	مدرسہ محمدی	رسالہ جشن صد سالہ
• 1925	شاہ احمدیہ پریس مدراس	شاطر مدراسی	احسان عشق
• 1993	امام العروس ٹرسٹ	ڈاکٹر شعیب عالم	عربک ، اروی ، پرشین ان سرندیپ اور تمل ناڈو
• 1977	ایجو کیشنل پبلیشنگ	جمیل جالبی	تاریخ ادب اردو جلد اول
• 1977	ہاؤز دہلی	جمیل جالبی	تاریخ ادب اردو جلد دوم
• 1985	ترقی اردو بیورو دہلی	نصیر الدین ہاشمی	دکن میں اردو
• 1993	علیکڑھ (یوپی)	حافظہ یوسف کوکن	یادگار یوسف کوکن
• 1962	ہتی کوثر پریس بنگلور	حبیب النساء	ریاست میور میں اردو کی نشوونما
	انجمن ترقی اردو کراچی	مہدی واصف	حدیقہ المرام

• 1939	رحمانی پریس حیدرآباد	عبدالجبار خان ملکا پوری	تذکرہ شعرائے دکن	
• 1920	اردو اکیڈمی کراچی	ڈاکٹر زور	دکنی ادب کی تاریخ	
• 1941	L.N.A & Sons آگرہ	حامد حسین قادری	داستان تاریخ اردو	
• 1992	ٹملنا ڈوارڈو پبلیکیشنز	راہی فدائی	کڈپہ میں اردو	
• 1987	وائر پرنٹنگ پریس حیدرآباد	محمد علی اثر	دکنی شاعری تحقیق و تنقید	
• 1979	Hyd اعجاز پرنٹنگ پریس	افضل الدین اقبال	مدراس میں اردو کی نشوونما	
• 1986		محمد علی اثر	دکنی غزل کی نشوونما	8
• 1930	نو لکٹور پریس لکھنؤ	حکیم شمس اللہ قادری	اردو نے قدیم	9
• 1962	سیاست پریس حیدرآباد	رفیعہ سلطانہ	اردو نثر کا آغاز و ارتقاء	
• 1983	Hyd ادارہ ادبیات اردو	محمد علی اثر	تذکرہ مخطوطات جلد ششم	10
• 1993	ٹملنا ڈوارڈو پبلیکیشنز	علیم صبانوی	جنوب کا شعر و ادب	3
• 1990	ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس نئی دہلی	حامد اللہ ندوی	کتب خانہ جامع مسجد بمبئی	51
• 1959	Hyd ادارہ ادبیات اردو	ڈاکٹر زور	کے مخطوطات	
• 1973	ترقی اردو بیورو دہلی	محمود خان شیرانی	تذکرہ مخطوطات جلد ہفتم	52
• 1973	نسیم بک ڈپو لکھنؤ	— // —	مجموعہ نثر جلد دوم	
• 1911	محبوب پریس حیدرآباد	عبدالجبار ملکا پوری	پنجاب میں اردو	
• 1911		— // —	محبوب الزمن جلد اول	"مز"
• 1944	حیدرآباد	ابوالاعلیٰ مودودی	محبوب الزمن جلد دوم دکن کی سیاسی تاریخ	

..	..	مولوی رحمان علی	مذکرہ علمائے ہند
• 1930	لکھنؤ	مولوی محمد عنایت اللہ	مذکرہ علمائے فرنگی علی
• 1904	عزیزا لطیف حیدرآباد	نواب عزیز جنگ بہادر	تاریخ النوائط
..	رضالائبریری رام پور	مولوی کریم الدین	طبقات شعرائے ہند
..	سنزل ریکارڈ آفس Hyd	مولوی نصیر الدین ہاشمی	فہرست اردو مخطوطات
• 1929	مکتبہ ابراہیمیہ Hyd	ڈاکٹر زور	اردو شہ پارے
•	E.Book ہاوز علیگزہ	مسعود حسین خان رضوی	اردو زبان و ادب
• 1961	انجمن ترقی اردو کراچی	عبادت بریلوی	اردو تنقید کا ارتقاء
• 1933	نول کشور پریس لکھنؤ	محمد قاسم فرشتہ	تاریخ فرشتہ اردو ترجمہ
• 1919	انسٹیٹیوٹ پریس علیگزہ	مولوی ذکاء اللہ	تاریخ ہندوستان
• 1905		شیخ فرید الدین عطار	مذکرہ اولیاء
• 1960		ڈاکٹر زور	دکنی ادب کی تاریخ
• 1932	مدراس یونیورسٹی	منور حسین خان گوہر	مختوران بلند فکر



سپاس نامہ

محمد جعفر ایم، ایم، فل: حیدرآباد

جنہوں نے ڈاکٹر محمد نور الدین، صدر شعبہ اردو، حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی آندھرا کے زیر نگرانی مقالہ ”علیم صبا نویدی جیات اور کارنامہ“ لکھ کر ایم، فل؛ کی سند حاصل کی۔

ڈاکٹر محمد قاسم ایم، پی ایچ ڈی، کیرلا

جنہوں نے پروفیسر ناز قادری، شعبہ اردو، بہار یونیورسٹی، کے زیر نگرانی مقالہ ”علیم صبا نویدی کی ادبی خدمات“ لکھ کر پی ایچ ڈی؛ کی سند حاصل کی۔

مولانا کاظم ناطقی بی ایس سی، بی ایڈ، ایم، اے، انگریزی اردو

جنہوں نے ”ہی تراش“ علیم صبا نویدی کے فکر و فن پر نقد و نظر کا گراں بہا اور قیمتی مقالہ سپرد قلم کیا۔

مولوی حکیم محمد یعقوب اسم عمری، ایم، اے، علیگ

جنہوں نے ”عکس در عکس“ نامی مبسوط کتاب کی صورت میں علیم صبا نویدی کی شخصیت کا جائزہ پیش کیا۔

مصابیہ علی

صابیہ علی

علیہ صبا لہجہ